داستان ایمان فروشوں کی

2

عنایت اللہ التمش

ادبی دنیا
۵۱۰۔ گلی مٹیا محل
دہلی ۶

داستان ایمان فروشوں کی

دوسرا حصہ

صلاح الدین ایوبیؒ کے دور کی حقیقی کہانیاں
عورت اور ایمان کی معرکہ آرائیاں

قاہرہ میں بغاوت 6
کھنڈروں کی آواز 41
ریجنالڈ گیرینڈر کا آخری معرکہ 95
میرے فلسطین، میں آؤں گا 149

التمش

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

بارِاوّل	:	2004
تعداد	:	1100
سن اشاعت	:	2007
کمپوزنگ	:	شگفتہ کریم
طباعت	:	ایم ایس انصاری پرنٹرس لال کنواں دہلی۔6
قیمت	:	-/60روپے

ناشر

قوم کے اس بیٹے کے نام جسے
صلاح الدّین ایوبی بننا ہے

فہرست

ناگووالے قلعے کے قاتل
صلیب کے سائے میں
جب خدا زمین پر اتر آیا
یہ چراغ لہو مانگتے ہیں
جب سلطان ایوبی پریشان ہو گیا
گناہوں کا کفارہ
قوم کی نظروں سے دور طور کا جلوہ

ضروری نوٹ

اس کتاب ''داستان ایمان فروشوں کی'' کے پانچوں حصّوں کی کمپوزنگ میں نے بڑی توجہ سے اور محنت سے کری ہے اس میں اگر کوئی کمپوزنگ کی غلطی کسی شخص کو نظر آتی ہے تو ادارے کو مطلع کریں اس کو دور کر دیا جائے گا

کوئی شخص یا ادارہ اس کتاب کو یا اس کے کسی حصّہ کو بغیر اجازت نہ چھاپے کیونکہ اس کی کموزنگ کے حقوق میرے پاس محفوظ ہیں اور اس کو شائع کرنے کی اجازت میں نے صرف ادبی دنیا کو دی ہے

شگفتہ کریم

مکان نمبر 2104 پہاڑی بھوجلہ

گلی مسجد مشل چیان دہلی۔6

تعارف

''داستان ایمان فروشوں کی'' کا تیسرا حصہ پیش کیا جاتا ہے۔

آپ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوں گے کہ ہماری ابھرتی ہوئی نسل کا کردار مجروح ہو چکا ہے۔ اس قومی المیہ کے اسباب سے بھی آپ واقف ہوں گے۔ اگر نہیں تو ہم بتاتے ہیں۔ ایک سبب تو یہ ہے کہ بچوں کو اپنے آباؤ اجداد کی روایات سے بے خبر رکھا جا رہا ہے۔ انہیں معلوم ہی نہیں کہ ان کی تاریخ شجاعت کے کارناموں سے بھرپور ہے۔ ان کی نصابی کتابوں میں بھی ان روایات کا ذکر نہیں ملتا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ ہمارے بچے اور نوجوان ایسی کہانیوں کے عادی ہو گئے ہیں جن میں تفریح اور لذیذ مواد زیادہ ہوتا ہے اور جن میں سنسنی سسپنس' ہنگامہ آرائی اور جنسیت ہوتی ہے اور جو جذبات میں ہلچل بپا کر دیتی ہیں۔ یہ دراصل انسانی فطرت کا مطالبہ ہے جسے پورا کرنا ضروری ہے لیکن بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

ہمارے دشمن نے جو یہودی بھی ہے اور بھی' انسان کی اس فطری ضرورت کو اسلام دشمن مقاصد اور پاکستان دشمن عزائم کی تکمیل کے لئے استعمال کیا ہے۔ یہ جو فحش' عریاں' مار دھاڑ اور جرائم سے بھرپور کہانیاں رسالے اور فلمیں مقبول ہوئی ہیں' ان کا خالق ہمارا دشمن ہے اور انہیں ہمارے ملک میں پھیلانے کا کام دشمن ہی کر رہا ہے۔ یہ زہریلا ادب ہمارے ہاں اس حد تک مقبول ہو گیا ہے کہ غیر اسلامی نظریات کی حامل کہانیاں بھی پاکستانیوں نے دل و جان سے قبول کر لی ہیں۔ پاکستان کے زر پرست ناشروں' رسالوں کے مالکوں اور قلمکاروں نے دیکھا کہ ان کہانیوں سے تو دولت کمائی جا سکتی ہے' چنانچہ انہوں نے بھی قومی سود و زیاں کو نظر انداز کر کے فحاشی کو ذریعہ معاش بنا لیا ہے۔

ہم نے اپنی ابھرتی ہوئی نسل کے انفرادی اور قومی کردار کے تحفظ اور نشوونما کے لئے ''حکایت'' میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور کی سچی کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اس سلسلے کے ہم دو حصے کتابی صورت میں پیش کر چکے ہیں۔ تیسرا حصہ پیش خدمت ہے۔

صلاح الدین ایوبی نے ایک جنگ میدان میں لڑی جسے صلیبی جنگوں کا سلسلہ کہا جاتا ہے۔ تھی۔ یہ مختلف اوقات کی تفصیلی اور ڈرامائی واردا تیں ہیں جن میں آپ کو سلطان ایوبی کے اور صلیبیوں کے جاسوسوں سراغرسانوں تخریب کاروں' گوریلوں اور کمانڈو عسکریوں کے سنسنی خیز' ولولہ انگیز [illegible] اور فراریں گے۔

قاہرہ میں بغاوت اور سلطان ایوبی

فلسطین ابھی صلیبیوں کے پاؤں تلے کراہ رہا تھا۔ یروشلم صلیب پر لٹکا ہوا تھا۔ اس مقدس شہر سے خون رس رہا تھا۔ وہاں کے مسلمان جو صلیبیوں کے ظالمانہ استبداد کے شکنجے میں آئے ہوئے تھے پس رہے تھے' تڑپ رہے تھے اور سلطان صلاح الدین ایوبی کا انتظار کر رہے تھے۔ ان تک یہ اطلاعات پہنچ چکی تھیں کہ سلطان ایوبی فلسطین کی سرزمین میں داخل ہو چکا ہے اور شوبک کا قلعہ مسلمانوں کے قبضے میں آچکا ہے۔ یہ ان کے لئے خوش خبری تھی مگر یہ خوش خبری پیغامِ اجل ثابت ہوئی۔ صلیبیوں نے شوبک کی شکست کا انتقام یروشلم اور دیگر شہروں اور قصبوں کے مسلمانوں سے لینا شروع کر دیا تھا۔ وہ مسلمان کو مردہ کر دینا چاہتے تھے تاکہ وہ جاسوسی نہ کر سکیں اور حملے کی صورت میں صلاح الدین ایوبی کی مدد کرنے کی جرأت نہ کریں۔ سب سے زیادہ مظالم کرک کے مسلمانوں پر توڑے جا رہے تھے۔ شوبک کے بعد کرک ایک بڑا قلعہ تھا جس پر صلیبیوں کو بہت ناز تھا۔ ایسا ہی ناز انہیں شوبک پر بھی تھا مگر ان کے ناز کو سلطان ایوبی کی نہایت عمدہ چال اور اس کے مجاہدین کی شجاعت نے ریت کے ذروں کی طرح بکھیر کر رکھ دیا تھا۔ اب صلیبی کرک کو مضبوط کر رہے تھے۔ وہاں کے مسلمان باشندوں پر تشدد ایک احتیاطی تدبیر تھی۔ صلیبیوں کو یہ وہم ہو گیا تھا کہ مسلمان جاسوسی کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی انہوں نے شوبک کی طرح مشتبہ مسلمانوں کو بیگار کیمپ میں پھینکنا شروع کر دیا تھا۔

''فلسطین کی فتح ہمارا ایک عظیم مقصد ہے مگر کرک سے مسلمانوں کو نکالنا اُس سے بھی عظیم تر مقصد ہونا چاہئے۔'' جاسوسوں کے ایک گروہ کا سربراہ سلطان ایوبی کو بتا رہا تھا۔ وہ طلعت چنگیز نام کا ایک ترک تھا جو چھ جاسوسوں کو شوبک سے بھاگے ہوئے عیسائی باشندوں کے بہروپ میں کرک لے گیا تھا۔ وہ تین مہینے بعد واپس آیا تھا اور اب علی بن سفیان کی موجودگی میں سلطان ایوبی کو وہاں کے حالات بتا رہا تھا۔ صلیبی فوج جو بھاگ کر کرک پہنچی تھی اس کے متعلق اس نے بتایا کہ خاصی بری حالت میں ہے اور فوری طور پر لڑنے کے قابل نہیں ہے مگر اس ہاری ہوئی فوج نے کرک میں جاتے ہی مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا تھا۔ اندھا دھند گرفتاریاں شروع ہو جانے کی وجہ

سے مسلمان عورتوں نے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ جہاں کسی مسلمان پر ذرا سا بھی شک ہوجائے وہ اسے پکڑ کر بیگار کیمپ میں لے جاتے ہیں، جہاں جا کر انسان ایسا مویشی بن جاتا ہے جو بول نہیں سکتا۔ صبح کے اجالے سے رات کے اندھیرے تک کام کر کے سوکھی روٹی اور پانی پر زندہ رہتا ہے۔ ہم نے وہاں زمین دوز مہم چلائی ہے کہ جتنے مسلمان جوان ہیں یا لڑنے کی عمر میں ہیں وہ وہاں سے نکل کر شوبک پہنچیں اور فوج میں بھرتی ہوجائیں تاکہ کمک کا انتظار کئے بغیر کرک پر حملہ کیا جاسکے۔'' چنگیز ترک نے کہا۔ ''ہماری موجودگی میں کچھ لوگ وہاں سے نکل آئے تھے لیکن یہ کام ایک تو اس لئے مشکل ہے کہ ہر طرف صلیبی فوج پھیلی ہوئی ہے اور دوسری مشکل یہ ہے کہ اپنے کنبوں، خصوصاً عورتوں کو وہ عیسائیوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر نہیں آسکتے۔ فوری ضرورت یہ ہے کہ کرک پر حملہ کر کے مسلمانوں کو نجات دلائی جائے۔''

اس سے پہلے ایک اور جاسوس یہ اطلاع دے چکا تھا کہ صلیبیوں کی اسکیم اب یہ ہے کہ سلطان ایوبی جب کرک کا محاصرہ کرے گا تو صلیبیوں کی وہ فوج جو صلیبی حکمران ریمانڈ کے زیرِ کمان ہے، عقب سے اس پر حملہ کردے گی۔ سلطان ایوبی نے پہلے ہی اپنے فوجی سربراہوں سے کہہ دیا تھا کہ صلیبی عقب سے حملہ کریں گے مگر اس صورتِ حال کے لئے اسے زیادہ فوج کی ضرورت تھی۔ اس نے چنگیز کو رخصت کر کے علی بن سفیان سے کہا۔

''جذبات کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیں فوراً کرک پر حملہ کردینا چاہئے۔ میں اچھی طرح اندازہ کر سکتا ہوں کہ وہاں کے مسلمان کس جہنم میں پڑے ہوئے ہیں لیکن حقائق کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی صفوں کو مستحکم کئے بغیر آگے ایک قدم نہ اٹھاؤ اور ضرب اس وقت لگاؤ جب تمہیں پورا یقین ہو کہ ضرب کاری ہوگی۔ ہم اُن عورتوں اور بچوں کو نہیں بھول سکتے جو دشمن کے ہاتھوں ذلیل وخوار اور قتل ہورہے ہیں۔ یہ ہمارے گمنام شہید ہیں۔ یہ قوم کی عظیم قربانی ہے۔ میں اُن کی آبرو اور وقار کے لئے فلسطین لینا چاہتا ہوں اگر میرا مقصد یہ نہ ہو تو جنگ کا مقصد ڈاکہ اور لوٹ مار رہ جاتا ہے۔ وہ قوم جو اپنی اُن بچیوں اور بچوں کو بھول جائے جو دشمن کے استبداد میں ذلیل وخوار اور قتل ہوئے ہیں، وہ قوم ڈاکوؤں اور رہزنوں کا گروہ بن جاتی ہے۔ اُس قوم کے افراد دشمن سے انتقام لینے کے [illegible] اُن کے حاکم قوم کو لوٹ

ملک کا کچھ حصہ اور اس حصے کی آبادی نہایت رازدارانہ طریقے سے دشمن کے حوالے کر کے باقی ملک میں اپنی حکمرانی قائم رکھتے ہیں۔ پھر وہ اور زیادہ عیش اور لوٹ کھسوٹ کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دشمن انہیں بخشے گا نہیں اور اُن کا یہ عیش چند روزہ ہے۔ لہٰذا قوم کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بھی جلدی سے جلدی نچوڑ لو۔'' سلطان ایوبی نے ایسی چند قوموں کے نام لئے اور کہا۔

''وہ توسیع پسند تھے۔ ان کے سامنے اس کے سوا کوئی مقصد نہ تھا کہ ساری دنیا پر بادشاہی کریں اور دنیا بھر کی دولت سمیٹ کر اپنے قدموں میں ڈھیر لگا لیں۔ انہوں نے دوسری قوموں کی عصمت دری کی اور ان کی اپنی بیٹیاں اور بہنیں دوسروں کے ہاتھوں بے آبرو ہوئیں۔ ان قوموں کے حکمران پرائی زمین پر ہلاک ہوئے اور ان کا نام و نشان کس نے مٹایا؟ اُن قوموں نے جو غیرت مند تھیں اور جنہیں احساس تھا کہ ان کی زمین اور عصمت کو دشمن نے ناپاک کیا ہے اور انہیں اس کا انتقام لینا ہے۔ ہم بھی حملہ آور ہیں، صلیبی بھی حملہ آور ہیں لیکن ہم میں اور اُن میں فرق ہے۔ وہ دُور دراز ملکوں سے ہمارے مذہب کا نام و نشان مٹانے آئے ہیں۔ وہ اس لئے آئے ہیں کہ مسلمان عورتوں کو اپنی گرفت میں لے کر ان کے بطن سے صلیبی پیدا کریں جبکہ ہم اپنے بھائیوں کی آبرو کے دفاع کے لئے حملہ آور ہوئے ہیں۔ اگر ہم کفر کے طوفان کو نہ روک پائے تو بے غیرت ہیں، مسلمان نہیں لیکن اگر ہم اسلام کا دفاع اس انداز سے کریں کہ دشمن کے انتظار میں گھر بیٹھے رہیں اور جب وہ حملہ آور ہو تو اپنے گھر میں اس کے خلاف لڑیں اور فخر سے کہیں کہ ہم نے دشمن کا حملہ پسپا کر دیا ہے تو یہ ثبوت ہے ہماری بزدلی کا۔ دفاع کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جب دشمن تمہیں مارنے کے لئے نیام سے تلوار نکالنے لگے تو تمہاری تلوار اس کی گردن کاٹ چکی ہو، وہ کل حملے کے لئے آنے والا ہو تو آج ہی اس پر حملہ کر دو۔''

''میرے پاس اس کا ایک علاج ہے کہ محترم نورالدین زنگی سے کمک مانگی جائے۔'' علی بن سفیان نے کہا۔ ''اور کرک پر حملہ کر دیا جائے۔''

''یہ بھی نقصان دہ ہوگا۔'' سلطان ایوبی نے کہا۔ ''زنگی کے پاس اتنی فوج موجود رہنی چاہئے کہ صلیبی جب ہمارے عقب پر حملہ کریں تو زنگی ان کے عقب پر حملہ کر سکے۔ میں مدد مانگنے کا قائل نہیں۔ اس کی بجائے میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ کرک میں چھاپا مار دستے بھیج کر صلیبیوں کا جینا حرام کئے رکھوں۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے چھاپا مار اور جاسوس صلیبیوں کی جڑیں چوہوں کی طرح کاٹتے رہیں گے مگر اس کی سزا وہاں کے بے گناہ مسلمان باشندوں کو ملے گی۔ چھاپا مار تو اپنا کام

کر کے ادھر اُدھر ہو جائیں گے۔ وہ ہر قسم کی سختی اور مصیبت جھیل سکتے ہیں لیکن ہمارے نہتے بہن بھائی کچلے جائیں گے۔ البتہ اس تجویز پر غور کرو کہ وہاں سے مسلمان کنبوں کو نکالنے کا کوئی خفیہ انتظام کیا جائے۔ حملے میں کچھ وقت لگے گا۔ ہمیں خاصی بھرتی مل گئی ہے۔ کرک کے جوان بھی آ گئے ہیں اور مزید بھی آ رہے ہیں۔''

☆ ☆ ☆

''میں محسوس کرنے لگا ہوں کہ ہمیں یہاں کے مسلمان باشندوں کے متعلق اپنی پالیسی میں تبدیلی کرنی پڑے گی۔'' صلیبیوں کے محکمۂ جاسوسی اور سراغرسانی کے سربراہ ہرمن نے کہا۔ قلعہ کرک میں چند ایک صلیبی بادشاہ' ان کے فوجی کمانڈر اور انتظامیہ کے حکام جمع تھے۔ وہ جوں جوں اپنی ہاری ہوئی فوج کو دیکھ رہے تھے ان کی عقل پر غصہ اور انتقام غالب آتا جا رہا تھا۔ وہ اپنی شکست کو بہت جلدی فتح میں بدلنا چاہتے تھے۔ ان میں ان کی انٹیلی جنس کا سربراہ ہرمن واحد آدمی تھا جو ٹھنڈے دل سے سوچتا اور عقل کی بات کرتا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے صلیبی بھائی کرک کے مسلمان باشندوں کے ساتھ کیسا وحشیانہ سلوک کر رہے ہیں۔ اس نے کہا۔

''آپ نے یہی سلوک شوبک کے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے وہاں مسلمانوں کے کیمپ سے اس مسلمان فوجی کو بھگا دیا جسے ہم نے خطرناک جاسوس سمجھ کر قید میں ڈال دیا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اسے وہاں کے مسلمانوں نے پناہ دی تھی۔ وہ قلعے کے اندرونی حالات اور دفاع کو دیکھ گیا تھا۔ اس کے علاوہ صلاح الدین ایوبی نے ہمارے قلعے کی دیوار جو توڑی تھی اس میں اندر کے مسلمان کا بھی ہاتھ تھا۔ وہ آپ کے سلوک سے اس قدر تنگ آئے ہوئے تھے کہ انہوں نے جان کی بازی لگا کر مسلمان فوج کی مدد کی اور جب فوج کا ہراول دستہ اندر آیا تو مسلمانوں نے اس کی رہنمائی کی۔''

''اسی لئے تو ہم کرک کے مسلمانوں کا دم خم توڑ رہے ہیں تاکہ ان میں جذبہ اور ہمت باقی نہ رہے۔'' ایک صلیبی سالار نے کہا۔

''اس کے بجائے اگر آپ انہیں اپنا دوست بنا لیں تو وہ آپ کی زیادہ مدد کریں گے۔''

کو لالچ دے کر انہیں غدار تو ضرور بنا سکتے ہو مگر ہر ایک مسلمان کو اسلامی فوج کے خلاف نہیں کر سکتے۔ پوری قوم غدار نہیں ہو سکتی ہرمن! تم ان لوگوں پر اتنا بھروسا نہ کرو۔ ہم انہیں دوست نہیں بنانا چاہتے بلکہ ہم تو ان کی نسل کو ہی ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ کوئی بھی غیر مسلم کسی مسلمان کے ساتھ محبت کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اسلام سے محبت کرتا ہے جبکہ ہمارا مقصد اسلام کا خاتمہ ہے۔ کرک میں، یروشلم میں، عقہ اور عدیسہ میں اور جہاں جہاں بھی صلیب کی حکمرانی ہے مسلمانوں کو اس قدر پریشان کرو کہ وہ مرجائیں یا صلیب کے آگے گھٹنے ٹیک دیں۔''

''مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ صلاح الدین ایوبی کو باقاعدہ معلوم ہو جاتا ہے۔'' ہرمن نے کہا۔ ''آپ اُسے اُکسا رہے ہیں کہ وہ کرک پر جلدی حملہ کر دے۔ جبکہ آپ یہ بھول رہے ہیں کہ ہماری فوج فوری حملے کے آگے ٹھہرنے کے قابل نہیں ہے۔''

''اس کا حل یہ نہیں ہے کہ ہم یہاں کے مسلمان باشندوں کو سر پر بٹھا لیں؟'' فلپ آگسٹس نے کہا۔ ''آپ لوگ مسلمان جنگی قیدیوں کو ابھی تک پال رہے ہیں۔ انہیں قتل کیوں نہیں کر دیتے؟''

''اس لئے کہ ایوبی ہمارے قیدیوں کو قتل کر دے گا۔'' گے آف لوزینان نے جواب دیا۔ ''ہمارے پاس مسلمانوں کے کل تین سو اکسٹھ جنگی قیدی ہیں، جبکہ مسلمانوں کے پاس ہمارے بارہ سو پچھتر قیدی ہیں۔''

''کیا ہم ایک مسلمان کو مارنے کے لئے چار صلیبی نہیں مراد سکتے؟'' آگسٹس نے کہا۔ ''ہمارے وہ قیدی جو صلاح الدین ایوبی کے پاس ہیں بزدل تھے۔ وہ لڑنے کی بجائے قید ہو گئے۔ وہ زندہ رہنا چاہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مرجائیں تو اچھا ہے۔ تم اطمینان سے مسلمان قیدیوں کو ختم کر دو۔''

''کیا مسلمان باشندوں کے ساتھ درندوں جیسا سلوک کر کے اور مسلمان جنگی قیدیوں کو قتل کر کے تم صلاح الدین ایوبی کو شکست دے دو گے؟'' سالار کے عہدے کے ایک صلیبی نے کہا۔ ''اس وقت فوج کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ ایوبی اگر پیش قدمی کو آیا تو ہم اسے کس طرح روکیں گے اور اس سے شوبک کا قلعہ واپس کس طرح لیا جا سکتا ہے۔ کرک کے تمام مسلمانوں کو قتل کر کے بھی کیا ہو گا؟ ایوبی کی طرح تم اپنی نظر میں وسعت کیوں نہیں پیدا کرتے۔ کیا ہرمن بتا سکتا ہے کہ مصر میں اس کی زمین دوز کارروائیاں کیا ہیں اور کتنی کامیابی مل رہی ہے؟''

''توقع سے زیادہ۔'' ہرمن نے جواب دیا۔''علی بن سفیان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ شوبک میں ہے۔ میں نے قاہرہ سے اس کی غیر حاضری سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ قاہرہ کے نائب ناظم مصلح الدین کو فاطمیوں نے اپنے ساتھ ملالیا ہے۔ مصلح' صلاح الدین ایوبی کا معتمدِ خاص ہے لیکن اب ہمارے ہاتھ میں ہے۔ فاطمیوں نے در پردہ اپنا ایک خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ وہ قاہرہ کے اندر سے بغاوت اور سوڈانیوں کے حملے کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہمارے فوجی افسر سوڈان میں سوڈانیوں کی فوج تیار کر رہے ہیں۔ قاہرہ میں صلاح الدین ایوبی جو فوج چھوڑ آیا ہے اس کے دو نائب سالار ہمارے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ اُدھر سے سوڈانی حملہ کریں گے۔ قاہرہ میں بغاوت ہوگی اور فاطمی اپنی خلافت کا اعلان کر دیں گے۔''

''تم لوگ یہ بھول رہے ہو کہ صلاح الدین ایوبی اس قدر تیز دماغ ہے کہ کرک پر حملہ ملتوی کر کے قاہرہ پہنچ جائے گا۔'' ریمانڈ نے کہا۔

''اسے یہاں رہنے پر مجبور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے یہیں الجھا لیا جائے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کا راستہ روک لیا جائے اور اس کا ایک بھی سپاہی قاہرہ تک نہ پہنچ سکے۔ مجھے سو فیصد امید ہے کہ قاہرہ میں جو اس کی فوج ہے وہ اس کے کام نہیں آسکے گی۔'' ہرمن نے کہا۔''میرے آدمیوں نے فوج میں اس قسم کے شکوک پیدا کر دیئے ہیں کہ انہیں قاہرہ میں پیچھے چھوڑ کر مالِ غنیمت سے محروم کر دیا گیا ہے اور یہ بھی کہ شوبک کی سینکڑوں عیسائی لڑکیاں صلاح الدین ایوبی کے ہاتھ آئی ہیں جو اس نے وہاں فوج کے حوالے کر دی ہیں۔ میری کامیابی یہ ہے کہ میں نے مسلمان فوجی حکام کے منہ میں یہ افواہیں ڈال کر ہی ان کی فوج میں پھیلائی ہیں۔ میں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ قاہرہ کی تمام فوج سوڈانیوں کا ساتھ دے گی اور صلاح الدین ایوبی کو بغاوت روکنے کے لئے یہاں سے تمام فوج لے جانی پڑے گی مگر یہ فوج اس وقت وہاں پہنچے گی جب قاہرہ ایک بار پھر فاطمی خلافت کی گدی بن چکا ہوگا اور وہاں سوڈان کی فوج قابض ہوگی۔ ضروری نہیں کہ ہم یہاں صلاح الدین ایوبی پر حملہ کریں اور اسے روکیں۔ ہم اسے بھٹکنے کیلئے کھلا چھوڑ دیں گے۔ ہم اسے مسلمانوں کے ہاتھوں ہی مروائیں گے۔'' ہرمن نے زور دے کر کہا۔'' آپ ابھی تک مسلمان کی نفسیات نہیں سمجھ سکے یہی وجہ ہے کہ آپ میری بعض کارگر باتیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مسلمان اگر فوجی ہو اور اس کے دماغ میں ٹریننگ کے دوران یہ بٹھا دیا جائے کہ وہ ملک اور قوم کا محافظ ہے تو وہ ملک اور قوم کی خاطر جان قربان کر دیتا ہے۔ دنیا کی

بادشاہی اس کے قدموں میں رکھ دو لیکن وہ سپاہی رہنا پسند کرے گا قوم سے غداری نہیں کرے گا۔ لیکن اگر اُسی فوجی میں جنسی لذت' شراب نوشی اور عہدے کی خواہش پیدا کر دو تو وہ اپنا مذہب بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔ ہم نے جن مسلمان فوجی حکام کو اپنے ساتھ ملایا ہے ان میں یہی خامیاں پیدا کی تھیں اور کر رہے ہیں..... مگر فوجی کو غدار بنانا اتنا آسان نہیں جتنا انتظامیہ کے حکام کو اپنے ہاتھ میں لینا ہوتا ہے۔'' ہرمن نے کہا۔ ''انتظامیہ کے ہر حاکم میں امراء اور وزراء کی صف میں آنے کی شدید خواہش ہوتی ہے۔ ان لوگوں کے دل و دماغ پر بادشاہ بننے کا خبط سوار رہتا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ دیکھیں۔ ان کے رسول (صلعم) کے بعد یہ لوگ خلافت پر ایک دوسرے سے لڑتے رہے مگر ان کے جرنیلوں نے نہایت دیانتداری سے اپنا کام جاری رکھا۔ وہ دوسرے ملکوں کو تہ تیغ کرتے رہے اور اسلامی سلطنت کو وسیع کرنے کی کوششوں میں لگے رہے لیکن ان کے خلفاء نے جہاں دیکھا کہ فلاں جرنیل اتنا مقبول ہو گیا ہے کہ اس کی فتوحات کی بدولت قوم اسے خلیفہ سے زیادہ مقام دینے لگی ہے تو خلیفہ اور اس کے حواریوں نے اس جرنیل کو غلط احکام دے کر ذلیل و رُسوا کر دیا۔ خود خلیفہ کی گدی بھی مخالفین سے محفوظ نہ رہی۔ مخالفین کی نگاہ اسلامی سلطنت کی وسعت سے ہٹ کر خلافت کے حصول پر مرکوز ہو گئی۔ جرنیل ہارتے چلے گئے اور ان کے فتح کئے ہوئے علاقے ان کے ہاتھ سے نکلتے چلے گئے۔ یہ اُسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم عرب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ صلاح الدین ایوبی انہی جرنیلوں میں سے ہے جو سلطنت کو اُن سرحدوں تک لے جانا چاہتا ہے جہاں تک پہلے جرنیلوں نے پہنچائی تھیں۔ اس شخص میں خوبی یہ ہے کہ وہ انتظامیہ اور خلافت کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس نے مصر کی خلافت کو اپنے ارادوں کے سامنے رکاوٹ بنتے دیکھا تو خلیفہ کو ہی معزول کر دیا۔ یہ دلیرانہ قدم اس نے فوجی طاقت اور اپنی فہم و فراست کے بل بوتے پر اٹھایا ہے۔'' ہرمن بولتا جا رہا تھا اور تمام حکمران اور صلیبی کمانڈر انہماک سے سن رہے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''صلاح الدین ایوبی اپنی قوم کی اس کمزوری کو سمجھ گیا ہے کہ غیر فوجی قیادت گدی کی خواہشمند ہے اور یہ خواہش ایسی ہے جو زن' زر پرستی اور شراب نوشی جیسی عادتیں پیدا کرتی ہے۔ ہم نے صرف ان فوجی افسروں کو ہاتھ میں لیا ہے جو اقتدار کے خواہشمند ہیں اسی لئے ہم زیادہ تر اثر انتظامیہ کے سربراہوں پر ڈال رہے ہیں۔ فوج کو کمزور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے لوگوں کی نظروں میں رسوا کر دیا جائے۔ یہ کام میرا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ آپ شاید میری تائید نہ کریں لیکن میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ صلاح الدین ایوبی کو میدانِ جنگ میں آسانی سے

شکست نہیں دے سکتے۔ وہ صرف لڑنے کے لئے نہیں لڑتا۔ اس کے عزم کی بنیاد ایک ایسے منصوبے پر ہے جسے اس کی ساری فوج سمجھتی ہے۔ اس کی بنیادی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے خلیفہ سے یا غیر فوجی قیادت سے حکم نہیں لیتا۔ وہ کٹر مسلمان ہے۔ وہ کہتا ہے میں خدا اور قرآن سے حکم لیتا ہوں۔ میرے جو جاسوس بغداد میں ہیں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ ایوبی نے نورالدین زنگی کو ساتھ ملا کر یہاں سے انقلابی تجاویز بھیجی ہیں جن پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے۔ ایک بات یہ ہے کہ امیر العلماء سے یہ فتویٰ صادر کرا دیا گیا ہے کہ خلافت صرف ایک ہوگی اور یہ بغداد کی خلافت ہوگی مگر وہ خلافت بھی دوسرے ممالک کے متعلق احکام نافذ کرنے اور سمجھوتوں کی بات چیت کرنے سے پہلے اعلیٰ فوجی قیادت سے منظوری لے گی۔ جنگی امور فوجی حکام کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ خلافت کا اثر و رسوخ ختم کرنے کے لئے ایوبی نے حکم بھی جاری کروا دیا ہے کہ خلیفہ یا اس کے نائب یا کوئی قلعہ دار وغیرہ جب دورے کے لئے باہر نکلیں گے تو لوگوں کو راستے میں کھڑے ہونے، نعرے لگانے اور سلام کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

صلاح الدین ایوبی نے سب سے اہم کام یہ کیا ہے کہ سنی اور شیعہ کا تفرقہ مٹا دیا ہے۔'' ہرمن نے کہا۔ ''اس نے شیعوں کو فوج اور انتظامیہ میں پوری نمائندگی دے دی ہے اور نہایت پُر اثر طریقوں سے شیعہ علماء کو قائل کر لیا ہے کہ وہ ایسی رسمیں ترک کر دیں جو اسلام کے منافی ہیں۔ صلاح الدین کے یہ انقلابی اقدامات ہمارے لئے نقصان دہ ہیں۔ ہم مسلمانوں کی انہی خامیوں کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اب ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ مسلمانوں کی انتظامی قیادت کو صلاح الدین ایوبی اور اس کی فوج کے خلاف کر دیا جائے۔''

''صرف آج نہیں، ہمیشہ کے لئے۔'' فلپ آگسٹس جو مسلمانوں کا کٹر دشمن تھا۔ بولا۔ ''ہماری عداوت صرف صلاح الدین سے نہیں، ہماری جنگ اسلام کے خلاف ہے۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ایوبی مر جائے تو یہ قوم کوئی دوسرا ایوبی پیدا نہ کر سکے۔ اس قوم کو غلط اور بے بنیاد عقیدوں کے ہتھیاروں سے مارو۔ ان میں بادشاہ بننے کا جنون طاری کر دو، انہیں عیاش بنا دو اور ایسی روایات پیدا کر دو کہ یہ لوگ خلافت کی گدی پر آپس میں لڑتے رہیں، پھر اس خلافت کو ان کی فوج پر سوار کر دو۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ قوم ایک نہ ایک دن صلیب کی غلام ہو جائے گی۔ اس کا تمدن اور اس کا مذہب صلیب کے رنگ میں رنگا ہوا ہوگا۔ وہ بادشاہی اور خلافت کے حصول کے لئے آپس میں دست و گریباں ہوں گے اور اپنے مخالفین کو دبانے کے لئے ہم سے

مدد مانگیں گے۔ اس وقت ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہوگا مگر ہماری روحیں دیکھیں گی کہ میں نے جو پیشین گوئی کی ہے وہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی ہے۔ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لئے یہودی تمہیں اپنی لڑکیاں پیش کر رہے ہیں۔ انہیں استعمال کرو۔ یہودیوں کو صرف اس لئے اپنا دشمن سمجھو کہ وہ یروشلم کو اپنا مقدس شہر اور فلسطین کو اپنا گھر سمجھتے ہیں۔ انہیں کہو کہ فلسطین تمہارا ہے۔ آخر میں یہ خطہ ہم تم کو ہی دے دیں گے۔ ابھی ہمارا ساتھ دو۔ لیکن احتیاط ضرور کرنا کیونکہ یہودی بہت چالاک قوم ہے۔ اسے جب تمہاری طرف سے خطرہ نظر آئے گا تو تمہارے خلاف ہو جائے گی۔ اس کی دولت اور اس کی لڑکیاں استعمال کرو اور اس کے عوض انہیں فلسطین پیش کر دو۔"

☆☆☆

قلعہ شوبک اور قلعہ کرک سے بہت دور ایک ایسا وسیع خطہ تھا جو مٹی، ریت اور سلوں کی پہاڑیوں اور اونچی نیچی چٹانوں سے گھرا ہوا تھا۔ یہ خطہ کم و بیش ایک ڈیڑھ میل وسیع اور چوڑا تھا۔ اس میں بہت سا علاقہ ریتیلا میدانی تھا۔ اس میں کھڈ بھی تھے اور کم اونچی ٹیکریاں بھی۔ جب صلیبی حکمران اور کمانڈر اسلام کی بیخ کنی کے منصوبے بنا رہے تھے اور نہایت پُرکشش اور خطرناک طریقے وضع کر رہے تھے، اُس وقت صحرا کا یہ خطہ میدانِ جنگ بنا ہوا تھا۔ ہزاروں پیادہ عسکری گھوڑ سوار اور شتر سوار بھاگ دوڑ رہے تھے۔ تلواریں اور برچھیوں کی انیاں چمک رہی تھیں۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ سے گرد گہرے بادلوں کی طرح آسمان کی طرف اٹھ رہی تھی۔ اس گرد میں برچھیاں بھی اُڑ رہی تھیں اور تیر بھی۔ پیادہ سپاہی گھوڑوں سے آگے نکل جانے کی رفتار سے دوڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گھوڑ سوار کھڈ پھلانگ رہے تھے۔ اردگرد پہاڑیوں کی چوٹیوں پر دو دو سپاہی آرام سے گھوم پھر رہے تھے۔ ایک پہاڑی کے دامن میں آگ کے شعلے اُڑتے ہوئے پہاڑی سے ٹکرا کر بکھر کتے اور بجھ جاتے تھے۔ شور وغل آسمان کو ہلا رہا تھا۔

صلاح الدین ایوبی گھوڑے پر سوار ایک بلند چٹان پر کھڑا انہماک سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت دیر سے اس میدان کے اردگرد کی چٹانوں پر گھوم رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے دو نائب بھی موجود تھے۔

"میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ جس رفتار سے سکھانے کا کام چل رہا ہے، نئے سپاہی چند دنوں میں ہی تجربہ کار ہو جائیں گے۔" ایک نائب نے کہا۔ "آپ نے جن سواروں کو اتنا چوڑا کھڈ پھلانگتے ہوئے دیکھا، وہ سب کرک سے آئے ہوئے سوار ہیں۔ میں انہیں اناڑی سمجھتا تھا۔ تیر

اندازوں کا معیار بھی اچھا ہو رہا ہے۔''

میدانِ جنگ کا یہ منظر دراصل ٹریننگ تھی جس کے متعلق سلطان ایوبی نے بڑے سخت احکام جاری کئے تھے۔ اردگرد سے بہت سے جوان فوج میں بھرتی کئے گئے تھے۔ کرک سے بھی بہت سے مسلمان چوری چھپے نکل آئے تھے۔ یہ سلطان ایوبی کے جاسوسوں کا کمال تھا کہ کرک سے بھی جوان حاصل کر لئے تھے۔ شوبک کے وہ مسلمان جنہوں نے صلیبیوں کا ظلم و تشدد برداشت کیا تھا جوش و خروش سے سلطان ایوبی کی فوج میں شامل ہوئے تھے۔ ان کی ٹریننگ کا انتظام وہیں کر دیا گیا تھا۔ سلطان ایوبی اس کام میں ذاتی دلچسپی لے رہا تھا۔ اسے اس کے نائب یقین دلا رہے تھے کہ وہ نئی بھرتی کو تھوڑے عرصے میں ہی پختہ کار بنا دیں گے۔

''سپاہی صرف ہتھیاروں کے استعمال اور جسمانی پھرتی سے تجربہ کار نہیں بن سکتا۔'' سلطان ایوبی نے کہا۔ ''عقل اور جذبے کا استعمال ضروری ہے۔ مجھے ایسی فوج کی ضرورت نہیں جو اندھا دھند دشمن پر چڑھ دوڑے اور صرف ہلاک کرنے کو ہی اپنا مقصد جانے' بلکہ مجھے ایسی فوج چاہئے جسے معلوم ہو کہ اس کا دشمن کون ہے اور اس کے عزائم کیا ہیں۔ میری فوج کو علم ہونا چاہئے کہ یہ اللہ کی فوج ہے اور اللہ کی راہ میں لڑ رہی ہے۔ یہ جوش و خروش جو میں دیکھ رہا ہوں بہت ضروری ہے مگر مقصد واضح نہ ہو' اپنی حیثیت واضح نہ ہو تو یہ جوش جلدی ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ انہیں بتاؤ اور ذہن نشین کراؤ کہ ہم فلسطین کیوں لینا چاہتے ہیں۔ انہیں بتاؤ کہ غداری کتنا بڑا جرم ہے۔ انہیں سمجھاؤ کہ تم صرف فلسطین کے لئے نہیں بلکہ اسلام کے تحفظ اور فروغ کے لئے لڑ رہے ہو' اپنی آنے والی نسلوں کے وقار کے لئے لڑ رہے ہو۔ جنگی تربیت کے بعد انہیں وعظ دو اور ان پر ان کی قومی عظمت واضح کرو۔''

''ہر شام انہیں وعظ دیئے جاتے ہیں سالارِ اعظم۔'' ایک نائب نے کہا۔ ''ہم انہیں صرف درندے اور وحشی نہیں بنا رہے۔''

''یہ خیال بھی ضرور رکھنا کہ ان کے دلوں میں قوم کی وہ بیٹیاں نقش کر دو جو کفار کے ہاتھوں اغوا [illegible] رہی ہیں۔'' سلطان ایوبی نے کہا۔ ''انہیں قرآن کے وہ ورق یاد دلاتے رہنا

پہاڑیوں پر جو دو دو چار چار سپاہی گھوم پھر رہے تھے وہ پہریدار تھے۔ صلیبیوں کے جوابی حملے کا خطرہ موجود تھا۔ دور آگے تک فوج موجود تھی پھر بھی ٹریننگ کے اس علاقے کے گرد پہرے کی ضرورت تھی۔ ان پہریداروں میں سے دو ایک چوٹی پر جا رہے تھے وہ رک گئے۔ انہیں نیچے ایک ٹیکری پر صلاح الدین ایوبی کھڑا نظر آ رہا تھا۔ ان کی طرف اس کی پیٹھ تھی، فاصلہ دو اڑھائی سو گز تھا۔ ایک پہریدار نے کہا۔

''کم بخت کی پوری پیٹھ ہمارے سامنے ہے اگر یہاں سے تیر چلاؤں تو اس کے دل کے پار کر سکتا ہوں۔ کیا خیال ہے؟''

''پھر بھاگ کر کہاں جاؤ گے؟'' اس کے ساتھی نے پوچھا۔

''ہاں۔'' دوسرے نے کہا۔ ''تم ٹھیک کہتے ہو اگر یہ لوگ ہمیں پکڑ کر جان سے مار ڈالیں تو کوئی بات نہیں مگر وہ زندہ پکڑ کر ایسے شکنجے میں جکڑ دیں گے کہ ہمیں اپنے تمام ساتھیوں کے نام بتانے پڑ جائیں گے۔''

''یہ کام اس کے محافظوں کو کرنے دو۔'' اس کے ساتھی نے کہا۔ ''اگر صلاح الدین ایوبی کو قتل کرنا اتنا آسان ہوتا تو یہ اب تک زندہ نہ ہوتا۔''

''یہ کام اب ہو جانا چاہئے۔'' دوسرے نے کہا۔ ''سنا ہے فاطمی کہتے ہیں کہ تم کچھ کئے بغیر ہم سے منہ مانگی رقم لیتے جا رہے ہو۔''

''مجھے امید ہے یہ کام جلدی ہو جائے گا۔'' اس کے ساتھی نے کہا۔ ''سنا تھا کہ حشیشین بہت دلیر ہیں۔ قتل کرنے کے لئے جان پر کھیل جاتے ہیں مگر ابھی تک انہوں نے کچھ کر کے نہیں دکھایا۔ میں بس یہی جانتا ہوں کہ ایوبی کے محافظ دستے میں حشیشین ہیں۔ یہ ان کا کمال ہے کہ وہ محافظ دستے تک پہنچ گئے ہیں اور کسی کو اُن کی اصلیت کا علم نہیں ہوا مگر وہ قتل کب کریں گے؟ کم بخت ڈرتے ہیں۔'' وہ باتیں کرتے ہوئے آگے چلے گئے۔

☆ ☆ ☆

مورخین لکھتے ہیں کہ مصر سے صلاح الدین ایوبی کی غیر حاضری میں وہاں مخالفین کی زمین دوز سرگرمیاں اُبھر آئیں۔ ایسی صورتحال پیدا کر دی گئی جسے صرف معجزہ ہی سنبھال سکتا تھا۔ یہ ایک سازش تھی جو فاطمی خلافت کی معزولی اور تخریب کاروں کی گرفتاری کے بعد بظاہر تو دب گئی تھی لیکن راکھ میں دبی ہوئی چنگاری کی طرح دہکتی رہی تھی۔ اس کی پشت پناہی کرنے والے صلیبی تھے،

اور اسے عملی جامہ پہنانے والے وہ مسلمان زعما جن پر سلطان ایوبی کو بھروسا تھا۔ صلیبیوں نے یہودی لڑکیاں حاصل کرلی تھیں جو عرب اور مصر کی زبان روانی سے بولتی اور اپنے آپ کو ہر رنگ میں ڈھال لیتی تھیں۔ مصر کی انتظامیہ کے متعدد حکام اقتدار میں حصے یا کلی طور پر خود مختاری کے خواہش مند تھے۔ ان میں قومی وقار اور جذبہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ حرموں کے بادشاہ تھے۔ ان لوگوں کو آلۂ کار بنانے میں فاطمیوں نے دانشمندی کا ثبوت دیا تھا۔ ساتھ ہی انہوں نے حسن بن صباح کے حشیشین کی خدمات بھی حاصل کرلی تھیں۔

اس وقت کے وقائع نگاروں نے جن میں اسد الاسدی' ابن الاثیر' ابی الضرا اور ابن الجوزی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ صلیبیوں نے سوڈانیوں کو مدد دے کر انہیں مصر پر حملے کے لئے تیار کرلیا تھا۔ مصر میں جو تھوڑی سی فوج تھی وہ بھی بغاوت کے لئے تیار کردی گئی تھی۔ صلاح الدین ایوبی کے حامی سخت پریشان تھے کہ وہ قبل از وقت نہ پہنچا تو مصر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ان وقائع نگاروں اور دو اور گمنام کاتبوں کی غیر مطبوعہ تحریروں سے ایک کہانی کی کڑیاں ملتی ہیں۔ ان میں قاہرہ کے محکمۂ مالیات کے ایک بڑے ناظم خضر الحیات کا ذکر ملتا ہے۔ وہ خزانے کا ذمہ دار تھا۔ دوسرے علاقوں کے جزیہ اور تاوان وغیرہ کی رقمیں' زکوٰۃ' سزا کے طور پر وصول ہونے والے جرمانے' عطیات اور نظامتِ مصر کا تمام تر حساب کتاب اور پیسہ مالیات کے محکمے میں آتا اور خرچ ہوتا تھا۔ یہ بڑا اہم اور نازک محکمہ تھا۔ اس کے ناظم کا قابلِ اعتماد ہونا بہت ضروری تھا۔ یہ سلطان ایوبی کی خوش نصیبی تھی کہ ناظم خضر الحیات ایک دیانتدار مسلمان تھا۔

ایک رات وہ باہر سے آیا اور گھر میں داخل ہوا تو اندھیرے کو چیرتا ہوا ایک تیر آیا جو خضر الحیات کی پیٹھ میں اُتر کر دل تک جا پہنچا۔ اس کی کربناک آواز سن کر ملازم باہر آیا۔ پھر گھر کے افراد بھی باہر آگئے۔ مشعل کی روشنی میں خضر کو اوندھے منہ پڑے دیکھا گیا۔ اتفاق سے کسی نے دیکھ لیا کہ خضر کے دائیں ہاتھ کی انگلی زمین پر تھی اور مٹی پر اس انگلی سے اس نے کچھ لکھا تھا۔ وہ مر چکا تھا مگر زمین پر اس نے انگلی سے لکھا تھا۔ ''مصلح،، لیکن 'ح' پوری نہیں ہوئی تھی۔ اس حرف کی گولائی کے نصف میں جا کر اس کی جان نکل گئی ہوگی۔ لاش اٹھالی گئی اور اس لفظ کو محفوظ رکھا گیا۔ ایک آدمی کوتوال غیاث بلبیس کو بلانے دوڑا دیا گیا۔ یہی کہا جاسکتا تھا کہ خضر نے مرتے مرتے مٹی پر اپنے قاتل کا نام لکھا ہے۔ غیاث بلبیس کوتوال بھی تھا اور مصر کی تمام تر پولیس کا حاکمِ اعلیٰ بھی..... یہ صلاح الدین ایوبی کا قابلِ اعتماد حاکم تھا اور علی بن سفیان کی طرح شہری جرائم کا ماہر

سراغرساں تھا۔

بلبیس نے آتے ہی زمین پر لکھے ہوئے لفظ ''مصلح'' کو غور سے دیکھا۔ اتنے میں شہر کا نائب ناظم مصلح الدین خضر کے قتل کی خبر سن کر آ گیا۔ بلبیس نے اسے دیکھتے ہی زمین پر پاؤں رگڑ کر ''مصلح'' کا لفظ مٹا دیا۔ مصلح الدین چونکہ شہر کا نائب ناظم تھا اس لئے کوتوالی کا محکمہ اس کے ماتحت تھا۔ اس نے بلبیس سے حکم کے لہجے میں کہا۔

''قاتل کا سراغ صبح سے پہلے مل جانا چاہئے۔ میں زیادہ انتظار نہیں کروں گا۔'' بلبیس نے اسے یقین دلا دیا کہ قاتل کو جلد ہی پکڑ لیا جائے گا پھر وہ وہاں سے چلا گیا۔ رات میں ہی بلبیس نے خضر الحیات کے نائب معاون اور اس کے دفتر کے ان افراد کو بلا لیا جو مقتول کے قریب رہتے تھے اور بتا سکتے تھے کہ قتل کے روز اُن کی سرگرمیاں کیا رہی تھیں۔ اُن لوگوں سے اسے پتا چلا کہ آج شہری انتظامیہ کے حکامِ اعلیٰ کا ایک اجلاس تھا جس میں فوج کا کوئی نمائندہ نہیں تھا۔ خضر کا نائب اس کی مدد کے لئے اجلاس میں شریک تھا۔ اجلاس میں مالیات کے سلسلے میں فوج کے اخراجات زیرِ بحث آئے تو خضر نے کہا کہ مصر میں بعض اخراجات روکنے پڑیں گے کیونکہ امیرِ مصر صلاح الدین ایوبی نے شوبک میں بہت سی فوج بھرتی کی ہے جس کے لئے کثیر رقم کی ضرورت ہے۔

مگر نائب ناظم مصلح الدین نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ فوج کے اخراجات غیر ضروری ہیں۔ مزید فوج بھرتی کرنے کے بجائے ہمیں اس فوج کے وسائل کی طرف توجہ دینی چاہئے جو پہلے ہی ہمارے لئے ایک مہنگا مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ اس نے بتایا کہ مصر میں جو فوج ہے اس میں بے اطمینانی اور بدامنی پائی جاتی ہے۔ شوبک سے جو مالِ غنیمت ہاتھ آیا ہے اس میں سے اس فوج کے لئے کوئی حصہ نہیں بھیجا گیا۔ تب خضر الحیات نے کہا تھا۔

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیرِ مصر نے مالِ غنیمت تقسیم کرنے کی بدعت ختم کر دی ہے؟ یہ نہایت اچھا فیصلہ ہے۔ مالِ غنیمت کے لالچ میں لڑنے والی فوج کا کوئی قومی جذبہ اور مذہبی نظریہ نہیں ہوتا۔''

اس مسئلے پر بحث ترش کلامی میں بدل گئی۔ مصلح الدین نے یہاں تک کہہ دیا کہ امیر مصر مصری سپاہیوں کے ساتھ اتنا اچھا سلوک نہیں کر رہے جتنا شامی اور ترک سپاہیوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس نے غصے میں کچھ اور ناروا باتیں بھی کہہ دیں جن کے جواب میں خضر نے کہا۔

''مصلح! تمہاری زبان سے صلیبی اور فاطمی بول رہے ہیں۔'' اس پر اجلاس ہنگامے کی

صورت اختیار کر کے برخاست ہو گیا۔ خضر الحیات کے معاون اور نائب نے بتایا کہ اجلاس کے بعد مصلح الدین خضر الحیات کے دفتر میں آیا۔ وہاں ان میں زبردست گرما گرمی ہوئی۔ مصلح الدین، خضر کو اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مصری فوج مطمئن نہیں ہے۔ اس نے پھر وہی باتیں دوہرائیں جو اس نے اجلاس میں کہی تھیں۔ اس پر خضر الحیات نے کہا۔

''اگر ایسا ہی ہے تو میں یہ مسئلہ تمہاری طرف سے امیر مصر کے آگے رکھ دوں گا لیکن میں یہ ضرور لکھوں گا کہ تم نے اجلاس میں تمام شرکا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ امیر مصر فوج میں امتیازی سلوک کر رہے ہیں اور میں یہ بھی لکھوں گا کہ تم نے ہمیں یہ یقین دلانے کی کوشش کی تھی کہ صلاح الدین ایوبی نے شوبک کا مالِ غنیمت شامیوں اور ترکوں میں تقسیم کر دیا ہے اور میں یہ رائے بھی ضرور دوں گا کہ تم نے جو الزامات عائد کئے ہیں انہیں سچ ثابت کرنے کی اپنی سی کوشش کی ہے اور فوج میں جو افواہیں دشمن پھیلا رہا ہے ان کے متعلق تم نے کہا ہے کہ یہ افواہیں نہیں بلکہ سچ ہے۔'' خضر الحیات کے نائب نے بیان دیا کہ مصلح الدین جب خضر کے کمرے سے نکلا تو اس کے منہ سے یہ الفاظ سنے گئے تھے۔

''اگر تم زندہ رہے تو ضرور یہ سب کچھ لکھ کر صلاح الدین ایوبی کے آگے رکھ دینا۔''

غیاث بلبیس نے فوری طور مصلح الدین سے کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک تو اس کی حیثیت بہت اونچی تھی اور دوسرے یہ کہ بلبیس اس کے خلاف مزید شہادتیں جمع کرنا چاہتا تھا۔ اسے ڈر یہ بھی تھا کہ اگر اس نے مصلح الدین پر بغیر ٹھوس شہادت کے ہاتھ ڈال دیا تو یہ اقدام اس کے اپنے لئے مصیبت بن جائے گا۔ اگر صلاح الدین ایوبی قاہرہ میں موجود ہوتا تو بلبیس اس کی پشت پناہی حاصل کر لیتا۔ وہ اتنا تو سمجھ گیا تھا کہ یہ قتل ذاتی رنجش کا نتیجہ نہیں تھا۔ خضر الحیات ذاتی رنجش رکھنے والا حاکم نہیں تھا۔ رات کو اس نے چند ایک لوگوں کے دروازے کھٹکھٹائے اور تفتیش میں لگا رہا۔ اپنے خفیہ آدمیوں کو بھی سرگرم کر دیا لیکن اسے کوئی کامیابی نہ ملی۔

☆ ☆ ☆

بعد کی شہادتوں اور واقعات سے جو واردات سامنے آئی۔ وہ کچھ اس طرح بنتی ہے کہ قتل سے اگلی رات جب مصلح الدین اپنے گھر گیا تو پہلی بیوی نے اسے کمرے میں بلا لیا۔ اس نے بیس اشرفیاں مصلح الدین کے آگے کرتے ہوئے کہا۔

''خضر الحیات کا قاتل یہ بیس اشرفیاں واپس کر گیا ہے اور کہہ گیا ہے کہ تم نے پچاس

اشرفیاں اور سونے کے دو ٹکڑے کہے تھے۔ میں نے تمہارا کام کر دیا تو تم نے صرف بیس اشرفیاں بھیج دیں۔ یہ میں واپس دے کر جا رہا ہوں۔ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ اب ایک سو اشرفیاں اور سونے کے دو ٹکڑے لوں گا اگر دو دن تک مال نہ پہنچایا تو ویسا ہی تیر جو خضر کے دل میں اُترا ہے تمہارے بھی دل میں اُتر جائے گا۔'' مصلح الدین کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ سنبھل کر بولا۔

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے کسی کو خضر الحیات کے قتل کے لئے رقم نہیں دی تھی۔''

''تم خضر کے قاتل ہو۔'' بیوی نے کہا۔ ''مجھے معلوم نہیں کہ قتل کی وجہ کیا ہے مگر اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ تم نے ہی اسے قتل کروایا ہے۔''

یہ مصلح الدین کی پہلی بیوی تھی۔ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی بمشکل تیس سال کی ہو گی۔ وہ خاصی خوبصورت تھی۔ کوئی ایک ماہ قبل وہ گھر میں ایک غیر معمولی طور پر خوبصورت اور جوان لڑکی لے آیا تھا۔ ایک خاوند کے لئے بیویوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ اس زمانے میں زیادہ بیویاں رکھنے کا رواج تھا۔ کوئی بیوی دوسری بیویوں سے حسد نہیں کرتی تھی مگر مصلح الدین نے پہلی بیوی کو نظر انداز کر دیا تھا۔ جب سے نئی بیوی آئی تھی اس نے پہلی بیوی کے کمرے میں جانا ہی چھوڑ دیا تھا' پہلی بیوی نے اسے کئی بار بلایا تب بھی وہ اس کے پاس نہیں گیا اس لئے بیوی کے اندر انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ آدمی جو اسے بیس اشرفیاں دے گیا تھا غالباً مصلح الدین سے سنگین انتقام لینا چاہتا تھا۔ اسی لئے اس نے اس کی پہلی بیوی کو بتا دیا تھا کہ خضر الحیات کو مصلح الدین نے قتل کروایا ہے۔

''تم اپنی زبان بند رکھنا۔'' مصلح الدین نے بیوی سے بارعب لہجے میں کہا۔ ''یہ میرے کسی دشمن کی چال ہے۔ وہ میرے اور تمہارے درمیان دشمنی پیدا کرنا چاہتا ہے۔''

''تمہارے دل میں میری دشمنی کے سوا اور رہا ہی کیا ہے؟'' بیوی نے کہا۔

''نہیں' میرے دل میں تمہاری پہلے روز والی محبت موجود ہے۔'' مصلح الدین نے کہا۔ ''کیا تم اُس آدمی کو پہچانتی ہو؟''

''اس نے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا۔'' بیوی نے کہا۔ ''مگر تمہارا نقاب اُتر گیا۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔'' مصلح الدین نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر بیوی نے اسے بولنے نہ دیا۔ اس نے کہا۔ ''مجھے شک ہے کہ تم نے بیت المال کی رقم ہضم کی ہے جس کا علم خضر الحیات کو ہو گیا تھا۔ اسی لیے تم نے کرائے کے قاتل کے ذریعہ اسے راستے سے ہٹا دیا۔''

''مجھ پر جھوٹے الزام عائد نہ کرو۔'' مصلح الدین نے کہا۔ ''مجھے رقم ہضم کرنے کی کیا

ضرورت ہے؟''

''تمہیں نہیں' اُس فرنگن کو تو رقم کی ضرورت ہے جسے تم نے نکاح کے بغیر گھر میں رکھا ہوا ہے۔'' بیوی نے جل کر کہا۔ ''تمہیں شراب کے لئے رقم کی ضرورت ہے۔ اگر یہ الزام جھوٹا ہے تو بتاؤ کہ یہ چار گھوڑوں کی بگھی کہاں سے آئی؟ اور گھر میں آئے دن یہ جوناچنے والیاں آتی ہیں وہ کیا مفت میں آتی ہیں؟ شراب کی جو دعوتیں دی جاتی ہیں ان کیلئے رقم کہاں سے آتی ہے؟''

''خدا کے لئے چپ ہو جاؤ۔'' مصلح الدین نے غصے اور پیار کے ملے جلے لہجے میں کہا۔ ''مجھے معلوم کر لینے دو کہ وہ آدمی کون تھا جو یہ خطرناک چال چل گیا۔ بہت جلد اصل حقیقت تمہارے سامنے آجائے گی۔''

''میں اب چپ نہیں رہ سکوں گی۔'' بیوی نے کہا۔ ''تم نے میرا سینہ انتقام سے بھر دیا ہے۔ میں سارے مصر کو بتاؤں گی کہ میرا خاوند قاتل ہے۔ ایک مومن کا قاتل ہے۔ تم میری محبت کے قاتل ہو اور میں اس قتل کا انتقام لوں گی۔''

مصلح الدین منت سماجت کر کے اسے چپ کرانے لگا اور اسے قائل کر لیا کہ وہ صرف دو روز چپ رہے تا کہ وہ اس آدمی کو تلاش کر کے ثابت کر سکے کہ وہ قاتل نہیں ہے۔ اس نے بیوی کو یہ بھی بتایا کہ غیاث بلبیس نے چند ایک مشتبہ افراد پکڑ لئے ہیں اور قاتل بہت جلدی پکڑا جائے گا۔

☆ ☆ ☆

رات گزر گئی۔ اگلا دن بھی گزر گیا۔ مصلح الدین گھر سے غائب رہا۔ اس کی دوسری بیوی یا داشتہ بھی کہیں نظر نہ آئی۔ شام کے بعد مصلح الدین گھر آیا اور پہلی بیوی کے کمرے میں چلا گیا۔ اس کے ساتھ پیار محبت کی باتیں کرتا رہا۔ بیوی اس کے فریب میں نہیں آنا چاہتی تھی مگر پیار کے دھوکے میں آ گئی۔ مصلح الدین نے اس سے کہا کہ وہ اس آدمی کو ڈھونڈ رہا ہے جو بیس اشرفیاں دے گیا تھا۔ کچھ دیر بعد بیوی سو گئی۔ اس رات مصلح الدین نے ملازموں کو چھٹی دے دی تھی گھر میں ایسی خاموشی تھی جو پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ مصلح الدین بہت دیر سوئی ہوئی بیوی کے کمرے میں رہا پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

آدھی رات کا عمل ہوگا۔ ایک آدمی اس گھر کی باہر والی دیوار کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑا تھا۔ دوسرا آدمی اس کے کندھوں پر چڑھ گیا۔ تیسرا آدمی ان دونوں کو سیڑھی بنا کر اوپر چڑھا اور دیوار سے لٹک کر اندر کی طرف کود گیا۔ پھر اس نے اندر سے بڑا دروازہ کھول دیا۔ اس کے

دونوں ساتھی فوراً اندر آ گئے۔ اس گھر میں رکھوالی والا کتا ہر رات کھلا رہتا تھا۔ اس رات وہ بھی ڈربے میں بند تھا۔ شاید ملازم جاتے ہوئے بھول گئے تھے کہ اسے کھلا رکھنا ہے۔ تینوں آدمی برآمدے میں چلے گئے۔ اندھیرا گہرا تھا۔ وہ دبے پاؤں چلتے چلے گئے۔ گھپ اندھیرے میں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے ایک نے اُس کمرے کے دروازے پر ہاتھ رکھ دیا جس میں مصلح الدین کی پہلی بیوی جسے وہ فاطمہ کے نام سے بلاتا تھا' سوئی ہوئی تھی۔ کواڑ کھل گیا۔ کمرہ تاریک تھا۔ تینوں آدمی اندر جا پہنچے اور اندھیرے میں ٹٹولتے ہوئے فاطمہ کے پلنگ تک پہنچ گئے۔ ایک آدمی کا ہاتھ فاطمہ کے منہ پر لگا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ سمجھی کہ مصلح الدین کا ہاتھ ہے۔ اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا۔

''کہاں جا رہے ہیں آپ؟''

جواب میں ایک آدمی نے اس کے منہ پر کپڑا رکھ کر اس کا کچھ حصہ اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ پھر فوراً ہی تینوں نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ ایک نے منہ پر ایک اور کپڑا کس کر باندھ دیا۔ ایک نے ایک بوری کی طرح کا تھیلا کھول لیا تھا۔ دوسرے دو آدمیوں نے فاطمہ کو دوہرا کر کے رسیوں سے اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھے اور اسے تھیلے میں ڈال کر تھیلے کا منہ بند کر دیا۔ پھر انہوں نے تھیلا اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گئے اور بڑے دروازے سے بھی نکلتے چلے گئے۔ گھر میں کوئی مرد ملازم نہیں تھا۔ خادمائیں بھی اس رات چھٹی پر تھیں۔ تھوڑی دور ایک درخت کے ساتھ تین گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ تینوں آدمی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ایک نے تھیلا اپنے آگے رکھ لیا۔ تینوں گھوڑے قاہرہ سے نکل گئے اور سکندریہ کا رخ کر لیا۔

صبح ملازم آ گئے۔ مصلح الدین نے فاطمہ کے متعلق پوچھا تو دو خادماؤں نے اسے تلاش کر کے بتایا کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔ بہت دیر تک جب اس کا کوئی سراغ نہ ملا تو مصلح الدین ایک خادمہ کو الگ لے گیا۔ بہت دیر تک اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا پھر اسے ساتھ لئے غیاث بلبیس کے پاس چلا گیا اور اس سے کہا کہ اس کی بیوی لاپتا ہو گئی ہے۔ اس نے اس شک کا اظہار کیا کہ خضر الحیات کو فاطمہ نے قتل کرایا ہے اور خضر نے مرتے مرتے انگلی سے جو ''مصلح'' لکھا تھا وہ دراصل مصلح کی بیوی لکھنا چاہتا تھا لیکن موت نے تحریر پوری نہ ہونے دی۔ اس کے ثبوت میں اس نے اپنی خادمہ سے کہا کہ وہ بلبیس کو اس آدمی کے متعلق بتائے۔ خادمہ نے بیان دیا کہ پرسوں شام ایک اجنبی آیا تھا جس کے چہرے پر نقاب تھا۔ اس وقت مصلح الدین گھر پر نہیں تھا۔ اس آدمی

نے دروازے پر دستک دی تو یہ خادمہ باہر گئی۔ اجنبی نے کہا کہ وہ فاطمہ سے ملنا چاہتا ہے۔ خادمہ نے بتایا کہ گھر میں کوئی مرد نہیں ہے اس لئے وہ فاطمہ سے نہیں مل سکتا۔ اس نے کہا کہ فاطمہ سے یہ کہہ دو کہ وہ اشرفیاں واپس کرنے آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں پوری رقم لوں گا۔ خادمہ نے فاطمہ کو جا کر بتایا تو اس نے اس آدمی کو اندر بلا لیا۔

خادمہ نے بیان میں کہا کہ فاطمہ نے اسے برآمدے میں کھڑا رہنے کو کہا اور یہ ہدایت دی کہ کوئی آجائے تو میں اسے خبردار کر دوں۔ خادمہ کمرے کے دروازے کے ساتھ کھڑی رہی۔ اندر کی باتیں جو اسے سنائی دیں' ان میں اس آدمی کا غصہ اور فاطمہ کی منت سماجت تھی۔ ان باتوں سے صاف پتا چلتا تھا کہ فاطمہ نے اس آدمی سے کہا تھا کہ علی بن سفیان کے نائب حسن بن عبداللہ کو قتل کرنا ہے جس کے عوض وہ اسے پچاس اشرفیاں اور دو ٹکڑے سونے کے دے گی۔ خادمہ کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ فاطمہ نے اس آدمی کو بیس اشرفیاں کس وقت اور کہاں بھیجی تھیں اور کون لے گیا تھا۔ وہ پوری پچاس اشرفیاں مانگ رہا تھا جبکہ فاطمہ اس سے کہہ رہی تھی کہ اس نے غلط آدمی کو قتل کیا ہے اور نقاب پوش اجنبی کہہ رہا تھا کہ تم نے یقین کے ساتھ بتایا تھا کہ حسن بن عبداللہ فلاں وقت خضر الحیات کے گھر جائے گا۔ وہ گھات میں بیٹھ گیا۔ اس نے ایک آدمی کو خضر کے گھر کے دروازے کے قریب جاتے دیکھا۔ اس کا قد وغیرہ حسن بن عبداللہ کی طرح کا تھا۔ قتل کرتے وقت اتنی مہلت نہیں ملتی کہ شکار کو اچھی طرح دیکھ کر یقین کر لیا جائے۔ تم نے جو وقت بتایا تھا یہ وہی وقت تھا۔ میں نے تیر چلا دیا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔

وہ فاطمہ سے پچاس اشرفیاں مانگ رہا تھا۔ فاطمہ نے پہلے تو منت سماجت کی پھر وہ بھی غصے میں آگئی اور کہا کہ اصل آدمی کو قتل کرو گے تو ان بیس اشرفیوں کے علاوہ پچاس اشرفیاں اور سونے کے دو ٹکڑے دوں گی۔ اس آدمی نے کہا کہ میں نے کام کر دیا ہے اس کی پوری اُجرت لوں گا۔ فاطمہ نے انکار کر دیا' جس پر وہ آدمی بڑے غصے میں یہ کہہ کر چلا گیا کہ میں پوری اُجرت وصول کر لوں گا۔ فاطمہ نے خادمہ کو سختی سے کہا کہ وہ اس آدمی کے متعلق کسی سے ذکر نہ کرے۔ اس نے خادمہ کو دو اشرفی انعام دیا۔ آج صبح وہ اس کے کمرے میں گئی تو فاطمہ وہاں نہیں تھی۔ اسے شک ہے کہ اس آدمی نے انتقاماً اسے اغوا کر لیا ہے۔

غیاث بلبیس نے کچھ سوچ کر مصلح الدین کو باہر بھیج دیا اور خادمہ سے کہا۔

''سارا تمہیں کس نے پڑھایا ہے؟ فاطمہ نے یا مصلح الدین نے؟''

''فاطمہ تو یہاں نہیں ہے۔'' اس نے کہا۔ ''یہ میرا اپنا بیان ہے۔''

''مجھے سچ بتا دو۔'' بلبیس نے کہا۔ ''کہ فاطمہ کہاں ہے یا وہ کس کے ساتھ گئی ہے؟'' خادمہ گھبرانے لگی اور کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکی۔ بلبیس نے کہا۔ ''کوتوالی کے تہ خانے میں جانا چاہتی ہو؟ اب تم واپس نہیں جا سکو گی۔''

وہ غریب عورت تھی۔ اسے معلوم تھا کہ تہ خانے میں جا کر سچ اور جھوٹ الگ الگ ہو جاتے ہیں مگر اس سے پہلے جسم کے جوڑ بھی الگ ہو جاتے ہیں۔ وہ رو پڑی اور بولی۔

''میں سچ کہتی ہوں تو آقا سزا دیتا ہے۔ جھوٹ بولتی ہوں تو آپ سزا دیتے ہیں۔'' بلبیس نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور اسے تحفظ کا یقین دلایا۔ خادمہ نے کہا۔

''میں نے قتل کے دوسرے روز صرف اتنا دیکھا تھا کہ ایک نقاب پوش آیا تھا۔ آقا مصلح الدین گھر پر نہیں تھے۔ نقاب پوش نے فاطمہ کو باہر بلایا تھا۔ وہ بڑے دروازے کے باہر اور فاطمہ اندر تھی۔ وہ اس کے سامنے نہیں گئی تھیں۔ ملازموں نے اسے دیکھا تھا لیکن کسی نے بھی قریب جا کر نہیں سنا کہ ان کے درمیان کیا باتیں ہوئیں۔ نقاب پوش چلا گیا تو فاطمہ اندر آ گئیں۔ انہوں نے چھوٹی سی ایک تھیلی اٹھا رکھی تھی۔ فاطمہ کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ کمرے میں چلی گئی تھیں۔ دوسری شام مصلح الدین نے چاروں ملازموں اور سائیس کو رات بھر کی چھٹی دے دی تھی۔ چار ملازموں میں دو مرد اور دو عورتیں ہیں۔''

''اس سے پہلے ملازموں کو کبھی رات بھر کے لئے چھٹی دی گئی تھی؟'' بلبیس نے پوچھا۔

''کبھی نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''کوئی ایک ملازم کبھی چھٹی لے لیتا ہے مگر سب کو کبھی چھٹی نہیں دی گئی۔'' خادمہ نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''عجیب بات یہ ہے کہ آقا نے کہا تھا کہ آج رات کتے کو بندھا رہنے دینا۔ اس سے پہلے ہر رات کتا کھلا رکھا جاتا تھا۔ بڑا خونخوار کتا ہے۔ اجنبی کی بو پر چیرنے پھاڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔''

''مصلح الدین کے تعلقات فاطمہ کے ساتھ کیسے تھے؟'' غیاث بلبیس نے پوچھا۔

''بہت کھنچے ہوئے۔'' خادمہ نے بتایا۔ ''آقا ایک بڑی خوبصورت جوان لڑکی لایا تھا جس نے آقا کو اپنا غلام بنا لیا۔ فاطمہ کے ساتھ آقا کی بول چال بھی بند تھی۔''

غیاث بلبیس نے خادمہ کو الگ بٹھا کر مصلح الدین کو اندر بلایا اور باہر نکل گیا۔ واپس آیا تو اس کے ساتھ دو سپاہی تھے۔ انہوں نے مصلح الدین کو دائیں بائیں بازوؤں سے پکڑ لیا اور باہر لے

جانے لگے۔ مصلح الدین نے بہت احتجاج کیا مگر بلیس یہ حکم دے کر باہر نکل گیا کہ اسے قید میں ڈال دو۔ اس نے دوسرا حکم یہ دیا کہ مصلح الدین کے گھر پر پہرہ کھڑا کر دو۔ کسی کو باہر نہ جانے دینا۔

☆ ☆ ☆

اس وقت تک فاطمہ قاہرہ سے بہت دور شمال کی طرف ایک ایسی جگہ پہنچ چکی تھی جہاں ارد گرد اونچے ٹیلے سبزہ اور پانی بھی تھا۔ یہ جگہ عام راہ گزر سے ہٹی ہوئی تھی۔ وہاں وہ سورج نکلنے کے وقت پہنچی تھی۔ گھوڑے رک گئے اور اسے تھیلے سے باہر نکالا گیا پھر اس کے منہ پر سے کپڑا ہٹا دیا گیا۔ ہاتھ پاؤں بھی کھول دیئے گئے۔ اس کے ہوش ٹھکانے نہیں تھے۔ وہ تین نقاب پوشوں کے نرغے میں تھی۔ تین گھوڑے کھڑے تھے۔ فاطمہ چیخنے چلانے لگی۔ نقاب پوشوں نے اسے پانی پلایا اور کچھ کھانے کو دیا۔ اس کے پیٹ میں کھانا پانی گیا اور تازہ ہوا لگی تو جسم میں طاقت آ گئی۔ وہ اچانک اٹھی اور دوڑ پڑی مگر وہ تینوں بیٹھے دیکھتے رہے۔ کوئی بھی اس کے تعاقب میں نہ گیا۔ دور جا کر وہ ایک ٹیلے کی اوٹ میں چلی گئی تو ایک نقاب پوش گھوڑے پر سوار ہوا۔ ایڑ لگائی اور فاطمہ کو جالیا۔ وہ دوڑ دوڑ کر تھکنے کے بعد لیٹ گئی تھی۔ نقاب پوش نے اسے اٹھا کر گھوڑے پر ڈال لیا اور خود اس کے پیچھے سوار ہو کر واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا۔

''خوب بھاگو۔'' ایک نے اس سے کہا۔ ''کہاں تک بھاگو گی۔ یہاں سے تو کوئی تنومند مرد بھی بھاگ کر قاہرہ نہیں پہنچ سکتا۔'' فاطمہ روتی چیختی اور گالیاں دیتی رہی۔ ایک نقاب پوش نے اس سے کہا۔ ''اگر ہم تمہیں قاہرہ واپس لے چلیں تب بھی اب وہاں تمہارے لئے کوئی پناہ نہیں ہے کیونکہ تمہیں تمہارے خاوند نے ہی ہمارے حوالے کیا ہے۔''

''یہ جھوٹ ہے۔'' فاطمہ نے چلا کر کہا۔

''یہ سچ ہے۔'' اس نے کہا۔ ''ہم نے تمہیں اُجرت کے طور پر لیا ہے۔ تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں ہی تمہارے ہاتھ میں بیس اشرفیوں کی تھیلی دے کر آیا تھا۔ تم نے خاوند سے کہہ دیا کہ تم قاتل ہو اور تم نے بیوقوفی یہ کی کہ اس سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم کوتوال کو سب کچھ بتا دو گی۔ وہ پہلے ہی تم سے تنگ آیا ہوا تھا۔ اس کی داشتہ نے اس کے دل اور عقل پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتا کہ وہ لڑکی کون ہے' کہاں سے آئی ہے اور کیا کرنے آئی ہے۔ دوسرے دن تمہارا خاوند ہمارے ٹھکانے پر آیا۔ وہ اتنا بے ایمان آدمی ہے کہ اس نے ہمیں خضر الحیات کے قتل کے عوض ۲۱ ۔اشرفیاں اور سونے کے دو ٹکڑے دینے کا وعدہ کیا تھا مگر کام ہو گیا تو صرف بیس اشرفی بھیجی۔

میں نے تمہیں استعمال کیا اور یہ رقم تمہارے ہاتھ میں دے دی تا کہ تمہیں بھی اس راز کا علم ہو جائے۔ ہمارا تیر نشانے پر بیٹھا۔ دوسرے دن وہ ہمارے ٹھکانے پر آیا اور پچاس اشرفیاں دینے لگا۔ سونے کے ٹکڑے پھر ہضم کر رہا تھا۔ میرے ان ساتھیوں نے کہا کہ اب ہم زیادہ اُجرت لیں گے اور اگر وہ نہیں دے گا تو کسی نہ کسی طرح کوتوال تک یہ خبر پہنچا دیں گے۔ اسے اب خطرہ یہ نظر آ رہا تھا کہ تمہیں بھی پتا چل گیا ہے کہ قاتل وہی ہے۔ اس کا علاج اس نے یہ سوچا کہ ہم سے کہا کہ تم میری بیوی کو اٹھا لے جاؤ۔ میں تمہارے لئے راستہ صاف کر دوں گا۔ ہم جان گئے کہ وہ اپنی داشتہ کے زیر اثر تم سے جان چھڑانا چاہتا ہے اور اب اس لئے بھی تمہیں غائب کروانا چاہتا ہے کہ تم اس کے جرم کی گواہ بن گئی ہو اور اس سے کہہ بھی چکی ہو کہ تم کوتوال کو خبر کر دو گی۔''

فاطمہ کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ وہ حیرت زدہ ہو کر ان تینوں کو باری باری دیکھتی تھی۔ ان کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ یہ آنکھیں ڈراؤنی اور خوفناک تھیں مگر ان کی زبان میں مٹھاس اور اپنائیت کی جھلک ضرور تھی۔ انہوں نے اسے دھمکی نہیں دی بلکہ سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اس کا تڑپنا رونا اور بھاگنا بیکار ہے۔

''میں نے تمہیں دیکھا تھا۔'' نقاب پوش نے اس سے کہا۔ ''جب مصلح الدین نے کہا کہ میری بیوی کو اُجرت کے طور پر اٹھا لے جاؤ تو میں نے سکندریہ کی منڈی کے بھاؤ سے تمہاری قیمت کا اندازہ کیا۔ تم ابھی جوان ہو، حسین بھی ہو۔ تم بڑے اچھے داموں بک سکتی ہو۔ ہم اس کی یہ بات مان گئے۔ اگر تمہارا خاوند ہمیں اتنی زیادہ اُجرت نہ دیتا تو ہم نے اسے بتا دیا تھا کہ اسے زندہ نہیں رہنے دیا جائے گا اور اس کی داشتہ کو اغوا کر لیا جائے گا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ آج رات اس کے گھر میں کوئی ملازم نہیں ہوگا۔ کتا بھی بندھا ہوا ہوگا۔ البتہ بڑا دروازہ اندر سے بند ہوگا تا کہ تم دیکھ لو تو شک نہ کرو۔ ہم تینوں نے ایک دوسرے کے اوپر کھڑے ہو کر تمہارے گھر کی دیوار پھلانگی۔ ہمارے ہاتھوں میں خنجر تھے اور ہم سنبھل سنبھل کر چل رہے تھے کیونکہ ہمیں تمہارے خاوند پر بھروسا نہیں تھا۔ وہ ہمیں بھی مروا سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ہمارے لئے راستہ واقعی صاف تھا۔ اس لئے ہم نے تمہیں اٹھایا اور لے آئے۔''

''اس نے یہ کہانی تمہیں اس لئے سنائی ہے کہ تم اپنے خاوند کے گھر کو دل سے نکال دو۔'' دوسرے نقاب پوش نے کہا۔ ''ہم تمہیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ ہم تین آدمی اکیلی عورت کی مجبوری سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے۔ ہم بیوپاری ہیں۔ کرائے کا قتل اور اغوا ہمارا پیشہ ہے۔ ہم تمہارے جسم کے ساتھ کھیل کر خوش ہونے والے نہیں ہیں۔ تین مرد ایک عورت کو اغوا اور مجبور کر کے تفریح

کریں تو یہ کوئی فخر والی بات نہیں ہوتی۔"

"تم مجھے سکندریہ کے بازار میں بیچو گے؟" فاطمہ نے بے بسی کے لہجے میں پوچھا۔ "میری قسمت میں اب عصمت فروشی لکھی ہے؟"

"نہیں۔" ایک نقاب پوش نے جواب دیا۔ "عصمت فروشی کے لئے جنگلی اور صحرائی لڑکیاں خریدی جاتی ہیں۔ تم حرم کی چیز ہو۔ کسی باعزت امیر کے پاس جاؤ گی۔ ہمیں بھی تو اچھی قیمت چاہئے۔ ہم تمہیں مٹی میں نہیں پھینکیں گے۔ تم اب رونا اور غم کرنا چھوڑ دو تاکہ تمہارے چہرے کی دلکشی اور رونق قائم رہے ورنہ تم عصمت فروشی کے ہی قابل رہ جاؤ گی۔ تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ۔"

یہ دیکھ کر کہ ان لوگوں نے اس کے ساتھ کوئی بیہودہ حرکت نہیں کی' دست درازی نہیں کی' فاطمہ کو کچھ سکون سا محسوس ہوا۔ رات بھر وہ اذیت میں رہی تھی۔ تھیلے میں دوہرا کر کے اسے بند کیا گیا تھا۔ جسم درد کر رہا تھا۔ وہ لیٹی اور اس کی آنکھ لگ گئی مگر تھوڑی دیر بعد ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا دل خوف اور گھبراہٹ کی گرفت میں تھا۔ اس صورت حال کو وہ قبول نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ تینوں نقاب پوش سوئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی رات بھر کے جاگے ہوئے تھے۔ فاطمہ نے پہلے تو یہی سوچا کہ کسی ایک کا خنجر نکال کر تینوں کو قتل کر دے لیکن اتنی جرأت نہ کر سکی۔ تینوں کو قتل کرنا آسان نہ تھا۔ اس نے گھوڑے دیکھے۔ ان لوگوں نے گھوڑوں سے زینیں نہیں اُتاری تھیں۔ وہ آہستہ سے اٹھی اور دبے پاؤں ایک گھوڑے تک پہنچ گئی۔ سورج ٹیلوں کے پیچھے جا رہا تھا۔ فاطمہ کو معلوم نہ تھا کہ وہ قاہرہ سے کس طرف اور کتنی دور ہے۔ اس نے یہ خطرہ مول لے لیا کہ صحرا کی وسعت میں بھٹک کر مر جائے گی مگر ان لوگوں کے ہاتھوں سے ضرور نکلے گی۔

اس نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی ایڑ لگا دی۔ ٹاپوؤں کی آوازوں نے نقاب پوشوں کو جگا دیا۔ انہوں نے فاطمہ کو ٹیلے کی اوٹ میں جاتے دیکھ لیا تھا۔ دو نقاب پوش گھوڑے پر سوار ہوئے اور تعاقب میں گھوڑے سرپٹ بھگا دیئے۔ فاطمہ کے لیے مشکل یہ تھی کہ اسے ٹیلوں سے باہر نکلنے کا راستہ معلوم نہ تھا۔ صحرائی ٹیلے بھول بھلیوں جیسے ہوتے ہیں۔ صرف صحرا کے بھیدی ہی ان سے واقف ہوتے ہیں۔ فاطمہ ایسے رخ ہو گئی جہاں آگے ایک اور ٹیلے نے راستہ روک رکھا تھا۔ اس

آنکھوں پر یقین نہ آیا جب اس نے اپنے سامنے سمندر کی طرح کھلا صحرا اور چار شتر سوار اپنی سمت آتے دیکھے۔ اس نے چلانا شروع کر دیا۔

''بچاؤ..... ڈاکوؤں سے بچاؤ۔'' وہ ان تک پہنچ گئی۔

اس کے پیچھے دونوں نقاب پوشوں کے گھوڑے سامنے آ گئے تھے۔ شتر سواروں کو دیکھ کر انہوں نے گھوڑوں کی باگیں کھینچیں اور گھوڑے موڑ دیئے۔ شتر سواروں نے اونٹ دوڑا دیئے۔ ایک نے کمان میں تیر رکھ کر چھوڑا تو تیر ایک گھوڑے کی گردن میں اُتر گیا۔ گھوڑا درد سے تڑپا' اچھلا اور بے قابو ہو گیا۔ سوار کود گیا۔ شتر سواروں نے انہیں للکارا تو دوسرے نے گھوڑا روک لیا۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ چار شتر سوار تیر اندازوں کی زد میں ہیں۔ فاطمہ نے بتایا کہ ان کا ایک ساتھی بھی قریب میں ہے۔ ان دونوں کو پکڑ لیا گیا۔ یہ چاروں سلطان ایوبی کی فوج کے کسی گشتی دستے کے سپاہی تھے۔ سلطان ایوبی نے پورے صحرا میں گشتی پہرے کا انتظام کر رکھا تھا تا کہ اچانک حملے کا خطرہ نہ رہے اور صلیبی تخریب کار مصر میں داخل نہ ہو سکیں' ان گشتی دستوں کا بہت فائدہ تھا۔ انہوں نے کئی مشتبہ لوگ پکڑے تھے۔ اب یہ نقاب پوش ان کے پھندے میں آ گئے۔ فاطمہ نے انہیں بتایا کہ اسے کس طرح یہاں تک لایا گیا ہے اور وہ کس کی بیوی ہے۔ اس نے یہ بھی بتا دیا کہ ناظم مالیات قتل ہو گیا ہے۔ قتل اس کے خاوند مصلح الدین نے کرایا ہے جو شہر کا ناظم ہے اور قاتل ان تینوں میں سے ایک ہے۔

تیسرے نقاب پوش کو بھی پکڑ لیا گیا۔ ان سے خنجر لے لئے گئے اور ان کے ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھ دیئے گئے۔ ان کا ایک گھوڑا تیر لگنے سے بھاگ گیا تھا۔ ایک گھوڑے پر دو نقاب پوشوں کو اور تیسرے پر ایک کو بٹھا کر سپاہی اپنے کمانڈر کے پاس لے چلے۔ فاطمہ کو انہوں نے اونٹ پر بٹھا دیا تھا۔ اس اونٹ کا سوار اپنے ساتھی کے پیچھے سوار ہو گیا۔ اس قافلے کے سامنے چار میل کی مسافت تھی جو انہوں نے سورج غروب ہونے تک طے کر لی۔ وہ ایک نخلستان تھا جہاں خیمے نصب تھے۔ یہ اس دستے کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ فاطمہ کو کمانڈر کے سامنے پیش کیا گیا اور تینوں نقاب پوشوں کو پہرے میں بٹھا دیا گیا۔ انہیں اگلے روز قاہرہ بھیجنا تھا۔

☆ ☆ ☆

صلیبیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ کرک میں بیٹھے بیٹھے صلاح الدین ایوبی کا انتظار نہیں کریں گے۔ انہوں نے فوج کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ فرانس کی فوج کو انہوں نے سلطان ایوبی کو راستے میں روکنے کے لئے تیاری کا حکم دے دیا۔ ریمانڈ کی فوج مسلمانوں کی فوج پر عقب سے

حملے کے لئے مقرر ہوئی۔ کرک کے قلعے کے دفاع کے لئے جرمنی کی فوج تھی جس کے ساتھ فرانس اور انگلستان کے کچھ دستے بھی تھے۔ جاسوسوں نے انہیں بتا دیا تھا کہ سلطان ایوبی نئی فوج تیار کر رہا ہے۔ صلیبی حکمرانوں نے اس اقدام کا جائزہ لیا کہ وہ صلاح الدین ایوبی کے ٹریننگ کیمپ پر حملہ کر کے پیچھے آ جائیں لیکن ان کی انٹیلی جنس نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ دلیل یہ دی کہ سلطان ایوبی نے دفاع کی تین تہیں بنا رکھی ہیں جن میں ایک تہہ متحرک ہے۔ اس کے علاوہ اس کے دیکھ بھال کے دستے دور دور تک گھومتے پھرتے اور صحرا میں ہلتی ہوئی ہر چیز کو قریب جا کر دیکھتے ہیں۔ ان دفاعی انتظامات کو دیکھ کر صلیبیوں نے اس حملے کا خیال دل سے نکال دیا۔

ایک امریکی مصنف اٹینی ویسٹ نے متعدد مورخین کے حوالے سے لکھا ہے کہ صلیبیوں کے پاس صلاح الدین ایوبی کی نسبت چار گنا فوج تھی جس میں زرہ پوش، پیادہ اور سوار دستوں کی بہتات تھی۔ اگر یہ فوج صلاح الدین ایوبی پر براہ راست حملہ کر دیتی تو مسلمان زیادہ دیر جم نہیں سکتے تھے مگر صلیبی فوج کو شوبک کی شکست میں جو نقصان اٹھانا پڑا تھا، اس کی دہشت ابھی تک قائم تھی۔ میدانِ جنگ سے بھاگے ہوئے فوجیوں پر بھی دہشت طاری تھی۔ صلیبیوں کا مورال متزلزل تھا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ شوبک کو وہ لوہے کا قلعہ سمجھتے تھے۔ وہ اپنی فوج کو صحرا میں بھیج کر اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ سلطان ایوبی کو قلعوں سے دور ختم کر دیں گے۔ وہ کرک کے دفاع میں بیٹھے رہے اور ایوبی نے شوبک لے لیا۔ صحرا میں آمنے سامنے کی جنگ کا موقع دیئے بغیر انہیں چھاپہ ماروں سے مروا دیا۔ اس کی آگ کی ہانڈیوں نے گھوڑوں اور اونٹوں کو اتنا دہشت زدہ کیا تھا کہ خاصے عرصے تک جانور معمولی سی آگ دیکھ کر بھی بدک جاتے تھے۔ اٹینی ویسٹ نے یہ ثبوت بھی مہیا کیا ہے کہ صلیبی فوج مختلف بادشاہوں اور ملکوں کی مرکب تھی جو بظاہر متحد تھی لیکن یہ اتحاد برائے نام تھا کیونکہ ہر بادشاہ اور اس کی فوج کا اعلیٰ کمانڈر ملک گیری اور بادشاہی کی توسیع کا خواہشمند تھا۔ ان میں صرف یہ جذبہ مشترک تھا کہ مسلمانوں کو ختم کرنا ہے مگر ان کے دلوں میں جو اختلافات تھے وہ ان کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتے تھے۔

مورخ لکھتے ہیں کہ صلیبی سازشوں کے ماہر تھے اور مسلمانوں کے جس علاقے پر قابض ہو جاتے تھے وہاں قتلِ عام اور آبروریزی شروع کر دیتے تھے۔ اس کے برعکس صلاح الدین ایوبی محبت اور اخلاقی قدروں کو ایسی خوبی سے استعمال کرتا تھا کہ دشمن بھی اس کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے اپنی فوج میں یہ خوبی پیدا کر دی تھی کہ دس سپاہیوں کا چھاپا مار دستہ ایک ہزار نفری کے فوجی کیمپ کو تہس نہس کر کے غائب ہو جاتا تھا۔ یہ لوگ جان قربان کرنے کو معمولی سی

قربانی سمجھتے تھے۔ سلطان ایوبی جس انداز سے میدانِ جنگ میں تھوڑی سی فوج کو ترتیب دیتا تھا' وہ بڑی سے بڑی فوج کو بھی بے بس کر دیتی تھی۔ شوبک اور کرک کے میدان میں بھی اس نے اسی جنگی دانشمندی کا مظاہرہ کیا تھا۔ صلیبیوں نے اس کا جائزہ لیا' اپنی فوج کی جسمانی اور جذباتی کیفیت دیکھی تو انہوں نے براہ راست حملے کا خیال چھوڑ کر دوسرا ڈھنگ سوچ لیا لیکن اس ڈھنگ کے متعلق بھی انہیں شک تھا۔ اس کا علاج انہوں نے یہ کیا کہ مصر میں بغاوت بھڑکانے اور سوڈانیوں کو مصر پر حملہ کرنے پر اُکسانے کا اہتمام کر لیا۔

مصر کے نائب ناظم امورِ شہری مصلح الدین کی طرف سے انہیں امید افزا رپورٹیں مل رہی تھیں۔ وہاں ابھی یہ اطلاع نہیں پہنچی تھی کہ مصر کا ناظم مالیات خضر الحیات قتل ہو گیا اور مصلح الدین پکڑا گیا ہے۔ کرک تک یہ اطلاع پہنچنے کے لئے کم از کم پندرہ دن درکار تھے کیونکہ راستے میں سلطان ایوبی کی فوج تھی۔ قاصد بہت دور کا چکر کاٹ کر اور قدم پھونک پھونک کر کرک جا سکتے تھے۔ بہت دنوں کا چلا ہوا ایک قاصد اس رات وہاں پہنچا جس رات فاطمہ اغوا ہوئی تھی۔ اس نے رپورٹ دی کہ بغاوت کے لئے فضا سازگار ہے لیکن سوڈانی ابھی حملے کے لئے تیار نہیں ہیں ان کے ہاں گھوڑوں کی کمی ہے۔ ان کے پاس اونٹ زیادہ ہیں۔ انہیں کم و بیش پانچ سو اچھے گھوڑوں کی ضرورت ہے۔ اتنی ہی زینیں بھی درکار ہیں۔ فرانسیسی فوج کے کمانڈر نے کہا کہ پانچ سو گھوڑے فوراً روانہ کر دیئے جائیں اور ان کے ساتھ صلیبی فوج کے پانچ سات افسروں کو بھی بھیج دیا جائے جو سوڈانیوں کی جنگی اہلیت اور کیفیت کا جائزہ لے کر حملہ کروائیں۔

صلیبیوں کے پاس گھوڑوں کی کمی تھی۔ انہوں نے کرک میں اعلان کر دیا کہ مصر پر حملے کے لئے پانچ سو گھوڑوں کی فوری ضرورت ہے۔ عیسائی باشندوں نے تین چار دنوں میں گھوڑے مہیا کر دیئے جو ایسے راستے سے روانہ کر دیئے گئے جس کے متعلق یقین تھا کہ پکڑے نہیں جائیں گے۔ ان کا راہنما وہی جاسوس تھا جو گھوڑے مانگنے آیا تھا۔ وہ سوڈانی تھا اور تین سال سے جاسوسی کر رہا تھا۔ ان گھوڑوں کے ساتھ آٹھ صلیبی فوج کے افسر تھے جنہیں سوڈانی حملے کی قیادت کرنی تھی۔ انہیں یقین دلایا گیا تھا کہ صلاح الدین ایوبی کی فوج کو یہاں سے نکلنے نہیں دیا جائے گا۔

سلطان ایوبی کو صرف یہ معلوم تھا کہ مصر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ حالات آتش فشاں پہاڑ بن چکے ہیں جو پھٹنے والا ہے۔ علی بن سفیان نے اسے یہ تسلی دے رکھی تھی کہ اس نے جاسوسی کا جو جال بچھایا ہے وہ خطروں سے قبل از وقت خبردار کر دے گا۔ انہیں خضر الحیات کے قتل اور مصلح الدین کی گرفتاری کا بھی علم نہیں تھا۔ غیاث بلبیس کو مشورہ دیا گیا تھا کہ

وہ سلطان ایوبی کو اطلاع بھجوا دے لیکن اس نے یہ کہہ کر اس مشورے پر عمل نہیں کیا تھا کہ تفتیش مکمل کر کے ہی اصل صورت حال سے سلطان ایوبی کو آگاہ کرے گا۔

☆ ☆ ☆

فاطمہ کو گشتی دستے کے کمانڈر نے رات بھر الگ خیمے میں رکھا۔ سحر کا دھندلکا ابھی صاف نہیں ہوا تھا جب اسے اور تینوں نقاب پوشوں کو آٹھ محافظوں کے ساتھ قاہرہ کے لئے روانہ کر دیا گیا۔ یہ قافلہ سورج غروب ہونے کے بعد قاہرہ پہنچا اور سیدھا کوتوالی گیا۔ غیاث بلبیس اس واردات کی تفتیش میں مصروف تھا۔ اس وقت وہ تہ خانے میں تھا۔ اس نے مصلح الدین کے گھر کی تلاشی لے کر وہاں سے اس کی داشتہ کو برآمد کر لیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو از بک مسلمان بتاتی تھی۔ اس نے بلبیس کو گمراہ کرنے کی بہت کوشش کی جس کے جواب میں بلبیس نے اسے اس کوٹھڑی کی جھلک دکھا دی جہاں بڑے سے بڑے سخت جان مرد بھی سینے کے راز اگل دیا کرتے تھے۔ لڑکی نے اعتراف کر لیا کہ وہ یروشلم سے آئی ہے اور عیسائی ہے۔ اس نے اس اعتراف کے ساتھ ہی بلبیس کو اپنے جسم اور دولت کے لالچ دینے شروع کر دیئے۔ بلبیس نے مصلح الدین کے گھر کی تلاشی میں جو دولت برآمد کی تھی اس نے اس کا دماغ ہلا دیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ مصلح الدین کیوں صلیبیوں کے جال میں پھنس گیا تھا۔ خود لڑکی اس قدر پُرکشش اور چرب زبان تھی کہ اسے ٹھکرانے کے لئے پتھر دل کی ضرورت تھی۔

بلبیس نے اپنا ایمان ٹھکانے رکھا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ کوئی بہت بڑی سازش ہے جس کی کڑیاں یروشلم سے جا کر ملتی ہیں' اس نے لڑکی سے کہا کہ وہ ہر ایک بات بتا دے۔ لڑکی نے جواب دیا۔

''میں جو کچھ بتا سکتی تھی بتا دیا۔ اس سے آگے کچھ بتاؤں گی تو یہ صلیب کے ساتھ دھوکا ہوگا۔ میں صلیب پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھا چکی ہوں کہ اپنے فرض کی ادائیگی میں جان دے دوں گی' میرے ساتھ جو بھی سلوک کرنا چاہو کر لو، میں مزید کچھ نہیں بتاؤں گی۔ اگر مجھے آزاد کر کے یروشلم یا کرک پہنچا دو گے تو منہ مانگی دولت تمہارے قدموں میں رکھ دی جائے گی۔ مصلح الدین قید

''مصلح، میرے دوست! میں جو پوچھتا ہوں بتا دو۔ تمہاری بیوی کہاں ہے اور اسے کس سے اغوا کرایا ہے؟ اب تمہیں کچھ اور باتیں بھی بتانی پڑیں گی۔ تمہاری داشتہ اپنے آپ کو بے نقاب کر چکی ہے۔''

''مجھے کھول دے رذیل انسان۔'' مصلح الدین نے غصے اور درد سے دانت پیس کر کہا۔ ''امیر مصر کو آنے دے۔ میں تیرا ایسا حشر کراؤں گا۔''

اتنے میں بلبیس کے ایک اہلکار نے آ کر اس کے کان میں کچھ کہا تو حیرت سے اس کی آنکھیں ٹھہر گئیں۔ وہ دوڑتا ہوا تہ خانے سے نکلا اور اوپر چلا گیا۔ وہاں مصلح الدین کی بیوی اور اسے اغوا کرنے والے تینوں آدمی بیٹھے تھے۔ فاطمہ نے اسے بتایا کہ وہ کس طرح اغوا ہوئی اور تینوں کس طرح پکڑے گئے۔ بلبیس فاطمہ اور تینوں مجرموں کو تہ خانے میں لے گیا اور مصلح الدین کے سامنے جا کھڑا کیا۔ مصلح الدین نے انہیں دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ بلبیس نے پوچھا۔

''ان تینوں میں سے قاتل کون ہے؟'' مصلح الدین خاموش رہا۔ بلبیس نے تین دفعہ پوچھا وہ پھر بھی خاموش رہا۔ بلبیس نے تہ خانے کے ایک آدمی کو اشارہ کیا تو وہ آدمی آگے آیا اور مصلح الدین کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اس کے ساتھ لٹک گیا اس آدمی کا وزن مصلح الدین کی کلائیاں کاٹنے لگا جو رسے سے بندھی ہوئی تھیں اس نے درد سے چیختے ہوئے کہا۔ ''درمیان والا۔''

بلبیس تینوں کو الگ لے گیا اور ان سے پوچھا کہ وہ بتا دیں کہ وہ کون ہیں اور یہ سارا سلسلہ کیا ہے ورنہ وہ یہاں سے زندہ نہیں نکل سکیں گے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور بولنے پر رضامند ہو گئے۔ بلبیس نے انہیں الگ الگ کر دیا اور فاطمہ کو اوپر لے گیا۔ فاطمہ نے اسے وہی بات سنائی جو سنائی جا چکی ہے۔ اس نے اپنے متعلق بتایا کہ اس کی ماں سوڈانی اور باپ مصری ہے۔ تین سال گزرے وہ اپنے باپ کے ساتھ مصر آئی تھی۔ مصلح الدین نے اسے دیکھ لیا اور اس کے باپ کے پاس آدمی بھیجے اسے یہ معلوم نہیں کہ رقم کتنی طے ہوئی تھی۔ باپ اسے مصلح الدین کے گھر چھوڑ گیا اور ایک تھیلی لے کر چلا گیا۔ مصلح الدین نے ایک عالم اور چند ایک آدمیوں کو بلا کر باقاعدہ نکاح پڑھایا اور وہ اس کی بیوی بن گئی۔ وہ اس کے ساتھ بہت محبت کرتا تھا۔ محبت فاطمہ کی کمزوری تھی۔ باپ سے اسے محبت اور شفقت نہیں ملی تھی۔ اسے شک تھا کہ باپ اسے یہاں بیچنے کے لئے ہی لایا تھا۔ مصلح الدین کے خلاف اسے کبھی بھی شک نہیں ہوا کہ وہ اتنا برا آدمی ہے۔ وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ اس کی باہر کی سرگرمیوں کے متعلق فاطمہ کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

صلاح الدین ایوبی نے شوبک کی طرف کوچ کیا تو اس کے فوراً بعد مصلح الدین میں ایک

تبدیلی آئی۔ وہ رات میں بہت دیر تک باہر رہنے لگا۔ ایک رات فاطمہ نے دیکھا کہ وہ شراب پی کر آیا ہے۔ فاطمہ کا باپ بھی شرابی تھا۔ وہ شراب کی بو اور شرابی کو پہچان سکتی تھی۔ اس نے مصلح الدین کی محبت کی خاطر یہ بھی برداشت کرلیا۔ پھر گھر میں رات کے وقت اجنبی آدمی آنے لگے۔ مصلح الدین نے ایک رات فاطمہ کو اشرفیوں کی دو تھیلیاں اور سونے کے چند ایک ٹکڑے دکھا کر گھر میں رکھ لیے اور ایک رات جب وہ شراب میں بدمست ہو کر آیا تو اس نے فاطمہ سے کہا۔

''اگر مصر کا شمالی علاقہ جو بحیرۂ روم کے ساحل کے ساتھ ملتا ہے مجھے مل جائے تو تم پسند کرو گی یا سوڈان کی سرحد کے ساتھ کا علاقہ؟ تم جو پسند کرو اس کی تم ملکہ ہو گی اور میں بادشاہ۔'' فاطمہ اتنے اونچے دماغ کی لڑکی نہیں تھی کہ اس سلسلے میں اس سے کچھ پوچھتی۔ وہ سمجھی کہ اس کا خاوند زیادہ شراب پی کر بہک گیا ہے۔ ہوش میں وہ ایسی باتیں نہیں کرتا تھا۔ پھر ایک روز بڑی حسین لڑکی اس کے گھر لائی گئی۔ اس کے ساتھ دو آدمی بھی تھے۔ یہ لڑکی اس کے گھر میں رہی مگر نکاح نہیں پڑھا یا گیا۔ اس لڑکی نے فاطمہ کو دوست بنانے کی بہت کوشش کی لیکن اسے اس لڑکی سے نفرت ہو گئی۔ اس لڑکی نے اس سے اس کا خاوند چھین لیا تھا۔ اس کے بعد خضر الحیات کے قتل کا واقعہ ہو گیا۔

☆☆☆

تینوں نقاب پوشوں نے پہلے تو بلبیس کو غلط باتیں بتانے کی کوشش کی لیکن بلبیس انہیں راستے پر لے آیا۔ تینوں نے الگ الگ جو بیان دیئے ان سے یہ انکشاف ہوا کہ تینوں حشیشین کے گروہ کے آدمی ہیں۔ انہیں صلیبیوں کی طرف سے مصلح الدین کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ مصلح الدین کو بے شمار دولت اور ایک عیسائی لڑکی دی گئی تھی' ساتھ ہی یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ صلاح الدین ایوبی کے خلاف بغاوت کامیاب کروا دے گا تو مصر کی سرحد کے ساتھ اسے ایک الگ ریاست بنا کر دی جائے گی جس کی حکمرانی اس کے اور عیسائی لڑکی کے ہاتھ میں ہو گی۔ مصلح الدین نے اعلیٰ حکام کو اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دیا مگر خضر الحیات اس کے ہاتھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مالیات اور بیت المال پر قبضہ ضروری تھا جو خضر الحیات کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔ خزانے کا محافظ دستہ جانبازوں کا منتخب گروہ تھا۔ مصلح الدین خضر الحیات کو قتل کروا کر اس دستے کو تبدیل کرانا چاہتا تھا۔ اس میں باغی افراد رکھنے تھے اور دو حشیشین۔ ان تینوں کے ذمہ ہر اس حاکم کا قتل تھا جس کا فیصلہ مصلح الدین کو کرنا تھا۔ انہیں اس کام کی اُجرت صلیبیوں کی طرف سے باقاعدہ مل رہی تھی۔ وہ چونکہ یہ کام کاروبار اور پیشے کے طور پر کرتے تھے اس لئے فالتو اجرت لینے کی بھی کوشش کرتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے مصلح الدین سے پچاس اشرفیاں اور سونا الگ مانگا جو اس نے خضر الحیات

کے قتل کے بعد انہیں نہیں دیا۔ اس نے کہا تھا کہ تمہیں پوری اُجرت مل رہی ہے۔ انہوں نے اسے قتل کی دھمکی دی تو اس نے انہیں اپنی بیوی پیش کر دی اور کہا کہ تمہیں اس کی اچھی قیمت مل جائے گی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ فاطمہ اس کے ساتھ تعاون نہیں کر رہی تھی۔

مصلح الدین ابھی تک چھت کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ اسے بیان لینے کے لیے نیچے اُتارا گیا تو وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ جاسوس لڑکی کوٹھڑی میں گئے تو وہ مری پڑی تھی۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ طبیبوں نے دیکھتے ہی کہہ دیا کہ اس نے زہر کھا لیا ہے۔ اس کے پاس چھوٹا سا ایک کپڑا پڑا ہوا تھا۔ صاف پتا چلتا تھا کہ اس میں زہر بندھا ہوا تھا جو لڑکی نے اپنے کپڑوں میں کہیں چھپا رکھا تھا۔ بہت دیر بعد مصلح الدین ہوش میں آیا لیکن وہ بہکی بہکی باتیں کرتا تھا۔ بولتے بولتے چپ ہو جاتا اور پھٹی پھٹی نظروں سے سب کو دیکھنے لگتا اور پھر بے معنی سی باتیں شروع کر دیتا تھا۔ طبیبوں نے اسے دوائیاں کھلائیں لیکن اس کا دماغ اذیت اور پکڑے جانے کے صدمے سے بگڑ گیا تھا۔

اسی رات غیاث بلبیس کے پاس ایک معزز شخصیت آئی۔ اس کا نام زین الدین علی بن نجا الواعظ تھا۔ اس نے بلبیس سے کہا کہ اسے پتا چلا ہے کہ کچھ جاسوس اور تخریب کار پکڑے گئے ہیں۔ وہ بھی کچھ انکشاف کرنا چاہتا ہے۔ زین الدین مذہب' سیاست اور معاشرت کے میدان کا بزرگ قائد تھا۔ وہ پیر و مرشد تو نہیں تھا لیکن بڑے بڑے حاکم بھی اس کے مرید تھے۔ چھوٹے آدمی اسے پیروں کی طرح مانتے تھے۔ اسے حاکموں اور معاشرت میں اونچی حیثیت کے دو چار افراد سے پتا چلا تھا کہ سلطان ایوبی اور اس کی فوج کی غیر حاضری سے دشمن فائدہ اٹھا رہا ہے اور ایسی چابکدستی سے سازش اور بغاوت کا زہر پھیلا رہا ہے کہ کسی کو پکڑنا آسان نہیں ہے۔ زین الدین نے غیاث بلبیس اور علی بن سفیان کے نائب حسن بن عبداللہ کو بتانے کے بجائے اپنے طور پر اس تخریب کاری کی جاسوسی شروع کر دی تھی۔ فوج کے چھوٹے بڑے افسر اس کی محفل میں آتے رہتے تھے۔ اس نے ان سے بہت سی باتیں معلوم کر لیں بلکہ متعدد ذمہ دار افراد کے نام اور ان کی سرگرمیاں بھی معلوم کر لی تھیں۔ دراصل اس نے ذاتی طور پر تخریب کاروں کے خلاف اپنا ایک گروہ تیار کر لیا تھا جس نے نہایت نازک راز حاصل کر لئے تھے۔

ایک مصری وقائع نگار محمد فرید ابو حدید نے اپنی تصنیف ''سلطان صلاح الدین ایوبی'' میں سازش اور بغاوت کے انکشاف کا سہرا زین الدین علی کے سر باندھا ہے اور تین چار مورخین کے حوالے دیئے ہیں لیکن اس دور کی جو تحریریں محفوظ ہیں' ان سے پتا یہ چلتا ہے کہ محکمۂ مالیات کے ناظم

کے قتل سے صلیبیوں کی یہ سازش بے نقاب ہوگئی تھی جس کے آلۂ کار وہ مسلمان تھے جن پر سلطان ایوبی کو اعتماد تھا۔ بہرحال اس بزرگ شخصیت کی ذاتی کاوش اور اس کا جو حاصل تھا وہ قومی سطح کا ایسا کارنامہ تھا جسے مورخین نے بجا طور پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اس نے بلبیس سے کہا کہ وہ ابھی کچھ دن اور اپنی جاسوسی جاری رکھنا چاہتا تھا تاکہ ہر ایک سازشی کی نشاندہی ہو جائے لیکن ان تخریب کاروں کی گرفتاری کی خبر شہر میں مشہور ہوگئی ہے جس سے لگتا ہے ان کے ساتھی روپوش ہو جائیں گے۔ اس نے نام اور پتے وغیرہ بتا دیئے۔ اپنے آدمی بھی بلبیس کے حوالے کر دیئے۔ حسن بن عبداللہ کو بھی فوراً وہاں بلا لیا گیا۔

حسن اور بلبیس نے فیصلہ کیا کہ سلطان ایوبی کو فوری طور پر اطلاع دے دی جائے۔ اس کے لئے زین الدین کو ہی منتخب کیا گیا اور اسی روز اسے بارہ سواروں کے محافظ دستے کے ساتھ شوبک روانہ کر دیا گیا۔

☆☆☆

تیسری شام یہ قافلہ شوبک پہنچ گیا۔ سلطان ایوبی نے جب زین الدین کو دیکھا تو حیران بھی ہوا اور خوش بھی۔ وہ اس شخصیت سے واقف تھا اس لئے بغلگیر ہو کر ملا۔ زین الدین نے کہا۔

''میں کوئی اچھی خبر نہیں لایا۔ ناظم مالیات خضر الحیات قتل ہو چکا ہے اور اس کا قاتل آپ کا نائب ناظم مصلح الدین کو توالی میں پاگل ہو گیا ہے۔'' سلطان کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ زین الدین نے اسے تسلی دی اور تفصیلات سنا دیں۔ اُس فوج کے متعلق جو مصر میں تھی اس نے بتایا کہ اس میں بے اطمینانی پھیلا دی گئی ہے بلکہ اس قسم کی افواہیں پھیلائی گئی ہیں کہ شوبک کو سر کرنے والی فوج کو سونے چاندی سے مالا مال کر دیا گیا ہے اور اسے عیسائی لڑکیاں بھی دی گئی ہیں۔ مصر والی فوج میں یہ دہشت بھی پیدا کر دی گئی ہے کہ سوڈانیوں کا بہت بڑا لشکر مصر پر حملہ کرنے والا ہے جسے مصر کی یہ تھوڑی سی فوج روک نہیں سکے گی۔ اس فوج کے ہر ایک سپاہی کو قتل کر دیا جائے گا اور صلاح الدین خود بھی یہی چاہتا ہے کہ یہ فوج قتل ہو جائے۔ اس کے علاوہ یہ افواہ بھی پھیلائی گئی ہے کہ سلطان ایوبی محاذ پر شدید زخمی ہو گیا ہے۔ شاید زندہ نہیں رہے گا۔ اس کے کمانڈر وہاں من مانی کر رہے ہیں۔ زین الدین نے بتایا کہ سلطان ایوبی کے زخمی ہونے کی خبر پر یقین کر لیا گیا ہے اسی لئے مصلح الدین جیسے حاکم صلیبیوں کی مدد سے مصر کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرنے اور اپنی اپنی خود مختار ریاستوں کے قیام کے انتظامات کر رہے ہیں۔

سلطان ایوبی نے وقت ضائع کئے بغیر برق رفتار قاصد بلایا اور نورالدین زنگی کے نام ایک

پیغام میں مصر کے سارے حالات لکھے اور اس سے فوجی مدد مانگی۔ اس نے لکھا کہ میں یہاں رہتا ہوں تو مصر ہاتھ سے جاتا ہے۔ چلا جاتا ہوں تو شوبک کی فتح شکست میں بدل جائے گی۔ لیا ہوا علاقہ کسی قیمت پر واپس نہیں دیا جائے گا۔ میں ابھی فیصلہ نہیں کر سکا کہ یہاں رہوں یا مصر چلا جاؤں۔ اس نے قاصد سے کہا کہ وہ دن اور رات گھوڑا بھگاتا رہے۔ گھوڑا تھک جائے تو جو کوئی سوار سامنے آئے اس سے گھوڑا بدل لے۔ کوئی انکار کرے تو اسے قتل کر دے۔ رفتار کم نہ ہو اور اسے یہ ہدایت بھی دی کہ اگر وہ دشمن کے گھیرے میں آجائے تو نکلنے کی کوشش کرے اور اگر پکڑا جائے یہ پیغام منہ میں ڈال کر نگل لے۔ دشمن کے ہاتھ پیغام نہ لگے۔ قاصد روانہ ہو گیا۔ سلطان ایوبی نے ایسا ہی ایک اور قاصد بلایا اور اسے اپنے بھائی تقی الدین کے نام پیغام لکھ کر اسے بھی وہی ہدایات دیں جو پہلے قاصد کو دی تھیں۔ اس پیغام میں اس نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے، جتنے لڑاکا آدمی اکٹھے کر سکتے ہو گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور قاہرہ پہنچو۔ راستے میں بلا ضرورت رکنا نہیں۔ مجھے معلوم نہیں میں تمہیں کہاں ملوں گا' ملوں گا بھی یا نہیں۔ اگر قاہرہ میں ہماری ملاقات نہ ہو سکی اور اگر میں زندہ نہ ہوا تو امارتِ مصر سنبھال لینا۔ مصر بغداد کی خلافت کی مملکت ہے اور خدائے ذوالجلال نے اس مملکت کی ذمہ داری ایوبی خاندان کو سونپی ہے۔ روانگی سے پہلے قبلہ والدِ محترم (نجم الدین ایوب) کے آگے جھکنا اور انہیں کہنا کہ وہ تمہاری پیٹھ پر ہاتھ پھیریں۔ پھر محترمہ والدہ کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر ان کی روح سے دعائیں لے کر آنا۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ میں جہاں ہوں وہاں اسلام کا پرچم سرنگوں نہیں ہوگا۔ تم مصر میں اس پرچم کو سربلند رکھنا۔

یہ قاصد بھی روانہ ہو گیا۔

ان دونوں میں سے جو قاصد نورالدین زنگی کے پاس پہنچا اس کی جسمانی حالت یہ تھی کہ اس کا بایاں بازو تلوار کے زخموں سے قیمہ بنا ہوا تھا اور اس کی پیٹھ میں ایک تیر اُترا ہوا تھا۔ وہ زنگی کے قدموں میں گر کر بس اتنا ہی کہہ سکا کہ راستے میں دشمن مل گیا تھا۔ اس حال میں پیغام لے کر نکلا ہوں۔

اس نے پیغام زنگی کے ہاتھ میں دیا اور شہید ہو گیا۔ نورالدین زنگی کی فوج جب شوبک کے قریب پہنچی تو قلعے اور شہر میں اعلان ہو گیا کہ صلیبیوں کا بہت بڑا حملہ آرہا ہے۔ گرد آسمان تک جا رہی تھی۔ پتا نہیں چلتا تھا کہ گرد میں کیا ہے۔ امکان یہی تھا کہ یہ صلیبی فوج ہے۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر شوبک کی فوج مقابلے کے لئے تیار ہو گئی لیکن گرد میں جو جھنڈے نظر آئے وہ اسلامی تھے۔ پھر گرد میں سے تکبیر کے نعرے سنائی دیتے ہی قلعے سے سلطان ایوبی کے نائبین استقبال کے لئے آگے چلے گئے۔

تین چار روز بعد صبح سویرے قاہرہ میں جو فوج تھی اسے میدان میں جمع ہونے کا حکم ملا۔ فوجی چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ انہیں تیاری کا یہ حکم کیوں ملا ہے۔ بعض نے کہا کہ بغاوت ہوگی۔ کسی نے کہا کہ سوڈانیوں کا حملہ آرہا ہے۔ ان کے کمانڈروں تک کو علم نہیں تھا کہ اس اجتماع کا مقصد کیا ہے۔ یہ حکم فوج کی مرکزی کمان سے جاری ہوا تھا۔ جب تمام فوج اپنی ترتیب سے میدان میں آگئی تو ایک طرف سے چھ سات گھوڑے دوڑتے ہوئے آئے۔ سب دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سب سے آگے صلاح الدین ایوبی تھا۔ سب جانتے تھے کہ وہ شوبک میں ہے۔ سلطان ایوبی نے ایک عجیب حرکت کی۔ اس نے تہ بند کے سوا تمام کپڑے اُتار پھینک دیئے۔ سر بھی ننگا کر دیا اور فوج کی تمام صفوں کے سامنے سے گھوڑا دلکی چال میں چلاتا ہوا گزر گیا۔ پھر سامنے آکر بلند آواز سے کہا۔ ''میرے جسم پر کسی نے کوئی زخم دیکھا ہے؟ کیا میں زندہ ہوں یا مردہ؟''

''امیر مصر کا اقبال بلند ہو۔'' ایک شتر سوار نے کہا۔ ''ہمیں بتایا گیا تھا کہ آپ زخمی ہیں اور جانبر نہیں ہوسکیں گے۔''

''اگر یہ خبر جھوٹی ہے تو وہ افواہیں بھی جھوٹی ہیں جو تمہارے کانوں میں ڈالی گئی ہیں۔'' سلطان ایوبی نے اتنی بلند آواز سے کہا کہ آخری صف تک اس کی آواز پہنچ گئی تھی۔ اس نے کہا ''جن مجاہدین کے متعلق تمہیں بتایا گیا ہے کہ وہاں سونا اور چاندی لوٹ رہے ہیں اور عیسائی لڑکیوں کے ساتھ عیش کر رہے ہیں وہ ریگستان میں اگلا قلعہ اور اس سے اگلا قلعہ اور اس سے اگلا قلعہ سر کرنے کی تیاریوں میں پاگل ہو رہے ہیں۔ وہ کیوں بھوکے پیاسے مر رہے ہیں؟ صرف اس لئے کہ تمہاری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عصمتوں کو صلیبی درندوں سے بچا سکیں۔ شوبک میں ہم نے مسلمان بچیوں، ان کی ماؤں اور ان کے باپوں کا یہ حال دیکھا ہے کہ بچیاں عیسائیوں کے پاس تھیں اور ان کی مائیں اور باپ عیسائیوں کے لئے بیگار کر کر کے مر رہے تھے۔ آج بھی کرک، یروشلم اور فلسطین کی ہر اُس بستی میں جو عیسائیوں کے قبضے میں ہے مسلمانوں کا یہی حال ہو رہا ہے۔ مسجدیں اصطبل بنا دی گئی ہیں اور قرآن کے مقدس ورق گلیوں میں عیسائیوں کے قدموں میں مسلے جا رہے ہیں۔'' یہ تقریر اتنی جوشیلی اور سنسنی خیز تھی کہ ایک کماندار نے چلا کر کہا۔

''پھر ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟ ہمیں بھی محاذ پر کیوں نہیں لے جایا جاتا؟''

''تمہیں یہاں اس لئے بٹھایا گیا ہے کہ دشمن کی پھیلائی ہوئی افواہیں سن کر اُن پر یقین کرو۔'' سلطان ایوبی نے کہا۔ ''تم یہاں اپنے پرچم کے خلاف بغاوت کرو تا کہ سوڈانیوں کے

ساتھ صلیبی اس سرزمین پر بھی قبضہ کرلیں اور تمہاری بیٹیوں کی بھی عصمت دری کریں۔ تم قرآن کے ورق اپنے ہاتھوں سے باہر کیوں نہیں بکھیر دیتے؟ کیا تم قرآن کی توہین صلیبیوں سے کرانا چاہتے ہو؟ تم جو اپنے ایمان کی حفاظت نہیں کر سکتے قوم کی آبرو کی حفاظت کیا کرو گے۔'' تمام فوج میں ہلچل سی پیدا ہوگئی۔ سلطان ایوبی نے مزید کہا۔

''تمہیں یہاں چند ایک کماندار نظر نہیں آرہے۔ وہ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔''

اس نے اشارہ کیا تو ایک طرف سے دس گیارہ آدمی گردنوں میں رسیاں ڈالے اور ہاتھ پیٹھ کے پیچھے بندھے ہوئے آگے لائے گئے' انہیں صفوں کے آگے سے گزارا گیا۔ سلطان ایوبی نے اعلان کیا۔

''یہ تمہارے کماندار تھے لیکن یہ اس قوم کے دوست ہیں جو تمہارے رسولؐ اور تمہارے قرآن کی دشمن ہے۔ یہ پکڑے گئے ہیں۔'' سلطان ایوبی نے فوج کو خضر الحیات کے قتل اور مصلح الدین کی گرفتاری کا پورا واقعہ سنایا۔ پھر مصلح الدین کو سامنے لایا گیا۔ وہ ابھی تک پاگل پن کی حالت میں تھا۔ سلطان ایوبی گزشتہ رات کوتوالی کے تہ خانے میں اسے دیکھ آیا تھا۔ اس نے سلطان ایوبی کو پہچانا نہیں تھا۔ وہ اپنی ریاست اور خود مختار حکمرانی کی باتیں کر رہا تھا۔ سلطان ایوبی نے اسے گھوڑے پر بٹھا کر فوج کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اس نے فوج کو دیکھا اور بلند آواز سے بولا۔ ''یہ میری فوج ہے۔ مصر کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دو۔ میں تمہارا بادشاہ ہوں۔ صلاح الدین ایوبی مصر کا دشمن ہے۔ تم اسے قتل کر دو۔''

وہ بولے جا رہا تھا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ فوج کی صفوں سے ''پنگ'' کی آواز آئی اور ایک تیر مصلح الدین کی شہ رگ میں اُتر گیا۔ وہ گر رہا تھا جب کئی اور تیر اس کے جسم میں اُتر گئے۔ تب سلطان ایوبی نے چلا کر تیر اندازوں کو روکا۔ کمانداروں نے تیر چلانے والوں کو آگے آنے کو کہا۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

''ہم نے غدار کو مارا ہے۔ اگر یہ قتل ہے تو گردنیں حاضر ہیں۔'' سلطان ایوبی نے انہیں معاف کر دیا۔ اس کے جسم پر ابھی تک صرف تہ بند تھا۔ باقی جسم ننگا تھا۔ اس نے جلاد کو بلایا اور ان غداروں کو جنہیں فوج کے سامنے لایا گیا تھا جلاد کے حوالے کر کے ان کے سر جسموں سے الگ کروا دیئے۔

اس نے ایک اور حکم دے کر سب کو حیران کر دیا۔ اس نے حکم دیا کہ یہ فوج یہیں سے محاذ کے لئے کوچ کرے گی۔ تمہارا ذاتی اور دیگر ساز و سامان اور رسد تمہارے پیچھے آئے گا۔

فوج کوچ کر گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ مصر فوج کے بغیر رہے گا۔ سلطان ایوبی نے غداروں کے کٹے ہوئے سر دیکھے۔ وہ کسی سے کوئی بات کرنے لگا تو اسے ہچکی سی آئی اور اس کے آنسو بہہ نکلے۔ اس نے کپڑے پہنے اور ایک سمت چل پڑا۔ پھر اس نے اپنے ساتھ کے حکام سے کہا۔

"مجھے خطرہ نظر آرہا ہے کہ دشمن ملتِ اسلامیہ میں اسی طرح غدار پیدا کرتا رہے گا اور وہ دن آجائے گا' جب غداروں کی گردنیں مارنے والے بھی دشمن کو دوست کہنے لگیں گے۔ میرے دوستو! اسلام کو سربلند دیکھنا چاہتے ہو تو دوست اور دشمن کو پہچانو۔"

☆☆☆

مصر کے جن حاکموں کو معلوم نہیں تھا کہ سلطان ایوبی نے فوج کو کیوں کوچ کروایا ہے' انہیں اس نے بتایا کہ یہ فوج یہاں فارغ بیٹھی تھی جبکہ میں یہ حکم دے گیا تھا کہ اسے فارغ نہ رہنے دیا جائے۔ جنگی مشقیں جاری رہیں اور شہر سے دور لے جا کر اس فوج کو وقتاً فوقتاً جنگی حالت میں رکھا جائے اور ذہنی تربیت بھی جاری رہے مگر میرے حکم پر عمل نہیں کیا گیا۔ میں نے دو ذمہ دار حاکموں کو سزائے موت دے دی ہے جنہوں نے ایک سازش کے تحت فوج کو فارغ رکھا۔ سپاہی جوئے اور نشے سے دل بہلانے لگے تو ان کے ذہن بھی افواہوں کو قبول کرنے لگے۔ تم شاید یہ سوچ رہے ہو کہ مصر میں فوج نہیں رہی۔ گھبراؤ نہیں فوج آرہی ہے۔ جس فوج نے شوبک فتح کیا ہے وہ قاہرہ میں داخل ہو چکی ہے۔ اس نے میرے پیچھے کوچ کیا تھا۔ وہ فوج دشمن کو اور دشمن کے گناہوں کو بہت قریب سے دیکھ آئی ہے۔ اسے کوئی باغی نہیں کر سکتا۔ اس کے سپاہی شہیدوں کو دھوکا نہیں دیں گے اور یہ فوج جو یہاں سے جا رہی ہے یہ کرک پر حملہ کرے گی یا دشمن اس پر حملہ کرے گا۔ پھر یہ بھی دشمن کو جان جائے گی۔ جو سپاہی ایک بار دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑ لے اسے کوئی لالچ غداری پر آمادہ نہیں کر سکتا۔

یہ انقلاب اس طرح آیا تھا کہ نورالدین زنگی اور اپنے بھائی تقی الدین کی طرف قاصد بھیج کر سلطان ایوبی خفیہ طور پر قاہرہ کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ اپنے نائبین کو کمان دے کر اس نے سخت ہدایت کر دی تھی کہ اس کی غیر حاضری کی کسی کو خبر نہ ہو۔ اس نے کہا تھا کہ زنگی ضرور مدد بھیجے گا۔ جونہی اس کی مدد آئے اتنی ہی اپنی فوج یہاں سے قاہرہ بھیج دی جائے لیکن راستے میں پڑاؤ زیادہ نہ کیا جائے۔ اس سے سلطان ایوبی کے دو مقاصد تھے۔ ایک یہ کہ اگر مصر کی فوج باغی ہو گئی تو محاذ سے آنے والی فوج بغاوت فرو کرے گی اور اگر حالات ٹھیک ہوئے تو مصر کی فوج محاذ پر آجائے گی اور محاذ کی فوج مصر میں رہے گی۔ سلطان ایوبی قاہرہ پہنچا تو اس کی موجودگی خفیہ رکھی گئی۔ راتوں

رات اس نے زین الدین کی نشاندہی کے مطابق تمام غداروں کو سوتے میں پکڑوالیا۔ کئی اور جگہوں پر چھاپے ڈلوائے۔ تین حشیشین نے بھی بعض افراد کے نام بتائے تھے۔ انہیں بھی پکڑا گیا۔ کسی کے عہدے اور رتبے کا لحاظ نہ کیا گیا۔

فاطمہ کو سلطان ایوبی کے حکم کے مطابق زین الدین کے حوالے کر دیا گیا اور اسے کہا گیا کہ کسی موزوں جگہ اس کی شادی کر دی جائے۔ اب سلطان ایوبی تقی الدین کا انتظار کرنے لگا۔ اسے تین دن انتظار کرنا پڑا۔ تقی الدین کم وبیش دو سو سواروں کے ساتھ آ گیا۔ سلطان ایوبی نے اسے مصر کے حالات وواقعات اور آئندہ لائحہ عمل بتا کر قائم مقام امیرِ مصر مقرر کر دیا اور یہ اجازت بھی دے دی کہ وہ سوڈان پر نظر رکھے اور جب ضرورت سمجھے حملہ کر دے۔

یہ ہدایات اور احکام دے کر سلطان ایوبی شوبک کے لئے روانہ ہونے لگا تو علی بن سفیان جو اس کے ساتھ آیا تھا بولا۔ ''کرک کے صلیبیوں نے آپ کے لئے ایک تحفہ بھیجا ہے۔ اگر کچھ دیر اور انتظار کریں تو تحفہ دیکھتے جائیں۔'' علی بن سفیان سلطان ایوبی کو حیرت میں چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ پھر واپس آتے ہی اس نے سلطان ایوبی کو باہر چلنے کو کہا۔

سلطان ایوبی گھوڑے پر سوار ہو کر علی بن سفیان کے ساتھ چل دیا۔ تھوڑی دور میدان میں پانچ سو گھوڑے کھڑے تھے۔ ہر گھوڑے پر زین تھی۔ ان گھوڑوں سے ذرا دور سات آٹھ صلیبی رسیوں سے بندھے ہوئے کھڑے تھے اور اپنی فوج کا ایک سرحدی دستہ بھی مستعد کھڑا تھا۔ سلطان ایوبی نے پوچھا کہ یہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں تو علی بن سفیان نے ایک آدمی کو بلا کر سلطان کے سامنے کھڑا کر دیا اور کہا۔ ''یہ میرا جاسوس ہے۔ یہ تین سال سے صلیبیوں کے لئے جاسوسی کر رہا ہے۔ یہ صلیبیوں اور سوڈانیوں کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے۔ وہ اسے اپنا جاسوس سمجھتے ہیں لیکن یہ میرا جاسوس ہے۔ یہ کرک گیا تھا اور صلیبی بادشاہوں کو سوڈانیوں کا پیغام دیا تھا کہ انہیں پانچ سو گھوڑوں اور زینوں کی ضرورت ہے۔ انہوں نے گھوڑے دے کر اپنے یہ فوجی افسر بھی بھیج دیئے۔ یہ اس سوڈانی فوج کی قیادت کرنے جا رہے تھے جسے مصر پر حملے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے۔ میرا شیر انہیں شمال کی طرف سے گھما پھرا کر ایک پھندے میں لے آیا اور اپنے ایک سرحدی دستے کو بلا لایا اور وہ دستہ ان پانچ سو گھوڑوں اور صلیبی فوجی افسروں کو قاہرہ ہانک لایا۔''

صلیبی افسروں کو معلومات حاصل کرنے لئے علی بن سفیان نے اپنے نائب حسن بن عبداللہ کے حوالے کر دیا اور خود سلطان کے ساتھ شوبک کے لئے روانہ ہو گیا۔

☆☆☆

کھنڈروں کی آواز

سازش اور غداری کے مجرموں کا خون قاہرہ کی ریت نے ابھی اپنے اندر جذب نہیں کیا تھا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا بھائی تقی الدین اس کے بلاوے پر دو سو منتخب سواروں کے ساتھ قاہرہ پہنچ گیا۔ سازش کے مجرموں کی گردنیں کاٹی جا چکی تھیں اور یوں نظر آتا تھا جیسے قاہرہ کی ریت ان مرے ہوئے مسلمانوں کا خون اپنے اندر جذب کرنے سے گریز کر رہی ہے جو صلیبیوں کے ساتھ مل کر سلطنتِ اسلامیہ کے پرچم کو سرنگوں کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ سلطان ایوبی نے ان سب کی لاشیں دیکھیں' اُن کے کٹے ہوئے سر ان کے بے جان جسموں کے سینوں پر رکھ دیئے گئے تھے۔ صرف ایک لاش تھی جو سب سے بڑے غدار کی تھی اور جس پر سلطان ایوبی کو کلی طور پر اعتماد تھا۔ اس لاش کا سر بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ ایک تیر اس کی شہ رگ میں داخل ہو کر دوسری طرف نکلا ہوا تھا۔ یہ قاہرہ کا نائب ناظم مصلح الدین تھا۔ فوج کے سامنے جب اس کا جرم سنایا جا رہا تھا تو ایک جوشیلے اور محبِ اسلام سپاہی نے کمان میں تیر ڈال کر مصلح الدین کی شہ رگ سے پار کر دیا تھا۔ سلطان ایوبی نے سپاہی کی اس غیر قانونی حرکت کو جو فوجی ڈسپلن کے خلاف تھی صرف اس لئے نظر انداز کر کے معاف کر دیا تھا کہ کوئی بھی صاحبِ ایمان اسلام کے خلاف غداری برداشت نہیں کر سکتا۔ سلطان ایوبی نے خود اپنی فوج میں ایمان کی یہ قوت پیدا کی تھی۔

ان لاشوں کو دیکھ کر سلطان ایوبی کے چہرے پر خوشی کی ہلکی سی بھی جھلک نہیں تھی کہ اس کی صفوں اور نظامِ حکومت میں سے اتنے زیادہ غدار اور سازشی پکڑے گئے اور انہیں سزائے موت دے دی گئی۔ بلکہ اُس کے چہرے پر اداسی تھی اور آنکھیں گہری سرخ تھیں جیسے وہ آنسو روکنے کی کوشش کر رہا ہو۔ غصہ تو تھا ہی جس کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا۔

''ان میں سے کسی کا جنازہ نہیں پڑھایا جائے گا۔ ان کی لاشیں ان کے رشتہ داروں کو نہیں دی جائیں گی تاکہ انہیں کفن نہ پہنائے جائیں۔ رات کے اندھیرے میں انہیں ایک گہرے گڑھے میں پھینک کر مٹی ڈال دو اور زمین ہموار کر دو۔ اس دنیا میں ان کا نشان بھی باقی نہ رہے۔''

''امیرِ محترم!'' سلطان ایوبی کے ایک رفیق اور معتمدِ خاص قاضی بہاؤالدین شداد نے

سلطان ایوبی سے کہا۔ ''کوتوال اور شاہدوں کے بیان اور قاضی کا فیصلہ تحریر میں لاکر دستاویز میں محفوظ کر لینا ضروری ہے تا کہ یہ اعتراض نہ رہے کہ یہ فیصلہ صرف ایک فرد کا تھا۔ آپ کا فیصلہ برحق ہے۔ انصاف کر دیا گیا ہے مگر قانون کا تقاضا کچھ اور ہے۔''

''کیا قرآن نے یہ حکم دیا ہے کہ دینِ الٰہی کی جڑیں کفار کے ساتھ مل کر کاٹنے والے کو یہ حق دیا جائے کہ وہ قانون کے سامنے کھڑا ہو کر دینداروں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے پاسبانوں کو جھوٹا ثابت کرے؟'' سلطان ایوبی نے ایسے تحمل سے کہا جس میں ایک دیندار مسلمان کا عتاب صاف جھلک رہا تھا۔ اُس نے ان تمام حاکموں کو جو وہاں موجود تھے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اگر میں نے بے انصافی کی ہے تو مجھے اتنے زیادہ انسانوں کے قتل کے جرم میں سزائے موت دے دو اور میری لاش شہر سے دور ایسی جگہ پھینک دو جہاں صحرائی لومڑیاں اور گدھ میری کوئی ہڈی بھی اس زمین پر نہ رہنے دیں لیکن میرے رفیقو! مجھے سزا دینے سے پہلے قرآن پاک الف لام میم سے والناس تک پڑھ لینا۔ اگر قرآن مجھے سزا دیتا ہے تو میری گردن حاضر ہے۔''

''بے انصافی نہیں ہوئی سالارِ اعظم!'' کسی اور نے کہا۔ ''قاضی شداد کا مقصد یہ ہے کہ قانون کی بے حرمتی نہ ہو۔''

''میں سمجھ گیا۔'' سلطان ایوبی نے کہا۔ ''ان کا مقصد آئینے کی طرح صاف ہے۔ میں آپ سب کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حاکمِ وقت ذاتی طور پر جانتا ہے کہ جسے غداری کے جرم میں اس کے سامنے لایا گیا ہے وہ غداری کا مجرم ہے تو حاکمِ وقت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ شہادتوں اور قانون کے دیگر جھمیلوں میں پڑے بغیر غدار کو وہی سزا دے جس کا وہ حقدار ہے۔ اگر وہ سزا دینے سے گریز کرتا' ڈرتا یا ہچکچاتا ہے تو وہ حاکمِ وقت خود بھی غدار ہے یا کم از کم نااہل اور بے ایمان ضرور ہے۔ وہ ڈرتا ہے کہ قاضی کے سامنے جا کر مجرم اسے بھی مجرم کہہ دیں گے۔ میرا سینہ صاف ہے۔ مجھے غداروں کی صف میں کھڑا کر دو۔ خدا کا ہاتھ مجھے ان سے الگ کر دے گا۔ اگر تمہارے سینے ربِّ کعبہ کے نور سے منور ہیں تو مجرموں کا سامنا کرنے سے مت ڈرو۔ تاہم میرے دوست بہاؤالدین نے جو مشورہ دیا ہے اس پر عمل کرو۔ کاغذات تیار کر کے محترم قاضی سے فیصلہ تحریر کرا لو۔ ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ ان کا نہیں ہوگا۔ تحریر کر دیا جائے کہ امیرِ مصر جو افواجِ مصر کا سالارِ اعلیٰ بھی ہے' اس نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ان مجرموں کو سزائے موت دی ہے جن کا جرم بلا شک و شبہ ثابت ہو گیا تھا۔'' سلطان ایوبی نے اپنے بھائی تقی الدین کی طرف

دیکھا۔ وہ بڑے لمبے سفر سے آیا تھا اس لئے تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ سلطان ایوبی نے اس سے کہا۔ ''میں تمہارے چہرے پر تفکر اور تھکن دیکھ رہا ہوں لیکن تم آرام نہیں کر سکو گے۔ تمہارا سفر ختم نہیں ہوا بلکہ اب شروع ہوا ہے۔ مجھے شوبک جلدی پہنچنا ہے مگر میں تمہارے ساتھ کچھ ضروری باتیں کر کے جاؤں گا۔''

''جانے سے پہلے ایک حکم اور صادر فرما جایئے۔'' ناظمِ شہر نے کہا۔ ''جنہیں سزائے موت دی گئی ہیں ان کی بیواؤں اور بچوں کا کیا بنے گا؟''

''ان کے لئے بھی میرے اسی حکم پر عمل کرو جو میں ان سے پہلے غداروں کے اہل وعیال کے متعلق دے چکا ہوں۔'' سلطان ایوبی نے جواب دیا۔ ''بیواؤں کے متعلق یہ چھان بین کر لو کہ اپنے خاوندوں کی طرح ان میں سے کسی کا تعلق دشمن کے ساتھ نہ ہو۔ ہمارے ہاں زن پرستی نے بھی غدار پیدا کئے ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ صلیبیوں نے ہمارے بھائیوں کو خوبصورت لڑکیاں دے کر ان کے عوض ان کا ایمان خریدا ہے۔ ان میں سے جو بیوائیں نیک اور مومن ہیں ان کی شادیاں ان کی منشا کے مطابق کر دو۔ کسی پر اپنا فیصلہ ٹھونسنے کی کوشش نہ کرنا۔ خیال رکھنا کہ کوئی عورت بے سہارا نہ رہے اور باعزت روٹی سے محروم نہ رہے اور اس میں محتاجی کا احساس نہ پیدا ہو۔ یہ بھی خیال رکھنا کہ ان کے کانوں میں کوئی یہ نہ پھونک دے کہ ان کے خاوندوں کو بے گناہ سزائے موت دی گئی ہے۔ انہیں ذہین نشین کرا دو کہ تم خوش قسمت ہو کہ ایسے گناہگار خاوندوں سے نجات مل گئی .....اور ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت خصوصی انتظامات کے تحت کرو۔ تمام اخراجات بیت المال سے لو۔ غداروں کے بچے غدار نہیں ہوا کرتے بشرطیکہ ان کی تعلیم و تربیت صحیح ہو۔ یہ سب مسلمانوں کے بچے ہیں ان کی تعلیم و تربیت ایسی ہونی چاہئے کہ ان میں محرومی کا احساس پیدا نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ باپ کے گناہ کا کفارہ بچے کو ادا کرنا پڑے۔''

☆ ☆ ☆

سلطان ایوبی کو واپسی کی جلدی تھی۔ اسے فکر یہ تھی کہ اس کی غیر حاضری میں صلیبی کوئی جنگی کارروائی نہ کر دیں۔ نورالدین زنگی کی بھیجی ہوئی کمک تو وہاں (کرک اور شوبک کے علاقے میں) پہنچ چکی تھی۔ قاہرہ کی فوج ابھی اُدھر جا رہی تھی لیکن ان دونوں فوجوں کو اس علاقے سے روشناس کرانا تھا۔ اس نے اپنے دفتر میں جا کر اپنے بھائی تقی الدین، علی بن سفیان، اس کے نائب حسن بن عبداللہ، کوتوال غیاث بلبیس اور چند ایک نائبین اور حکام کو بلا لیا۔ وہ زیادہ تر ہدایات تقی

الدین کو دینا چاہتا تھا۔ اس نے اجلاس میں اعلان کیا کہ اس کی غیر حاضری میں اس کا بھائی تقی الدین قائم مقام امیرِ مصر اور یہاں کی افواج کا سالارِ اعلیٰ ہوگا اور اسے اتنے ہی اختیارات حاصل ہوں گے جتنے سلطان ایوبی کے اپنے تھے۔

''تقی الدین!'' سلطان ایوبی نے اپنے بھائی سے کہا۔ ''آج تم یہ بات دل سے نکال دو کہ تم میرے بھائی ہو۔ اگر تم بھی نااہلی' بددیانتی' کوتاہی' غداری یا سازش اور بے انصافی کا ارتکاب کرو گے تو اُسی سزا کے مستحق سمجھے جاؤ گے جو شریعت کے قانون میں درج ہے۔''

''میں اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھتا ہوں امیرِ مصر!'' تقی الدین نے کہا۔ ''اور اُن خطروں سے بھی آگاہ ہوں جو مصر کو درپیش ہیں۔''

''صرف مصر کو ہی نہیں۔'' سلطان ایوبی نے کہا۔ ''یہ خطرے سلطنتِ اسلامیہ کو بھی درپیش ہیں اور اسلام کے فروغ اور سلطنت کی توسیع کے لئے بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھو کہ کوئی بھی خطہ جو سلطنتِ اسلامیہ کہلاتا ہے وہ کسی ایک فرد یا گروہ کی جاگیر نہیں ہوتا۔ وہ خدائے عزوجل کی سرزمین ہے اور تم سب اس کے پاسبان اور امین ہو۔ اس کی مٹی کا ذرہ ذرہ تمہارے پاس امانت ہے۔ اس کی مٹی بھی جب اپنے کام میں لانا چاہو تو سوچ لو کہ تم کسی دوسرے انسان کا حق تو نہیں مار رہے؟ خدا کی امانت میں خیانت تو نہیں کر رہے؟ میری باتیں غور سے سن لو تقی الدین! اسلام کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ اس کے پیروکاروں میں غداروں اور سازش پسندوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ کسی قوم نے اتنے غدار پیدا نہیں کئے جتنے مسلمانوں نے کئے ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری تاریخ جو جہاد اور اللہ کے نام پر جنگ و جدل کی قابلِ فخر تاریخ ہے۔ غداری کی بھی تاریخ بن گئی ہے۔ اپنی قوم کے خلاف سازش گری ہماری روایت بن گئی ہے۔ علی بن سفیان سے پوچھو تقی! ہمارے وہ جاسوس جو صلیبیوں کے علاقوں میں سرگرم رہتے ہیں بتاتے ہیں کہ صلیبی حکمران' مذہبی پیشوا اور دانشور اسلام کی اس کمزوری سے واقف ہیں کہ مسلمان زن' زر اور اقتدار کے لالچ میں اپنے مذہب' اپنے ملک اور اپنی قوم کا تختہ الٹ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔''

سلطان ایوبی نے اجلاس کے شرکا پر نگاہ دوڑائی پھر کہا۔

''جاسوسوں نے ہمیں بتایا ہے کہ صلیبیوں نے اپنے جاسوسوں کو ذہن نشین کروایا ہے کہ مسلمان کی تاریخ جتنی فتوحات کی ہے اتنی ہی غداری کی تاریخ ہے۔ مسلمانوں نے اتنی فتوحات حاصل نہیں کیں جتنے غدار پیدا کئے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد مسلمان

خلافت پر ایک دوسرے کے خلاف لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اقتدار کی خاطر ایک دوسرے کو قتل کیا۔ ایک خلیفہ یا امیر مقرر ہوا تو خلافت اور امارت کے دوسرے امیدواروں نے اس کے خلاف یہاں تک سازشیں کیں کہ اسلام کے دشمنوں تک سے در پردہ مدد لی اور جس کے ہاتھ میں خلافت اور امارت آ گئی اس نے ہر اس قائد کو قتل کروا دیا جس سے اقتدار کو خطرہ محسوس ہوا۔ قومی وقار ختم ہوتا گیا اور ذاتی اقتدار رہ گیا۔ تحفظ اسی کا ہوتا رہا۔ سلطنت کی توسیع ختم ہوئی' پھر سلطنت کا دفاع ختم ہوا اور سلطنت سکڑنے لگی۔ صلیبی ہماری اس تاریخی کمزوری سے آگاہ ہیں کہ ہم لوگ ذاتی اقتدار کے تحفظ اور استحکام کے لئے سلطنت کا بہت بڑا حصہ بھی قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہی ہماری تاریخ بنتی جا رہی ہے۔

تقی الدین اور میرے رفیقو! میں جب ماضی پر نگاہ ڈالتا ہوں اور جب اپنے موجودہ دور میں غداروں کی بھرمار اور سازشوں کے جال کو دیکھتا ہوں تو یہ خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمان تاریخ کی تحریروں کے ساتھ بھی غداری کریں گے۔ وہ قوم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر لکھیں گے کہ وہ بہادر ہیں اور انہوں نے دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیئے ہیں مگر در پردہ دشمن کو دوست بنائے رکھیں گے۔ اپنی شکستوں پر پردے ڈالے رکھیں گے۔ سلطنتِ اسلامیہ سکڑتی چلی جائے گی اور ہمارے خود ساختہ خلفاء اس کا الزام کسی اور پر تھوپیں گے۔ مسلمانوں کی ایک نسل ایسی آئے گی جن کے پاس صرف نعرہ رہ جائے گا۔ ''اسلام زندہ باد'' لیکن وہ نسل اپنی تاریخ سے آگاہ نہیں ہوگی۔ اس نسل کو یہ بتانے والا کوئی نہ ہوگا کہ اسلام کے پاسبان اور علمبردار وہ تھے جو وطن سے دور ریگزاروں میں پہاڑوں اور وادیوں میں اجنبی ملکوں میں جا کر لڑے۔ وہ دریا اور سمندر پھلانگ گئے۔ انہیں کڑکتی بجلیاں' آندھیاں اور اولوں کے طوفان بھی نہ روک سکے۔ وہ اُن ملکوں میں لڑے جہاں کے پتھر بھی ان کے دشمن تھے۔ وہ بھوکے لڑے' پیاسے لڑے۔ ہتھیاروں اور گھوڑوں کے بغیر بھی لڑے۔ وہ زخمی ہوئے تو کسی نے ان کے زخموں پر مرہم نہیں رکھا۔ وہ شہید ہوئے تو ان کے رفیقوں کو ان کے لئے قبریں کھودنے کی مہلت نہ ملی۔ وہ خون بہاتے گئے اپنا بھی' دشمن کا بھی اور پیچھے ایوانِ خلافت میں شراب بہتی رہی۔ برہنہ لڑکیوں کے ناچ ہوتے رہے۔ یہودی اور صلیبی سونے سے اور اپنی بیٹیوں کے حسن سے ہمارے خلیفہ اور امیروں کو اندھا کرتے گئے۔ پھر جنخلفاء نے دیکھا کہ قوم ان تیغ زنوں کی پجاری ہوتی جا رہی ہے جنہوں نے یورپ اور ہندوستان میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں تو خلفاء نے ان مجاہدینِ اسلام پر لوٹ مار اور

زنا کاری جیسے الزام تھوپنے شروع کر دیئے۔ انہیں کمک اور رسد سے محروم کر دیا۔ مجھے قاسم کا وہ کمسن اور خوبرو بیٹا یاد آتا ہے جس نے اس حال میں ہندوستان کے ایک طاقتور حکمران کو شکست دی اور ہندوستان کے اتنے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا تھا کہ اس نے کمک نہیں مانگی رسد نہیں مانگی۔ مفتوحہ علاقوں کا ایسا انتظام کیا کہ ہندو اس کے غلام ہو گئے اور اس کی شفقت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ مجھے جب وہ لڑکا یاد آتا ہے تو دل میں درد اٹھتا ہے۔ اس وقت کے خلیفہ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟ اس پر زنا کا الزام عائد کیا اور مجرم کی حیثیت سے واپس بلا لیا۔"

سلطان ایوبی کو ہچکی سی آئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

بہاؤالدین شداد اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے۔ "میرا عزیز دوست صلاح الدین ایوبی اپنی فوج کے سینکڑوں شہیدوں کی لاشیں دیکھتا تو اس کی آنکھوں میں چمک اور چہرے پر رونق آ جایا کرتی تھی مگر صرف ایک غدار کو سزائے موت دے کر جب اس کی لاش کو دیکھتا تو اس کا چہرہ بجھ جاتا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ محمد بن قاسم کا ذکر کرتے کرتے اسے ہچکی آئی اور وہ خاموش ہو گیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ آنسو روک رہا ہے۔ پھر کہنے لگا۔ "دشمن اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اپنوں نے اسے شہید کر دیا۔ دشمن نے اسے فاتح تسلیم کیا۔ اپنوں نے اسے زانی کہا۔ صلاح الدین ایوبی نے زیاد کے بیٹے طارق کا بھی ذکر کیا اور اس روز اتنا جذباتی ہو گیا کہ اس کی زبان رکتی نہیں تھی حالانکہ وہ کم گو تھا۔ حقیقت پسند تھا۔ ہم سب پر خاموشی طاری تھی اور ہم سب جسم کے اندر عجیب سا اثر محسوس کر رہے تھے۔ صلاح الدین ایوبی بلاشک وشبہ عظیم قائد تھا۔ وہ ماضی کو نہیں بھولتا تھا۔ حال کے خطروں اور تقاضوں سے نبرد آزما رہتا تھا مگر اس کی نظریں صدیوں بعد آنے والے مستقبل پر لگی رہتی تھیں۔"

"صلیبیوں کی نظریں ہمارے مستقبل پر لگی ہوئی ہیں۔" سلطان ایوبی نے کہا۔ "صلیبی حکمران اور فوجی حکام کہتے ہیں کہ وہ اسلام کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں گے۔ وہ ہماری سلطنت پر قابض نہیں ہونا چاہتے۔ وہ ہمارے دلوں کو نظریات کی تلوار سے کاٹنا چاہتے ہیں۔ میرے جاسوسوں نے مجھے بتایا ہے کہ صلیبیوں کا سب سے زیادہ اسلام دشمن بادشاہ فلپ آگسٹس کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو ایک مقصد دے دیا ہے۔ ایک روایت پیدا کر دی ہے۔ اب صلیبیوں کی آنے والی نسلیں اس مقصد کی تکمیل کے لئے سرگرم رہیں گی۔ ضروری نہیں کہ وہ تلوار کے زور پر اپنا مقصد حاصل کریں گے۔ ان کے پاس کچھ حربے اور بھی ہیں۔ تقی الدین! جس طرح ان کی نظر

مستقبل پر ہے اسی طرح ہمیں بھی مستقبل پر نظر رکھنی چاہئے۔ جس طرح انہوں نے ہم میں غدار پیدا کرنے کی روایت قائم کر دی ہے اسی طرح ہمیں بھی ایسے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں کہ غداری کے جراثیم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔ غداروں کو قتل کرتے چلے جانا کوئی علاج نہیں' غداری کا رجحان ختم کرنا ہے۔ اقتدار کی ہوس ختم کر کے حُبِّ رسولؐ پیدا کرنی ہے۔ یہ اسی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے کہ قوم کی آنکھوں میں رسولؐ کے دشمن کا تصور موجود ہو۔ مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ صلیبیوں کی تہذیب میں ایسی بے حیائی ہے جو پُرکشش ہے۔ اقوام ان کی تہذیب میں جذب ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ ان کے ہاں شراب بھی جائز ہے' عورتوں کا غیر مردوں کے ساتھ ناچنا کودنا اور تنہا رہنا بھی جائز ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان یہی سب سے بڑا فرق ہے کہ ہم عصمتوں کے پاسبان ہیں اور وہ عصمتوں کے بیوپاری۔ یہی وہ فرق ہے جو ہمارے مسلمان بھائی مٹا دیتے ہیں۔ تقی الدین! تمہارا ایک محاذ زمین کے اوپر ہے دوسرا زمین کے نیچے۔ ایک محاذ دشمن کے خلاف اور دوسرا اپنوں کے خلاف۔ اگر اپنوں میں غدار نہ ہوتے تو ہم اس وقت یہاں نہیں یورپ کے قلب میں بیٹھے ہوئے ہوتے اور صلیبی ہمارے خلاف اپنی حسین بیٹیوں کے بجائے کوئی بہتر ہتھیار استعمال کرتے اور اچھی قسم کی جنگی چالیں چلتے۔ ایمان کی حرارت تیز ہوتی تو اس وقت تک صلیب ایندھن کی طرح جل چکی ہوتی۔"

"مجھے آپ کی بہت سی دشواریوں کا علم یہاں آ کر ہوا ہے۔" تقی الدین نے کہا۔ "محترم نورالدین زنگی بھی پوری طرح آگاہ نہیں ہیں کہ مصر میں آپ غداروں کی ایک فوج کے گھیرے میں آئے ہوئے ہیں۔ آپ ان سے کمک مانگ لیتے۔ انہیں مدد کے لئے کہتے۔"

"تقی بھائی!" سلطان ایوبی نے جواب دیا۔ "مدد صرف اللہ سے مانگی جاتی ہے۔ مدد اپنوں سے مانگی جائے یا غیروں سے' اپنا ایمان کمزور کر دیتی ہے۔ صلیبیوں کی فوج زرہ بکتر میں ہے اور میرے سپاہی معمولی سے کپڑوں میں ملبوس ہیں۔ پھر بھی انہوں نے صلیبیوں کو شکست دی ہے۔ ایمان لوہے کی طرح مضبوط ہو تو زرہ بکتر کی ضرورت نہیں رہتی۔ زرہ بکتر اور خندقیں تحفظ کا احساس پیدا کرتی ہیں اور سپاہی کو اپنے اندر قید کر لیتی ہیں۔ یاد رکھو میدان میں خندق سے باہر رہو' گھوم پھر کر لڑو۔ دشمن کے پیچھے نہ جاؤ' اسے اپنے پیچھے لاؤ۔ مرکز کو قائم رکھو۔ پہلوؤں کو پھیلا دو اور دشمن کو دونوں بازوؤں میں جکڑ لو۔ محفوظہ وہاں رکھو جہاں سے وہ دشمن کے عقب میں جا سکے۔ چھاپا ماروں کے بغیر کبھی جنگ نہ لڑنا۔ چھاپا ماروں سے دشمن کی رسد تباہ کرواؤ۔ وہ رسد جو پیچھے سے آئے

اور وہ بھی جو دشمن اپنے ساتھ رکھے۔ چھاپا ماروں کو دشمن کے جانوروں کو مارنے یا ہراساں کرنے کے لئے استعمال کرو۔ آمنے سامنے کی ٹکر سے بچو۔ جنگ کو طول دو۔ دشمن کو پریشان کئے رکھو۔ میں جو فوج چھوڑ چلا ہوں یہ محاذ سے آئی ہے۔ اس نے شوبک کا قلعہ سر کیا ہے۔ اس نے دشمن کی آنکھ سے آنکھ ملائی ہے۔ اپنے سپاہیوں کو شہید کرا کے آئی ہے۔ اس فوج میں جان پر کھیل جانے والے چھاپا مار دستے بھی ہیں۔ اسے صرف اشارے کی ضرورت ہے۔ میں نے اس فوج میں ایمان کی حرارت پیدا کر رکھی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنے آپ کو بادشاہ سمجھ کر اس فوج کا ایمان سرد کر دو۔ ہم پر جو حملہ ہو رہا ہے وہ ہمارے ایمان پر ہو رہا ہے۔ صلیبی تمدن کے اثرات بڑی تیزی سے مصر میں آ رہے ہیں۔''

سلطان ایوبی نے اپنے بھائی تقی الدین کو پوری تفصیل سے بتایا کہ سوڈان میں مصر پر حملے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ سوڈانیوں میں اکثریت وہاں کے حبشیوں کی ہے جو مسلمان ہیں نہ عیسائی۔ ان میں مسلمان بھی ہیں اور مصر کی اس فوج کے بھگوڑے بھی ہیں جسے بغاوت کے جرم میں توڑ دیا گیا تھا۔ سلطان ایوبی نے کہا۔

''لیکن گھر بیٹھے دشمن کا انتظار نہ کرتے رہنا۔ جاسوس تمہیں خبریں دیتے رہیں گے۔ حسن بن عبداللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں محسوس کرو کہ دشمن کی تیاری مکمل ہو چکی ہے اور وہ اب حملے کے لئے اجتماع کر رہا ہے۔ تم وقت ضائع کئے بغیر حملہ کر دو۔ دشمن کو تیاری کی حالت میں ہی ختم کر دو لیکن پیچھے کے انتظامات مضبوط رکھنا۔ قوم کو محاذ کے حالات سے بے خبر نہ رکھنا۔ اگر خدانخواستہ شکست ہو جائے تو اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو تسلیم کر لینا اور قوم کو بتا دینا کہ شکست کے اسباب کیا تھے۔ جنگ قوم کے خون اور پیسے سے لڑی جاتی ہے۔ بیٹے قوم کے شہید اور اپاہج ہوتے ہیں۔ لہٰذا قوم کو اعتماد میں لینا ضروری ہے۔ جنگ کو بادشاہوں کا کھیل نہ سمجھنا۔ یہ ایک قومی مسئلہ ہے۔ ہر معاملے میں قوم کو اپنے ساتھ رکھنا۔ میں نے جس فاطمی خلافت کو معزول کیا تھا اس کے حواری ہمارے خلاف سرگرم ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے در پردہ اپنا خلیفہ مقرر کر رکھا ہے۔ ان کا خلیفہ العاضد تو مر گیا لیکن وہ خلافت کو اس امید پر زندہ رکھے ہوئے ہیں کہ سوڈانی مصر پر حملہ کریں گے۔ ہماری فوج بغاوت کرے گی اور صلیبی چپکے سے اندر آ کر فاطمی خلافت بحال کر دیں گے۔ فاطمیوں کو حسن بن صباح کے قاتل گروہ کی حمایت بھی حاصل ہے۔ میں علی بن سفیان کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ اس کا نائب حسن بن عبداللہ اور کوتوال غیاث بلبیس تمہارے ساتھ رہیں گے۔ یہ ہر زمین دوز گروہ پر نظر رکھیں گے۔ فوج کی بھرتی تیز کر دو اور انہیں جنگی مشقیں کراتے رہو۔''

''تھوڑے عرصے سے ہمیں اطلاعات مل رہی ہیں کہ مصر کے جنوب مغربی علاقے سے فوج کیلئے بھرتی نہیں مل رہی۔'' حسن بن عبداللہ نے کہا۔ ''یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں کے لوگ فوج کے خلاف ہوتے جارہے ہیں۔''

''تم نے معلوم کرایا کہ باعث کیا ہے؟'' علی بن سفیان نے پوچھا۔

''میرے دو مخبر اس علاقے میں قتل ہو چکے ہیں۔'' حسن بن عبداللہ نے کہا۔ ''وہاں سے خبر لانا آسان نہیں تاہم میں نے نئے مخبر بھیج دیئے ہیں۔''

''میں اپنے ذرائع سے معلوم کررہا ہوں۔'' غیاث بلبیس نے کہا۔ ''مجھے شک ہے کہ اس وسیع علاقے کے لوگ کسی نئے وہم میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ یہ علاقہ دشوار گزار ہے۔ لوگ سخت جان ہیں لیکن عقیدوں کے ڈھیلے اور توہمات پرست ہیں۔''

''توہم پرستی بہت بڑی لعنت ہے۔'' سلطان ایوبی نے کہا۔ ''اس علاقے پر نظر رکھو اور وہاں کے لوگوں کو توہمات سے بچاؤ۔''

☆ ☆ ☆

تین چار روز بعد کرک کے قلعے میں بھی ایک اجلاس منعقد ہوا۔ وہ صلیبی حکمرانوں اور فوج کے اعلیٰ کمانڈروں کا اجلاس تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ صلاح الدین ایوبی فلسطین کا ایک قلعہ (شوبک) لے چکا ہے اور اب کرک پر حملہ کرے گا۔ انہیں اس احساس نے پریشان کر رکھا تھا کہ اگر مسلمانوں نے کرک کو بھی شوبک کی طرح فتح کر لیا تو یروشلم کو بچانا مشکل ہو جائے گا۔ صلیبی جان گئے تھے کہ سلطان ایوبی سنبھل سنبھل کر آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ ایک جگہ لے لیتا ہے۔ فوج کی کمی نئی بھرتی سے پوری کرتا ہے۔ اسے پرانی فوج کے ساتھ ٹریننگ دیتا ہے اور جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اگلی ٹکر لینے کے قابل ہو گیا ہے تو مزید آگے بڑھ آتا ہے۔ چنانچہ وہ کرک کے دفاع کو مضبوط کر رہے تھے۔ وہ باہر آ کر لڑنے کی بھی اسکیم بنا چکے تھے مگر اس اجلاس میں انہیں اپنی اسکیم میں ردوبدل کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کیونکہ ان کی انٹیلی جنس کے سربراہ ہرمن نے انہیں سلطان ایوبی، اس کی فوج اور مصر کے تازہ حالات کے متعلق انقلابی خبریں دی تھیں۔

صلیبی جاسوسوں نے بہت تھوڑے وقت میں کرک میں یہ اطلاعات پہنچا دی تھیں کہ سلطان ایوبی اس فوج کو قاہرہ لے گیا ہے جو اس محاذ پر لڑی اور شوبک کا قلعہ لیا تھا اور قاہرہ میں جو فوج ہے اسے عجلت میں محاذ پر بھیج دیا گیا ہے۔ نورالدین زنگی نے بھی اپنی بہترین فوج کی کمک اس محاذ پر

بھیج دی ہے اور سلطان ایوبی کا بھائی تقی الدین دمشق سے قاہرہ پہنچ گیا ہے جہاں وہ سلطان ایوبی کا قائم مقام ہوگا۔ سلطان ایوبی قاہرہ چلا گیا تھا جہاں وہ سازشیوں کو سزائے موت دے کر محاذ کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ صلیبیوں کے لئے یہ خبر اچھی نہیں تھی کہ قاہرہ کا نائب ناظم مصلح الدین بھی پکڑا گیا اور غداری کے جرم میں مارا گیا ہے۔ مصلح الدین صلیبیوں کا کارآمد اور اہم ایجنٹ تھا۔ صلیبی نظامِ جاسوسی کا سربراہ ہرمن اجلاس کو ان تبدیلیوں سے آگاہ کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''مصلح الدین کے مارے جانے سے ہمیں نقصان تو ہوا ہے لیکن تقی الدین کا تقرر ہمارے لئے امید افزا ہے۔ وہ بے شک صلاح الدین کا بھائی ہے لیکن وہ سلطان ایوبی نہیں ہے۔ میرے تخریب کار جاسوس اسے چکر دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ بات بھی امید افزا ہے کہ صلاح الدین اور علی بن سفیان قاہرہ سے غیر حاضر ہیں۔''

''میں حیران ہوں کہ تمہارے حشیشین کیا کر رہے ہیں؟'' ریمانڈ نے پوچھا۔ ''کہیں وہ دوہرا کھیل تو نہیں کھیل رہے؟ کمبخت ابھی تک صلاح الدین کو قتل نہیں کر سکے۔ ہم بہت رقم ضائع کر چکے ہیں۔''

''رقم ضائع نہیں ہو رہی۔'' ہرمن نے کہا۔ ''مجھے امید ہے کہ صلاح الدین محاذ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کے ساتھ چوبیس باڈی گارڈ قاہرہ گئے ہیں۔ ان میں چار حشیشین ہیں۔ ان کے لئے موقع آ گیا ہے۔ میں نے انتظام کر دیا ہے۔ وہ صلاح الدین ایوبی کو راستے میں قتل کر دیں گے۔''

''ہمیں خوش فہمیوں میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے۔'' فلپ آگسٹس نے کہا۔ ''یہ فرض کر کے سوچو کہ صلاح الدین ایوبی قتل نہیں ہو سکا اور وہ زندہ و سلامت محاذ پر موجود ہے۔ اس کے پاس اب تازہ دم فوج ہے۔ اس نے نئی بھرتی کو ٹریننگ دے لی ہے اور اسے نورالدین زنگی کی کمک بھی مل گئی ہے۔ اس نے شوبک جیسا مضبوط اڈہ بھی حاصل کر لیا ہے' لہٰذا اب اس کی رسد قاہرہ سے نہیں آئے گی۔ شوبک میں اس نے بے شمار رسد جمع کر لی ہے۔ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ میں اسے موقع نہیں دینا چاہتا کہ وہ کرک کا محاصرہ کر لے اور ہم محاصرے میں لڑیں۔''

''اب ہم محاصرے تک نوبت نہیں آنے دیں گے۔'' ایک اور صلیبی حکمران نے کہا۔ ''ہم باہر لڑیں گے اور اس انداز سے لڑیں گے کہ شوبک کا محاصرہ کر لیں۔''

''صلاح الدین صحرائی لومڑی ہے۔'' فلپ آگسٹس نے کہا۔ ''اسے صحرا میں شکست دینا آسان نہیں۔ وہ ہمیں شوبک کے محاصرے کی اجازت دے دے گا مگر ہمارا محاصرہ کر لے گا۔

میں اس کی چالیں سمجھ چکا ہوں۔ اگر تم اسے آمنے سامنے لا کر لڑا سکتے ہو تو میں تمہیں فتح کی ضمانت دے سکتا ہوں مگر تم اسے سامنے نہیں لا سکو گے۔"

بہت دیر کے بحث مباحثے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ نصف فوج کو قلعے سے باہر بھیج دیا جائے اور سلطان ایوبی کی فوج کے قریب خیمہ زن کر دیا جائے اور اس کی فوج کی نقل و حرکت پر گہری نظر رکھی جائے۔ اس اسکیم میں باہر لڑنے والی فوج کی تعداد کے متعلق فیصلہ کیا گیا کہ سلطان ایوبی کی فوج سے تین گنا نہ ہو تو دگنی ضرور ہو۔ عقب سے حملے کے لئے الگ فوج مقرر کی گئی اور پلان میں یہ بھی شامل کیا گیا کہ مسلمان فوج کی کمک اور رسد شوبک سے آئے گی۔ لہٰذا شوبک اور مسلمانوں کے درمیانی فاصلے کو چھاپا ماروں کی زد میں رکھنے کا انتظام کیا جائے۔ فوجی کمانڈروں نے کہا کہ سامنے سے اتنی زیادہ قوت سے حملہ کیا جائے کہ صلاح الدین ایوبی جم کر لڑنے پر مجبور ہو جائے۔ صلیبیوں کو دراصل اپنی بکتر بند فوج پر بھروسا تھا۔ ان کی بیشتر فوج زرہ پوش تھی۔ سروں پر آہنی خود تھے۔ پیشانیوں سے ناک اور منہ تک چہرے آہنی خودوں کے مضبوط نقابوں میں ڈھکے ہوئے تھے۔ انہوں نے اونٹوں کو بھی زرہ پوش کر لیا تھا۔ اونٹوں کے سروں پر آہنی غلاف چڑھا دیئے گئے تھے اور پہلوؤں کے ساتھ لوہے کی پتریاں لٹکتی تھیں جو تیروں کو روک لیتی تھیں۔ انہوں نے کوشش کی تھی کہ بہتر قسم کے گھوڑے حاصل کر سکیں۔ یورپی ممالک سے لائے ہوئے گھوڑے صحرا میں جلدی تھک جاتے اور پیاس سے بے حال ہو جاتے تھے۔ صلیبیوں نے عربی علاقوں سے گھوڑے خریدے تھے مگر ان کی تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی۔ انہوں نے مسلمانوں کے قافلوں سے گھوڑے چھیننے شروع کر دیئے تھے۔ گھوڑے چرائے بھی تھے۔ سلطان ایوبی کے گھوڑے ان سے بہتر تھے۔ عربی نسل کے یہ صحرائی گھوڑے پیاس سے بے نیاز میلوں بھاگ سکتے تھے۔

ان جنگی تیاریوں اور اہتمام کے علاوہ صلیبیوں نے نظریاتی جنگ کا جو محاذ کھولا تھا اس کے متعلق ان کی انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر ہرمن نے رپورٹ پیش کی کہ صلاح الدین ایوبی کو مصر کے جنوب مغرب کے سرحدی علاقے سے بھرتی نہیں ملے گی۔ یہ وہی علاقہ تھا جس کے متعلق سلطان ایوبی کی انٹیلی جنس کے نائب سربراہ حسن بن عبداللہ نے رپورٹ دی تھی کہ وہاں کے لوگ اب فوج میں بھرتی نہیں ہوتے بلکہ بعض لوگ فوج کے خلاف بھی ہو گئے ہیں۔ یہ جفاکش اور جنگجو قبائل کا علاقہ تھا جس نے سلطان ایوبی کو نہایت اچھے سپاہی دیئے تھے مگر اب ہرمن کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا تھا کہ صلیبی تخریب کار اس علاقے میں پہنچ گئے ہیں۔ وہاں نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ حسن

بن عبداللہ نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس علاقے کے لوگ فوج کے خلاف کیوں ہو گئے ہیں' دو مخبر بھیجے وہ دونوں قتل ہو گئے۔ ان کی لاشیں بھی نہیں ملی تھیں۔ پُراسراری ایک اطلاع ملی تھی کہ وہ ہمیشہ کے لئے غائب کر دیئے گئے ہیں۔ وہ علاقہ جو بہت وسیع و عریض تھا جاسوسوں اور مخبروں کے لئے بہت مضبوط قلعہ بن گیا تھا۔ وہاں سے کوئی معلومات حاصل نہیں ہوتی تھیں۔ بس اتنا پتا چلا تھا کہ وہاں کے لوگ ہیں تو مسلمان لیکن توہم پرست اور عقیدے کے بہت ڈھیلے ہیں۔

ہرمن نے تفصیلات بتائے بغیر کہا کہ اس کا تجربہ کامیاب رہا ہے۔ وہ اب مصر کے تمام تر سرحدی علاقے میں اس طریقۂ کار کو پھیلائے گا۔ پھر ان اثرات کو مصر کے اندر لے جانے کی کوشش کرے گا۔ اس نے امید ظاہر کی کہ وہ مصر کے قصبوں اور شہروں کو بھی اپنے اثر میں لے لے گا۔ اُس نے کہا۔ "میں مسلمانوں کی ایک ایسی خامی کو ان کے خلاف استعمال کر رہا ہوں جسے وہ اپنی خوبی سمجھتے ہیں۔ مسلمان درویشوں' فقیروں' وظیفے اور چلّے کرنے والوں عاملوں' مولویوں اور کٹیا میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتے رہنے والے مجذوب قسم کے لوگوں کے فوراً مرید بن جاتے ہیں۔ درویشوں وغیرہ کا یہ گروہ اسلامی فوج کے ان سالاروں کے خلاف ہے جنہوں نے ہمارے خلاف جنگیں لڑ کر شہرت حاصل کی ہے۔ یہ درویش اپنے متعلق لوگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ خدا ان کے ہاتھ میں ہے اور وہ خدا کے خاص بندوں میں سے ہیں۔ وہ صرف نام پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں میدانِ جنگ میں جانے کی ہمت اور جرأت نہیں' لہٰذا وہ گھر بیٹھے وہی شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو سالاروں نے جہاد میں حاصل کی ہے۔ اگر دیانتداری اور غیر جانبداری سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے یہ فوجی لیڈر جن میں صلاح الدین ایوبی اور نورالدین زنگی بھی شامل ہیں۔ قابلِ تحسین انسان ہیں۔ ان میں سے جنہوں نے یورپ تک اسلام پھیلا دیا اور اسپین کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا' بجا طور پر حق رکھتے ہیں کہ قوم اپنی عبادت میں ان کا بھی نام لے مگر ان بخلفاء نے اپنا نام عبادت میں شامل کر کے فوجی لیڈروں کی اہمیت گھٹا دی۔ اس کے ساتھ مسلمانوں میں نام نہاد عالموں اور اماموں کا ایک گروہ پیدا ہوا جو عمل سے گھبراتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جو کچھ ہیں وہ عالم اور امام ہیں۔ یہ گروہ بخلفاء کی آڑ میں جہاد کے معنی مسخ کر رہا ہے تاکہ لوگ جہاد میں جانے کے بجائے ان کے گرد جمع ہوں اور انہیں خدا کے برگزیدہ انسان مانیں۔ ان کے پاس پُراسرار باتیں کرنے کا ایسا طلسماتی انداز ہے کہ لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ان برگزیدہ انسانوں کے سینے میں وہ راز چھپا ہوا ہے جو خدا نے ہر بندے کو نہیں بتایا۔ چنانچہ سیدھے سادے مسلمان ان کے جال

میں پھنستے جارہے ہیں۔ میں انہی عالموں اور درویشوں کو استعمال کر رہا ہوں۔ میں مسلمانوں کو اسلام کی ہی باتیں سنا سنا کر اسلام کی بنیادی روح سے دور لے جارہا ہوں۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہودیوں نے نظریاتی تخریب کاری کر کے اسلام کو کافی حد تک کمزور کر دیا ہے۔ میں انہی کے اصولوں پر کام کر رہا ہوں۔"

یہی وہ محاذ تھا جس کے متعلق سلطان ایوبی پریشان رہتا تھا۔ پریشانی کا اصل باعث یہ تھا کہ اس محاذ پر اپنی ہی قوم کے افراد اس کے خلاف لڑ رہے تھے اور یہ محاذ اسے نظر نہیں آتا تھا۔

☆ ☆ ☆

تقی الدین اور اپنے اُن حکام کو جنہیں قاہرہ میں رہنا تھا ہدایات دے کر سلطان ایوبی محاذ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ چوبیس ذاتی محافظوں کا دستہ تھا۔ صلیبیوں کو باڈی گارڈز کی نفری کا علم تھا اور انہیں یہ بھی علم تھا کہ اس دستے میں چار حشیشین ہیں جو نہایت کامیاب اداکاری اور بہادری کے کارناموں سے محافظ دستے کے لئے منتخب ہو گئے تھے۔ ان کا مقصد صلاح الدین ایوبی کا قتل تھا لیکن انہیں اس کا موقع نہیں مل رہا تھا کیونکہ محافظ دستے کی نفری چوبیس سے کہیں زیادہ رہتی اور ان کی ڈیوٹی بدلتی رہتی تھی۔ کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ ان چاروں کی ڈیوٹی اکٹھی لگی ہو۔ محافظوں کے کمانڈر بہت ہوشیار اور چوکس رہتے تھے۔ انہیں یہ تو علم نہیں تھا کہ ان کے درمیان قاتل بھی موجود ہیں۔ پھر بھی وہ بیدار رہتے تھے کہ کوئی محافظ کوتاہی نہ کرے مگر اب سلطان ایوبی سفر میں تھا۔ اس نے خود ہی کہا تھا کہ وہ محافظوں کی پوری فوج کو ساتھ نہیں رکھے گا۔ چوبیس آدمی کافی ہیں حالانکہ راستے میں صلیبی چھاپا ماروں کا خطرہ بھی موجود تھا۔

سلطان ایوبی قاہرہ سے دن کے پچھلے پہر روانہ ہوا تھا۔ آدھی رات سفر میں اور باقی آرام میں گزری۔ سحر کی تاریکی میں اس نے کوچ کا حکم دیا۔ دوپہر کا سورج گھوڑوں کو پریشان کرنے لگا تو یہ قافلہ ایک ایسی جگہ رک گیا جہاں پانی بھی تھا' درخت بھی اور ٹیلوں کا سایہ بھی تھا۔ ذرا سی دیر میں سلطان ایوبی کے لئے خیمہ نصب کر دیا گیا۔ اس کے اندر سفری چارپائی اور بستر بچھا دیا گیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر سلطان ایوبی اونگھنے کے لئے لیٹ گیا۔ دو محافظ خیمے کے آگے اور پیچھے کھڑے ہو گئے۔ دستے کے باقی محافظ قریب ہی سایہ دیکھ کر بیٹھ گئے۔ کچھ گھوڑوں کو پانی پلانے کے لئے لے گئے۔ علی بن سفیان اور دیگر حکام جو سلطان ایوبی کے ساتھ تھے ایک درخت کے نیچے جا کر لیٹ گئے۔ انہوں نے خیمے نصب نہیں کرائے تھے۔ اس جگہ کے خدوخال ایسے تھے

کہ سلطان ایوبی کا خیمہ ان کی نظروں سے اوجھل تھا۔ صحرا کا سورج زمین و آسمان کو جلا رہا تھا۔ جس کسی کو جہاں چھاؤں ملی وہاں بیٹھ یا لیٹ گیا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ سلطان ایوبی کے خیمے پر جن دو محافظوں کی ڈیوٹی لگی وہ دونوں حشیشین تھے جو ایک عرصہ سے ایسے ہی موقع کی تلاش میں تھے۔ اس موقع کو پوری طرح موزوں بنانے کیلئے یہ صورت پیدا ہوگئی کہ محافظوں کی زیادہ تر نفری گھوڑوں کو پانی پلانے چلی گئی تھی۔ پانی ٹیلے کے دوسری طرف تھا۔ قافلے کا سامان اٹھانے والے اونٹوں کے شتربان بھی اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے لے گئے تھے۔ جو محافظ ڈیوٹی والوں کے علاوہ پیچھے رہ گئے تھے ان میں دو اور حشیشین تھے۔ انہوں نے اشاروں اشاروں میں طے کرلیا۔ سلطان ایوبی کے خیمے کے سامنے کھڑے محافظ نے خیمے کا پردہ ذرا سا ہٹا کر اندر دیکھا اور باہر والوں کو اشارہ کردیا۔ سلطان ایوبی اس حالت میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ اس کی پیٹھ خیمے کے دروازے کی طرف تھی۔ محافظ دبے پاؤں اندر چلا گیا۔ اس نے خنجر نہیں نکالا' تلوار نہیں نکالی بلکہ اس کے ہاتھ میں جو برچھی تھی وہ بھی اس نے خیمے کے باہر رکھ دی تھی۔ ہر محافظ کی طرح وہ قوی ہیکل جوان تھا۔ دیکھنے میں سلطان ایوبی کی نسبت دگنا نہیں تو ڈیڑھ گنا طاقتور ضرور تھا۔

وہ دبے پاؤں سلطان ایوبی تک گیا اور بجلی کی سی تیزی سے سلطان ایوبی کی گردن دونوں ہاتھ میں جکڑ لی۔ سلطان ایوبی جاگ اٹھا۔ اس نے کروٹ بھی بدل لی لیکن جس شکنجے میں اس کی گردن آگئی تھی اس سے گردن چھڑانا ممکن نہیں تھا۔ اسلام کے اس جری جرنیل کی زندگی صرف پل بھر کی رہ گئی تھی۔ وہ اب پیٹھ کے بل پڑا تھا۔ حملہ آور نے اس کے پیٹ پر گھٹنا رکھ کر ایک ہاتھ اس کی گردن سے ہٹا دیا۔ دوسرے ہاتھ سے سلطان ایوبی کی شہ رگ کو دبائے رکھا۔ اس نے اپنے کمر بند سے ایک پڑیا سی نکالی۔ اسے ایک ہاتھ سے کھولا اور سلطان ایوبی کے منہ میں ڈالنے لگا۔ وہ سلطان ایوبی کو زہر دے کر مارنا چاہتا تھا کیونکہ گلا دبا کر مارنے سے صاف پتا چل جاتا ہے کہ گلا دبایا گیا ہے۔ سلطان ایوبی بے بس تھا۔ پیٹ پر اتنے قوی ہیکل جوان کا گھٹنا اور بوجھ تھا۔ شہ رگ دشمن کے شکنجے میں تھی اور سانس رک گیا تھا۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا جو اُس نے پڑیا دیکھ کر بند کرلیا تھا۔ اس نے ہوش ٹھکانے رکھے۔ موت سر پر آگئی تھی۔ سلطان ایوبی نے اپنے کمر بند سے تلوار نکال لی جو وہ زیور کی طرح اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ حملہ آور اس کے منہ میں زہر ڈالنے کی کوشش میں مگن تھا' اس لئے دیکھ نہ سکا کہ سلطان نے خنجر نکال لیا ہے۔ سلطان ایوبی نے خنجر اس کے پہلو میں اُتار دیا۔ کھینچا اور ایک

بار پھر خنجر حملہ آور کے پہلو میں اُتر گیا مگر حملہ آور سانڈ جیسا آدمی تھا' اتنی جلدی مر نہیں سکتا تھا۔ سلطان ایوبی سپاہی تھا۔ وہ خنجر کے وار اور ہدف سے آگاہ تھا۔ اس نے خنجر حملہ آور کے پہلو سے نکالا نہیں۔ وہیں خنجر کو گھمایا اور نیچے کو جھٹکا دے دیا۔ حملہ آور کی انتڑیاں اور پیٹ کا اندرونی حصہ باہر آ گیا۔

حملہ آور کے ہاتھ سے سلطان ایوبی کی گردن چھوٹ گئی۔ دوسرے ہاتھ سے زہر کی پڑیا بھی گر پڑی۔ سلطان ایوبی نے جسم کو جھٹکا اور حملہ آور کو دھکا دیا تو حملہ آور چارپائی سے نیچے جا پڑا۔ وہ اب اٹھنے کے قابل نہیں تھا۔ یہ معرکہ بمشکل آدھے منٹ میں ختم ہو گیا مگر خیمے سے باہر دوسرا محافظ کھڑا تھا' اس نے اندر دھمک سی سنی تو پردہ اٹھا کر جھانکا۔ پھر جب وہاں کچھ اور ہی نقشہ دیکھا تو تلوار سونت کر آ گیا اور سلطان ایوبی پر وار کر دیا مگر سلطان ایوبی خیمے کے درمیانی بانس کے پیچھے ہو گیا۔ تلوار بانس پر لگی۔ سلطان تو جیسے پیدائشی تیغ زن تھا۔ ادھر تلوار بانس میں لگی اُدھر سلطان ایوبی نے جھپٹا مارنے کے انداز میں حملہ آور پر خنجر کا وار کر دیا۔ حملہ آور بھی لڑا کا تھا۔ اسی لئے تو وہ محافظ دستے کے لیے چنا گیا تھا' وہ وار بچا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ایوبی نے محافظ دستے کے کمانڈر کو آواز دی۔ حملہ آور نے دوسرا وار کیا تو سلطان ایوبی آگے سے ہٹ گیا مگر ایسا ہٹا کہ حملہ آور کے پہلو میں چلا گیا۔ اب کے حملہ آور سلطان کے خنجر کا وار نہ بچا سکا۔ سلطان ایوبی کی پکار پر دو محافظ خیمے میں آ گئے مگر دونوں نے سلطان ایوبی پر ہی حملہ کر دیا۔ اتنے میں سلطان ایوبی دوسرے محافظ کو بھی زخمی کر چکا تھا مگر وہ ابھی تک لڑ رہا تھا۔ اس کے دو ساتھی اور آ گئے تھے۔

سلطان ایوبی نے حوصلہ قائم اور دماغ حاضر رکھا۔ اللہ نے مدد کی کہ دستے کا کمانڈر اندر آ گیا۔ اس نے دوسرے محافظوں کو آوازیں دیں اور سلطان ایوبی کے کہنے پر حملہ آوروں سے الجھ گیا۔ اتنے میں چار پانچ محافظ آ گئے۔ اُدھر سے علی بن سفیان اور دوسرے حکام بھی شور سن کر آ گئے۔ خیمے میں دیکھا تو ان کے رنگ اُڑ گئے۔ چار محافظ لہولہان ہوئے پڑے تھے۔ دو مر چکے تھے جبکہ تیسرا مر رہا تھا۔ وہ ہوش میں نہیں تھا۔ اس کا پیٹ اوپر سے نیچے تک پھٹا ہوا تھا اور سینے پر دو گہرے زخم تھے۔ چوتھے کے پیٹ میں ایک زخم تھا اور دوسرا زخم ران پر۔ وہ زمین پر بیٹھا ہاتھ جوڑ کر چلا رہا تھا۔

''میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے میری بہن کے لئے زندہ رہنے دو۔'' سلطان ایوبی نے اپنے محافظوں کو روک دیا۔ محافظ اتنے بھڑکے ہوئے تھے کہ انہوں نے تیسرے محافظ کو بے ہوشی میں سانس لیتے دیکھا تو اس کی شہ رگ کاٹ دی۔ چوتھے کو سلطان ایوبی نے بچا لیا۔ یہ رحم کا جذبہ

بھی تھا اور یہ ضرورت بھی کہ اس سے بیان لے کر اس سازش کی کڑیاں بھی ملانی تھیں۔

صلاح الدین ایوبی کا طبیب اس کے قافلے کے ساتھ تھا۔ وہ جراح بھی تھا۔ ہر جگہ اس کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ سلطان ایوبی نے اس سے کہا کہ اس زخمی کو ہر قیمت پر زندہ رکھنے کی کوشش کرے۔ سلطان ایوبی کو خراش تک نہیں آئی تھی۔ وہ ہانپ رہا تھا لیکن جذباتی طور پر بالکل مطمئن تھا۔ غصے کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

''میں حیران نہیں ہوں۔ ایسا ہونا ہی تھا۔'' علی بن سفیان کی جذباتی حالت بگڑی ہوئی تھی۔ یہ اس کی ذمہ داری تھی کہ محافظ دستے کے لئے جسے منتخب کیا جائے اس کے متعلق چھان بین کرے کہ وہ قابلِ اعتماد ہے یا نہیں۔ اب یہ دیکھنا تھا کہ دستے کے باقی سپاہیوں میں کوئی ان کا ساتھی رہ گیا ہے یا باقی دیانتدار ہیں۔ سلطان ایوبی کے بستر پر وہ پڑیا پڑی ہوئی تھی جو حملہ آور اس کے منہ میں ڈالنا چاہتا تھا۔ یہ ایک سفید سا سفوف تھا جس میں سے کچھ بستر پر بکھر گیا تھا۔ طبیب نے یہ سفوف دیکھا اور جب سنا کہ سلطان ایوبی کے منہ میں ڈالا جا رہا تھا تو طبیب کا رنگ اُڑ گیا۔ اس نے بتایا کہ یہ ایسا زہر ہے جس کا صرف ایک ذرہ حلق سے نیچے اُتر جائے تو تھوڑی دیر میں ہی انسان نہایت اطمینان سے مر جاتا ہے۔ وہ تلخی محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے اندر کوئی اور تبدیلی محسوس کرتا ہے۔ طبیب نے سلطان ایوبی کا بستر اٹھوا کر باہر بھجوایا اور صاف کرا دیا۔

سلطان ایوبی نے زخمی کو اٹھوا کر اپنے بستر پر لٹا دیا۔ اس کے پیٹ میں تلوار لگی تھی اور دوسرا زخم ران پر تھا۔ پیٹ کا زخم مہلک نظر نہیں آتا تھا۔ ران کا زخم لمبا تھا اور گہرا بھی۔ وہ ہاتھ جوڑ کر سلطان ایوبی سے زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ سلطان ایوبی کے خلاف اس کے دل میں کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ کوئی نظریاتی عداوت بھی نہیں تھی۔ وہ کرائے کا قاتل تھا۔ اپنی شکست کے ساتھ اسے اپنی ایک غیر شادی شدہ بہن کا غم بھی کھائے جا رہا تھا۔ وہ بار بار اس کا نام لیتا اور کہتا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ میرا گناہ بخش دو۔ ایک مسلمان بہن کی خاطر مجھے بخش دو۔

''زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے۔'' سلطان ایوبی نے ایسے لہجے میں کہا جس میں تحمل تو تھا ہی مگر رعب اور جلال بھی تھا۔ سلطان ایوبی نے کہا۔ ''تم نے دیکھ لیا ہے کہ کون مارتا اور کون زندہ رکھتا ہے لیکن میرے دوست! اس وقت تمہاری جان جس کے ہاتھ میں ہے تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اپنا گناہ دیکھو اپنی بے بسی دیکھو۔ میں تمہیں تمہارے ساتھیوں کی لاشوں کے ساتھ زندہ باہر صحرا میں پھینک دوں گا' صحرا کی لومڑیاں اور بھیڑیے تمہیں اس حال میں نوچ نوچ کر کھائیں کہ تم زندہ

ہو گئے، ہوش میں ہو گے مگر بھاگ نہیں سکو گے۔ بوٹی بوٹی ہو کر مرو گے اور اپنے گناہ کی سزا پاؤ گے۔''

زخمی تڑپ اٹھا۔ اس نے سلطان ایوبی کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ سلطان ایوبی نے پوچھا۔

''تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو اور میرے ساتھ تمہاری کیا دشمنی ہے؟''

''میں فاطمیوں کا آدمی ہوں۔'' اُس نے جواب دیا۔ ہم چاروں حشیشین تھے۔ کوئی دو سال اور کوئی تین سال پہلے آپ کی فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ ہمیں سکھایا گیا تھا کہ آپ کے محافظ دستے میں کس طرح پہنچا جا سکتا ہے۔'' اس نے بولنا شروع کر دیا اور راز کی باتیں بتانے لگا۔ اس نے بتایا کہ محافظ دستے میں یہی چار قاتل تھے۔ اس کے بیان کے دوران سلطان ایوبی نے طبیب سے کہا کہ وہ اس کی مرہم پٹی کرتا رہے۔ طبیب نے اسے ایک دوا پلا دی اور خون روکنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے زخمی کو تسلی دی کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ زخمی انکشاف کرتا گیا۔ اس نے معزول فاطمی خلافت اور حشیشین کے معاہدے کو بے نقاب کر دیا۔ فاطمیوں نے صلیبیوں سے جو مدد لی تھی اور لے رہے تھے اس کی تفصیل بھی بتائی۔ خاصا وقت صرف کر کے طبیب نے اس کی مرہم پٹی مکمل کر دی۔ اصل مرہم تو سلطان ایوبی کی شفقت تھی جس میں انتقام کا ذرا سا بھی شک نہیں ہوتا تھا۔

سلطان ایوبی نے کہا کہ لاشیں باہر پھینک دو اور اس زخمی کے متعلق اس نے علی بن سفیان سے کہا کہ وہ وہیں سے اسے قاہرہ لے جائے اور اس نے جو نشاندہیاں کی ہیں ان کے خلاف کارروائی کرے۔ زخمی نے نہایت کارآمد سراغ دیئے تھے۔ جن میں کچھ ایسے خطرناک تھے جن کی تفتیش علی بن سفیان ہی اچھی طرح کر سکتا تھا۔ اُسی وقت اسے اونٹ پر خاص طریقے سے لٹا کر علی بن سفیان واپسی کے سفر پر چل پڑا۔

صلاح الدین ایوبی پر متعدد بار قاتلانہ حملے ہوئے تھے۔ تاریخ میں ان تمام کا ذکر نہیں آیا۔ مندرجہ بالا طرز کے دو حملوں کا ذکر ملتا ہے۔ ایک بار ایک فدائی قاتل نے سلطان ایوبی پر اسی طرح سوتے میں خنجر کا وار کیا تھا۔ خنجر پگڑی میں لگا اور سلطان ایوبی جاگ اٹھا۔ وہ قاتل سلطان ایوبی کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کے محافظ دستے میں سے چند ایسے محافظ بھی پکڑے گئے تھے جو کرائے کے قاتل تھے۔

مصر کے جنوب مغربی علاقے میں جو سوڈان کی سرحد کے ساتھ ملتا تھا، صدیوں پرانی کسی پیچ در پیچ عمارت کے کھنڈر تھے۔ اُس زمانے میں مصر کی سرحد کچھ اور تھی۔ صلاح الدین کہا کرتا تھا کہ

مصر کی کوئی سرحد ہے ہی نہیں۔ تاہم سوڈانیوں نے ایک خیالی سرحد بنا رکھی تھی۔ کھنڈروں کے ارد گرد کا علاقہ دشوار گزار تھا۔ غالباً فرعونوں کے وقتوں میں یہ علاقہ سرسبز تھا اور وہاں پانی کی بہتات تھی۔ خشک جھیلیں اور دوندیوں کے گہرے اور خشک پاٹ بھی تھے۔ ریتیلی چٹانیں بھی تھیں اور ریتیلی مٹی کے ٹیلے بھی۔ ان کی شکلیں کسی بہت بڑی عمارت کے کھنڈروں کی مانند تھیں۔ کہیں ٹیلا ستون کی طرح دور اوپر تک چلا گیا تھا تو کہیں ٹیلے دیواروں کی طرح کھڑے تھے۔ جہاں جہاں جگہ ہموار تھی وہاں ریت تھی۔ چٹانیں اونچی بھی تھیں نیچی بھی۔ اس علاقے کے ارد گرد کہیں کہیں پانی تھا۔ لہٰذا درخت تھے اور وہاں کے رہنے والے کھیتی باڑی کرتے تھے۔ کم و بیش چالیس میل لمبا اور دس بارہ میل چوڑا یہ علاقہ آباد تھا۔ یہ آبادی مسلمان تھی۔ ان میں کچھ لوگ مسلمان نہیں تھے۔ ان کے عجیب و غریب سے عقیدے تھے۔

فرعونوں کی عمارت کے کھنڈروں سے لوگ ڈرا کرتے تھے۔ ان کے ارد گرد کا علاقہ بھی ایسا تھا کہ دیکھنے والے پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ وہاں سے کوئی گزرتا بھی نہیں تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ وہاں فرعونوں کی بدروحیں رہتی ہیں جو دن میں بھی جانوروں کی صورت میں گھومتی پھرتی رہتی ہیں۔ کبھی اونٹوں پر سوار سپاہیوں کے بھیس میں تو کبھی خوبصورت عورت کے روپ میں نظر آتی ہیں اور رات کو وہاں سے ڈراؤنی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ لیکن تقریباً ایک سال سے یہ کھنڈر لوگوں کی دلچسپی کا مرکز بن گیا تھا۔ اس سے پہلے سلطان ایوبی کی فوج کے لئے بھرتی کی مہم شروع ہوئی تھی تو بھرتی کرنے والے اس علاقے کے ارد گرد گھومتے پھرتے رہتے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے انہیں خبردار کیا تھا کہ وہ ٹیلوں کے اندر نہ جائیں۔ انہیں پُراسرار آوازوں، ڈراؤنی چیزوں اور بدروحوں کی کہانیاں سنائی گئی تھیں۔ اس علاقے سے فوج کو بہت بھرتی ملی تھی مگر اس کے بعد بھرتی کرنے والے گئے تو لوگوں کا رجحان بدلا ہوا تھا۔ سرحد پر گشت کرنے والے دستوں نے رپورٹ دی تھی کہ گشتی سنتری بھی اس علاقے کے اندر نہیں جایا کرتے تھے اور انہوں نے کبھی کسی انسان کو ادھر جاتے نہیں دیکھا تھا مگر اب وہ لوگوں کو اندر جاتے دیکھتے ہیں اور وہاں سے آنے والے ڈرے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ مطمئن نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد یہ اطلاع ملی کہ ہر جمعرات کے روز رات تک اندر میلا سا لگتا ہے اور اس کے بعد اس قسم کا واقعہ ہوا کہ سرحدی دستوں کے چار پانچ سپاہی لاپتا ہو گئے۔ ان کے متعلق یہ رپورٹ دی گئی تھی کہ بھگوڑے ہو گئے ہیں۔

سلطان ایوبی نے جہاں دشمن کے ملکوں میں جاسوس بھیج رکھے تھے، وہیں اس نے اپنے ملک

میں بھی جاسوسوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ غیر مسلم مورخین نے سلطان ایوبی کو خاص طور پر خراجِ تحسین پیش کیا ہے کہ اس نے آج کے انٹیلی جنس نظام اور کمانڈو طریقۂ جنگ کو خصوصی اہمیت دے کر ٹریننگ کے نئے طریقے دریافت کئے اور یہ ثابت کر دیا کہ صرف دس افراد سے بھی ایک ہزار نفری کی فوج کا کام لیا جا سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے یورپی مورخین نے سلطان ایوبی کے اس فن کو تاریخ میں اتنی جگہ نہیں دی جتنی دینی چاہئے تھی لیکن اُس دور کے وقائع نگاروں نے جو تحریریں قلمبند کی ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ اسلام کا یہ عظیم پاسبان انٹیلی جنس گوریلا اور کمانڈو آپریشن کا کس قدر ماہر تھا۔ اندرونِ ملک اس کی انٹیلی جنس گوشے گوشے پر نظر رکھتی تھی اور فوج کی مرکزی کمان کو رپورٹس دیتی رہتی تھی۔ یہ اسی نظام کی اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت تھا کہ مصر کے دُور دراز کے ایسے علاقے کی سرگرمیوں کی بھی اطلاع مرکز کو پہنچا دی گئی تھی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس چھوٹے سے خطے کو تو خدا نے بھی فراموش کر رکھا ہے مگر مخبروں نے وہاں کے لوگوں کی صرف ذہنی تبدیلی دیکھی اور اُسی کی اطلاع دی تھی۔ انہیں ابھی یہ معلوم نہیں تھا کہ اندر کیا ہوتا ہے۔ اس اطلاع کے بعد دو مخبر قتل یا لاپتا ہو گئے تھے۔

وہاں کے لوگوں نے نہ صرف ٹیلوں کے ڈراؤنے علاقے کے اندر جانا شروع کر دیا تھا بلکہ وہ فرعونوں کی اس پیچ در پیچ عمارت کے کھنڈروں میں بھی جانے لگے تھے جہاں جانے کے تصور سے ہی ان کے رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے اس کی ابتداء اس طرح ہوئی تھی کہ ایک گاؤں میں ایک شتر سوار آیا۔ یہ اجنبی مسلمان اور مصری تھا۔ اس کا اونٹ اچھی نسل کا اور تندرست تھا۔ اس مسافر نے گاؤں والوں کو اکٹھا کر کے یہ قصہ سنایا کہ وہ غربت سے تنگ آ چکا ہے اس لئے وہ رہزنی اور چوری کے ارادے سے گھر سے نکل کھڑا ہوا ہے۔ وہ پیدل تھا اور اس امید پر اس علاقے میں آ گیا تھا کہ یہاں کوئی آبادی نہیں ہے اس لئے رہزنی کرتے پکڑا نہیں جائے گا۔ وہ بہت دن پیدل چلتا رہا تھا مگر اسے کوئی شکار نہیں ملا۔ آخر ٹیلوں کے اس علاقے میں جہاں کوئی نہیں جاتا وہ جا کر گر پڑا۔ اس کے جسم میں طاقت نہیں رہی تھی۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے خدا سے مدد مانگی تو اسے ایک گونجدار آواز سنائی دی۔

''تم خوش قسمت ہو کہ تم نے ابھی گناہ نہیں کیا۔ صرف گناہ کی نیت کی ہے۔ اگر تم کسی کو لوٹ کر یہاں آتے تو تمہارا جسم ہڈیوں کا پنجر بن جاتا اور شیطان کے چھوڑے ہوئے درندے تمہارا گوشت جو تمہارے سامنے پڑا ہوا ہوتا، تمہیں دکھا دکھا کر کھا جاتے۔''

اس آواز نے اجنبی پر غشی طاری کر دی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ کوئی اسے اٹھا رہا ہے۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے ایک سفید ریش بزرگ کھڑا تھا جو دودھ کی مانند سفید تھا اور اس کی آنکھوں سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ وہ جان گیا کہ یہ آواز جو اس نے سنی تھی اسی بزرگ کی تھی۔ اجنبی کی زبان بند ہو گئی اور وہ کانپنے لگا۔ بزرگ نے اسے اٹھا کر کہا۔

''مت ڈرو مسافر! یہ سب لوگ جو یہاں آنے سے ڈرتے ہیں' بدنصیب ہیں۔ انہیں شیطان ادھر آنے نہیں دیتا۔ تم جاؤ اور لوگوں سے کہو کہ یہاں اب فرعونوں کی خدائی نہیں رہی۔ یہ حضرت موسیٰ کی مملکت ہے۔ حضرت عیسیٰؑ بھی یہیں آسمان سے اُترنے والے ہیں۔ اب اسلام کی قندیلیں اسی کھنڈر سے روشن ہوں گی جن کی روشنی ساری دنیا کو منور کر دے گی۔ جاؤ' لوگوں کو ہمارا پیغام دو۔ انہیں یہاں لاؤ۔'' اجنبی نے کہا کہ وہ اٹھ نہیں سکتا' چل نہیں سکتا۔ جسم سوکھ گیا ہے۔ تب سفید ریش بزرگ نے کہا۔

''تم اٹھو اور پچاس قدم شمال کی طرف جاؤ۔ پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا' ڈرنا بھی نہیں۔ لوگوں تک میرا پیغام پہنچا دینا' ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ تمہیں ایک اونٹ بیٹھا ہوا نظر آئے گا۔ اس کے ساتھ کھانا اور پانی ہو گا اور جو کچھ بھی اس کے پاس ہو گا وہ تمہارا ہو گا۔''

اجنبی نے گاؤں والوں کو سنایا کہ وہ اٹھ کر چلنے لگا تو اس کے جسم میں طاقت آ گئی۔ وہ ڈر رہا تھا کہ یہ کسی فرعون کی بدروح ہے۔ اس نے پیچھے نہیں دیکھا۔ بدروح کے ڈر سے قدم گنتا رہا اور راستہ گھوم گیا۔ پچاس قدم پر یہ اونٹ بندھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ کھانا بھی بندھا تھا جو اس نے کھا کر پانی پی لیا۔ اس کے جسم میں ایسی طاقت آ گئی جو پہلے اس کے جسم میں نہیں تھی۔ اس نے لوگوں کو ایک تھیلی کھول کر دکھائی جس میں سونے کی اشرفیاں تھیں یہ تھیلی اونٹ کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ اجنبی اونٹ پر سوار ہوا اور اس گاؤں میں آ گیا جس میں بیٹھا وہ قصہ سنا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے گاؤں والوں کو سفید ریش بزرگ کا پیغام دیا اور چلا گیا۔ اس کی گفتگو کا انداز ایسا پُر اثر تھا کہ لوگوں کے دلوں میں ٹیلوں کے علاقے میں جانے کا اشتیاق پیدا ہو گیا لیکن گاؤں کے بوڑھوں نے کہا کہ یہ اجنبی انسان نہیں بلکہ کھنڈر کے شر کا حصہ ہے۔ انسانی فطرت میں یہ کمزوری ہے کہ چھپے ہوئے کو بے نقاب کرنے اور بھید کو پا لینے کی کوشش کرتی ہے۔ جن جسموں میں جوانی کا خون ہوتا ہے وہ خطرے مول لے لیتے ہیں۔ گاؤں کے جوانوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ وہاں ضرور جائیں گے۔ اشرفیوں کا جادو بڑا سخت تھا جس سے وہ لوگ بچ نہیں سکتے تھے۔

☆☆☆

اس چالیس میل لمبے اور دس میل چوڑے خطے میں جتنے گاؤں تھے ان سب سے اطلاعات ملیں کہ ایک اجنبی مسافر یہی قصہ سنا گیا ہے۔ کچھ لوگ تذبذب میں تھے اور کچھ کسی فیصلے کے درمیان بھٹک رہے تھے مگر اُدھر جانے سے سب ڈرتے تھے۔ بعض آدمی گئے بھی لیکن ٹیلوں کے پُراسرار علاقے کو دور سے دیکھ کر واپس آ گئے۔ کچھ روز بعد دو جواں سال شتر سوار تمام علاقے میں گھوم گئے۔ انہوں نے بھی ایسا ہی قصہ سنایا جو ذرا مختلف تھا۔ وہ بہت دور کے سفر پر گھوڑوں سے جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ دو ٹٹو تھے جن پر قیمتی مال تھا۔ یہ تجارت کا مال تھا جو وہ سوڈان لے جا رہے تھے۔ راستے میں انہیں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ مال کے ساتھ گھوڑے اور ٹٹو بھی چھین لئے اور انہیں زندہ چھوڑ دیا۔ یہ دونوں ٹیلوں کے علاقے میں آ کر تھکن' بھوک پیاس اور غم سے گر پڑے۔ انہیں بھی سفید ریش بزرگ نظر آیا۔ اس نے انہیں بھی وہی پیغام دیا اور کہا۔

''تمہیں شیطان کے درندوں نے لوٹا ہے۔ تم اللہ کے نیک بندے ہو۔ جاؤ تمہیں پچاس قدم پر دو اونٹ کھڑے ملیں گے اور ان کے ساتھ جو کچھ بندھا ہوگا وہ تمہارا ہوگا لیکن مال و زر دیکھ کر آپس میں لڑنا نہیں ورنہ ہمیشہ کے لئے اندھے ہو جاؤ گے۔'' انہیں بھی اس بزرگ نے کہا کہ گاؤں گاؤں جا کر لوگوں کو پیغام دیں کہ ان کھنڈروں سے ڈریں نہیں۔

اس کے بعد ایسی ہی بہت سی روایات سنی اور سنائی جانے لگیں۔ ان میں ڈر اور خوف کا کوئی تاثر نہیں تھا بلکہ ایسی کشش تھی کہ لوگوں نے ٹیلوں کے اردگرد پھرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے بعض لوگوں کو اندرونی علاقے سے باہر جاتے اور آتے بھی دیکھا جنہوں نے بتایا کہ اندر ایک درویش بزرگ ہے جو غیب کا حال بتاتا اور آسمانوں کی خبر دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ امام مہدی ہے۔ کسی نے کہا کہ حضرت موسیٰ ہیں اور کوئی حضرت عیسیٰ کہتا تھا۔ ایک بات وثوق سے کہی جاتی تھی کہ وہ جو کوئی بھی ہے خدا کا بھیجا ہوا ہے اور گناہگاروں سے ناتو ملتا ہے اور نا ہی انہیں نظر آتا ہے۔ اس کے پاس جانے کے لئے نیت صاف ہونی چاہئے۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ یہ طلسماتی اور پُراسرار روایات اور حکایتیں لوگوں کو اندرونی علاقے میں لے جانے لگیں۔ آگے جا کر انہوں نے پہلی بار وہ کھنڈر دیکھے جن سے وہ ڈرتے تھے۔ وہ ان کے اندر بھی گئے۔ یہ کمروں' غلام گردشوں اور غاروں جیسے راستوں کی بھول بھلیاں تھیں۔ ایک کمرہ بہت وسیع اور اس کی چھت اونچی تھی۔ جالے لٹک رہے تھے اور ماحول پر ہیبت طاری تھی لیکن وہاں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ سیڑھیاں فرش سے نیچے جاتیں اور تہ خانوں میں جا کر ختم ہو جاتی تھیں۔

یہ عمارت ان فرعونوں کی تھی جو اپنے آپ کو خدا کہتے تھے۔ وہ کسی کسی کو نظر آتے تھے۔ وہ لوگوں کو اس عمارت میں اکٹھا کر لیا کرتے تھے مگر لوگوں کو ان کی صرف آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ آواز ایسی سرنگوں سے گزر کر آتی تھی جن کے دہانے بڑے کمرے میں تھے مگر نظر نہیں آتے تھے۔ بولنے والا سرنگ کے دوسرے سرے پر ہوتا تھا جس کے متعلق کوئی جان نہیں سکتا تھا کہ کہاں ہے۔ وہ اسے خدا کی آواز سمجھتے تھے جو عام آدمی کو نظر نہیں آتا۔ ان بڑے کمروں میں روشنیوں کا ایسا انتظام ہوا کرتا تھا کہ مشعلیں نظر نہیں آتی تھیں مگر کمرے روشن رہتے تھے۔ آئینے کی طرح چمکیلی دھات کی چادریں استعمال کی جاتی تھیں جن سے چھپی ہوئی مشعلوں کی روشنی منعکس ہوتی تھی۔ وہ صدیوں پرانی بات تھی۔ اب صلاح الدین ایوبی کے دور میں اس عمارت میں پھر وہی آوازیں گونجنے لگیں۔ جنہیں لوگ خدا کی آوازیں سمجھا کرتے تھے۔ ذرا سے وقت میں ہی لوگوں کے دلوں سے کھنڈروں کی ہیبت نکل گئی۔ وہ جب بڑے کمرے میں جاتے تو اس سے پہلے انہیں اندھیری اور فراخ سرنگوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ آگے بہت کشادہ اور اونچی چھت والا کمرہ آجاتا تھا جس میں روشنی ہوتی مگر کوئی مشعل نظر نہیں آتی تھی۔ وہاں گونج کی طرح آواز آتی تھی۔

''ہم نے تمہیں اندھیروں میں سے نکال کر روشنی دکھائی ہے۔ یہ کوہِ طور کی روشنی ہے۔ اس نور کو دلوں میں داخل کر لو۔ فرعونوں کی بدروحیں مر گئی ہیں۔ اب یہاں موسیٰ کا نور ہے اور اس نور کو عیسیٰ اور زیادہ منور کرے گا۔ خدا کو یاد کرو' کلمہ پڑھو'' لوگ حیرت سے منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے ایک دوسرے کو دیکھتے اور کلمہ طیبہ گنگنانا شروع کر دیتے تھے۔

اگر اس آواز میں خدا' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور کلمہ طیبہ کا ذکر نہ ہوتا تو شاید لوگ اس کا اتنی جلدی اثر قبول نہیں کرتے جو وہ کر رہے تھے۔ وہ سب مسلمان تھے۔ اپنے مذہب کے نام پر وہ اس اثر کو قبول کر رہے تھے اور جب انہیں یہ آواز سنائی دی۔

''رسولِ خدا ﷺ کو خدا نے غارِ حرا کے اندھیرے میں رسالت عطا کی تھی۔ تمہیں بھی ان غاروں کے اندھیروں میں خدا کا نور نظر آئے گا۔'' تب لوگوں نے سر جھکا لئے اور اس آواز کو جس کی گونج میں طلسماتی اثر تھا اپنے دل پر نقش کر لیا۔ لوگ اس ہستی تک پہنچنا چاہتے تھے جس کی یہ آواز تھی اور جو مسافروں کو اونٹ' کھانا' پانی اور اشرفیاں دیتی اور مُردوں کو زندہ کرتی تھی۔ لوگوں کی بیتابیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ اپنے گھروں کو جاتے تو انہیں عورتیں بتاتیں کہ ایک اجنبی آیا تھا جو کھنڈر والے درویش کی کرامات سنا گیا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اس نے درویش کی زیارت کی ہے۔

ایک روز ان دیہات میں جو سب سے بڑا گاؤں تھا وہاں کی مسجد کے پیش امام سے لوگوں نے استفسار کیا تو اس نے کہا۔

''وہ مقدس انسان ہے۔ صرف نیک لوگوں سے ملتا ہے۔ نیک وہ ہوتا ہے جو خون خرابا نہ کرے۔ صلح اور امن کی زندگی بسر کرے۔ یہ مقدس درویش حضرت عیسیٰؑ کا پیغام لایا ہے۔ اس پیغام میں محبت ہے، جنگ و جدل نہیں۔ اس پیغام میں یہ نصیحت ہے کہ کسی کو زخمی نہ کرو بلکہ زخمی کے زخموں پر مرہم رکھو۔ اگر تم لوگ ان اصولوں پر زندگی بسر کرو گے تو یہ درویش تمہاری کایا پلٹ دے گا۔''

جب ایک امام مسجد نے بھی اس مقدس درویش اور اس کی آواز کو برحق کہہ دیا تو کسی شک و شبے کی گنجائش نہ رہی۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ کھنڈروں میں جانے لگے تو اعلان ہوا کہ ہر جمعرات کے روز اندر جانے کی اجازت ہوگی اور شام کو میلا لگا کرے گا۔ چنانچہ اس روز سے جمعرات کا دن مخصوص ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی عورتوں کو بھی وہاں جانے کی اجازت مل گئی۔ اب کھنڈروں کے اندر اپنی مرضی سے کوئی نہیں جا سکتا تھا۔ جمعرات کے روز ان کے اردگرد میلے کا سماں ہوتا تھا۔ دور دور سے لوگ اونٹوں، گھوڑوں اور خچروں پر پیدل آتے اور شام کو کھنڈروں میں جانے کے وقت کا انتظار کرتے تھے۔ اندر کی سنسنی خیز دنیا میں انقلاب آ گیا۔ وہاں اب لوگوں کو گناہ اور نیکی کی تاریکی اور روشنی کے تصورات ایسی صورت میں نظر آتے تھے کہ لوگ انہیں مجسم اور متحرک صورت میں دیکھتے اور حیرت زدہ ہو جاتے تھے۔ کسی کو کوئی الٹا سیدھا سوال اور شک کرنے کی جرات نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی وہ کسی سوال اور شک کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔

سورج غروب ہوتے ہی اُس اندھیری سرنگ کا منہ کھل جاتا جو اندر لے جاتی تھی۔ یہ دراصل اس عمارت کے درمیان سے گزرنے والا راستہ تھا۔ اس کی دیواریں بہت بڑے بڑے بلاکوں کی تھیں۔ اوپر ایسی ہی چھت تھی۔ یہ سرنگ ہر دس بارہ قدموں بعد دائیں یا بائیں کو مڑ جاتی تھی۔ اس کے دروازے یا دہانے سے باہر چند ایک آدمی کھڑے ہوتے تھے۔ ان کے پاس کھجوروں کے انبار لگے رہتے تھے۔ یہ کھجوریں لوگوں کی لائی ہوئی ہوتی تھیں جسے نذرانہ کہا جاتا تھا۔ زائرین کھجوریں ایک جگہ ڈھیر کر دیتے تھے۔ کھجوروں کے پاس پانی کے مشکیزے رکھے ہوتے تھے۔ شام کو جب زائرین کو اندر جانے کی اجازت ملتی تھی تو دروازے پر ہر ایک کو تین کھجوریں کھلا کر چند گھونٹ پانی پلایا جاتا اور اندر بھیج دیا جاتا۔ تاریک سرنگ سے گزر کر جب یہ لوگ ہال نما روشن کمرے میں پہنچتے تو وہاں انہیں آوازیں سنائی دیتیں۔

''کلمہ طیبہ پڑھو۔ اپنے اللہ کو یاد کرو۔ حضرت موسیٰؑ تشریف لے آئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہونے والا ہے۔ دل سے بدی اور دشمنی نکال دو۔ لڑائی جھگڑا ختم کر دو اور اُن کا حشر دیکھو جنہیں جنت کا دھوکا دے کر لڑایا گیا تھا۔''

اس آواز کے ساتھ ہی لوگوں کی آنکھوں میں نہایت تیز روشنی پڑتی۔ انہیں ایک طرف منہ کر کے کھڑا کیا جاتا تھا۔ ان کی آنکھیں خیرہ ہونے لگتیں تو روشنی ذرا مدھم ہو جاتی۔ اس کے بعد روشنی کبھی تیز ہوتی کبھی مدھم اور لوگوں کو سامنے والی دیوار پر ستارے سے چمکتے نظر آتے۔ ان ستاروں میں جنبش ہوتی اور انتہائی مکروہ اور بھدی شکلوں والے انسان جاتے نظر آتے۔ ساتھ ہی گونجدار آواز سنائی دیتی۔

''یہ سب تمہاری طرح جوان اور خوبصورت تھے۔ انہوں نے خدا کا پیغام نہیں سنا۔ یہ کمر کے ساتھ تلواریں سجا کر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنے جیسے خوبصورت جوانوں کو قتل کیا۔ انہیں دھوکا دیا گیا کہ تم لڑو، مرو گے تو جنت میں جاؤ گے۔ دیکھ لو ان کا انجام۔ خدا نے انہیں شیطان کے درندے بنا کر کھلا چھوڑ دیا ہے۔'' ان آوازوں کے ساتھ ہی بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک سنائی دیتی۔ کچھ اور آوازیں بھی سنائی دیتیں جو مختلف درندوں کی معلوم ہوتی تھیں۔ روشنی اتنی ہو جاتی تھی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جاتیں۔ پھر لمبے لمبے دانتوں والے درندے دائیں سے بائیں جاتے نظر آتے۔ یہ بھی انسان تھے لیکن ان کی شکلیں ڈراؤنے بھیڑیوں جیسی تھیں۔ انہوں نے بازوؤں پر برہنہ لڑکیاں اٹھا رکھی تھیں۔ یہ لڑکیاں جوان اور خوبصورت تھیں۔ لڑکیاں تڑپتی تھیں، بادل کی گرج اور زیادہ بلند سنائی دیتی اور آواز آتی۔

''انہیں اپنے حسن پر ناز تھا۔ انہوں نے خدا کے حسن کو ناپاک کیا تھا۔'' ان ڈراؤنی اور بھیانک شکلوں کے بعد بڑی خوبرو اور خوبصورت عورتیں گزرتیں۔ یہ سب ہنستے کھیلتے جاتے تھے۔ یہ نیک اور پاک لوگ تھے جن کے متعلق بتایا جاتا تھا کہ انہوں نے کبھی لڑائی جھگڑے کی بات نہیں کی تھی۔ وہ سراپا محبت، پیار اور خلوص تھے۔

اس کے بعد زائرین کو ایک تہ خانے میں لے جایا جاتا جہاں انسانی ہڈیوں کے پنجر بھی تھے اور خوبصورت لڑکیاں بھی گھومتی پھرتی اور مسکراتی نظر آتی تھیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آواز سنائی دیتی۔

''حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہونے والا ہے۔ جنگ و جدل اور خون خرابا دل سے نکال دو۔'' تہ

خانے کا ایک راستہ اور تھا جس سے لوگوں کو باہر نکال دیا جاتا۔ لوگوں پر ایسا تاثر طاری ہوتا تھا جیسے وہ سو گئے تھے اور انہوں نے بڑا عجیب خواب دیکھا ہو جو ڈراؤنا تھا اور خوبصورت بھی۔ وہ ایک بار پھر اندر جانے کو بے تاب ہو جاتے تھے لیکن کسی کو اس طرف جانے نہیں دیا جاتا تھا جدھر سے لوگ اندر جاتے تھے۔ وہ اپنے گھروں کو واپس نہیں جانا چاہتے تھے۔ رات وہیں کھنڈروں کے قریب گزار دیتے تھے۔ وہاں کچھ لوگ ان کے پاس بیٹھ کر انہیں اندر کے راز بتاتے تھے۔ ایک راز یہ تھا کہ اندر جس کی آواز سنائی دیتی ہے وہ خدا کی طرف سے یہ پیغام لے کر آیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دنیا میں آ رہے ہیں اور خلیفہ العاضد بھی دنیا میں واپس آ گیا ہے۔

العاضد فاطمی خلافت کا خلیفہ تھا جس کی گدی مصر میں تھی۔ سلطان ایوبی نے اسے معزول کر کے مصر کو بغداد کی خلافتِ عباسیہ کے تحت کر دیا تھا۔ العاضد اس کے فوراً بعد مر گیا تھا۔ یہ دو اڑھائی سال پہلے کا واقعہ تھا۔ فاطمیوں نے صلیبیوں اور حشیشین کے ساتھ ساز باز کر کے ایک سازش تیار کی تھی جس کے تحت سلطان ایوبی کا تختہ الٹنا اور مصر میں فاطمی خلافت بحال کرنا تھا۔ اس سازش کی کامیابی کے لئے سوڈانیوں کو تیار کیا جا رہا تھا کہ وہ مصر پر حملہ کر دیں۔

کھنڈر کے مریدوں کی تعداد اور ان کی عقیدت مندی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور جنوب مغربی علاقے کے لوگ قائل ہوتے جا رہے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ خلیفہ العاضد کو واپس بھیج چکے ہیں اور خود بھی واپس آ رہے ہیں۔ ان لوگوں نے فوج میں بھرتی ہونے سے توبہ کر لی تھی کیونکہ وہ جنگ و جدل کو گناہ سمجھنے لگے تھے۔ صلاح الدین ایوبی کو ایک گناہگار بادشاہ قرار دے دیا گیا تھا جو اپنی بادشاہت کو وسعت دینے کے لئے جوانوں کو یہ دھوکا دے کر فوج میں بھرتی کرتا تھا کہ وہ شہید ہوں گے تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔ کھنڈروں کے اندر کی دنیا لوگوں کیلئے عبادت گاہ بن گئی تھی۔ بعض نے تو ٹیلوں کے علاقے میں ہی ڈیرے ڈال دیئے تھے۔ وہ اس مقدس درویش کی زیارت کے لئے بے قرار رہتے تھے جس کی آواز کھنڈروں میں سنائی دیتی تھی مگر وہ انہیں کہیں نظر نہیں آتا تھا۔ ایک نیا فرقہ جنم لے رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس زخمی حشیشین کو جو سلطان ایوبی پر قاتلانہ حملے میں زخمی ہوا تھا علی بن سفیان قاہرہ لے گیا جہاں اسے ایک الگ تھلگ مکان میں رکھا گیا۔ سلطان ایوبی کے حکم کے مطابق اس کے علاج کے لئے ایک جراح مقرر کر دیا گیا تھا۔ پھر بھی وہ ایک مجرم تھا۔ اسے جس مکان میں رکھا گیا اس

کے دروازے پر ایک سنتری کھڑا رہتا تھا۔ وہ ابھی بھاگنے کے قابل نہیں تھا۔ کھنڈروں کی نشاندہی اسی نے کی تھی۔ فیصلہ ہوا کہ یہ ٹھیک ہو جائے تو اس کی رہنمائی میں جاسوس بھیج کر کھنڈروں کے اندر کے حالات دیکھے جائیں گے۔ ہو سکتا تھا کہ یہ زخمی جھوٹ بول رہا ہو۔ علی بن سفیان نے قاہرہ آتے ہی اپنے نائب حسن بن عبداللہ اور کوتوال غیاث بلبیس سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس علاقے میں اپنا کوئی مخبر اور جاسوس نہ بھیجیں جس کے متعلق انہیں رپورٹ ملی ہے کہ وہاں کے لوگ فوج کے خلاف ہو گئے ہیں۔ علی کو کسی بہت بڑے اور کارآمد انکشاف کی توقع تھی۔

زخمی کو معلوم نہیں کیوں یہ وہم ہو گیا تھا کہ وہ زندہ نہیں رہے گا۔ وہ روتا تھا اور بار بار اپنے گاؤں کا نام بتا کر کہتا تھا کہ میری بہن کو بلا دو۔ میں اسے دیکھ نہیں سکوں گا۔ علی بن سفیان اُس کی اس کمزوری کو اس سے مزید راز اگلوانے کیلئے استعمال کر رہا تھا۔ زخمی اپنی بہن کے متعلق غیر معمولی طور پر جذباتی تھا۔ علی کو جب یقین ہو گیا کہ زخمی کے سینے میں اب اور کوئی بات نہیں رہ گئی تو اس نے دو پیامبر بلا کر انہیں زخمی کا گاؤں اور علاقہ بتا دیا اور کہا کہ اس کی بہن کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ یہ علاقہ مصر کے جنوب مغرب میں تھا۔ پیامبر اسی وقت روانہ ہو گئے۔

سلطان ایوبی محاذ پر پہنچتے ہی شوبک کے قلعے میں چلا گیا۔ اس کے چہرے پر قاتلانہ حملے کا کوئی تاثر نہیں تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اس کے محافظ دستے کا کمانڈر اور دیگر حکام جو اس کے ساتھ تھے بہت پریشان اور شرمسار تھے۔ وہ ڈرتے بھی تھے کہ سلطان ایوبی کسی نہ کسی مقام پر ان پر برس پڑے گا اور جواب طلبی کرے گا مگر اس نے اس طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ البتہ اپنی مرکزی کمان کے فوجی حکام سے کہا۔

''آپ نے دیکھ لیا ہے کہ میری زندگی کا کوئی بھروسا نہیں' آپ میری جنگی چالیں غور سے دیکھتے رہا کریں۔ دشمن نے جو دوسرا محاذ کھول رکھا ہے۔ اس پر گہری نظر رکھیں اور تخریب کاروں کی پکڑ دھکڑ اور سرکوبی کرتے رہیں۔'' اس نے کسی سے اتنا بھی نہ کہا کہ محافظ دستے کی چھان بین کی جائے۔ اس نے اتنے بڑے حادثے کا کوئی اثر نہ لیا تھا۔ بس شوبک کے قلعے میں پہنچا اور سب سے پہلے پوچھا کہ کوئی جاسوس واپس آیا ہے یا نہیں؟ اسے بتایا گیا کہ دو جاسوس کارآمد معلومات لائے ہیں۔ اس نے دونوں کو بلا لیا اور صلیبیوں کے ارادوں کے متعلق رپورٹیں لیں۔ اسے تقریباً وہ تمام پلان بتا دیا گیا جو صلیبیوں نے تیار کیا تھا۔ اس نے نورالدین زنگی کی بھیجی ہوئی کمک کے سالار اور مصر سے آئی ہوئی فوج کے سالار اور دونوں کے نائبین کو بلا بھیجا اور گہری سوچ میں کھو گیا۔

چوتھے روز زخمی شیشین کی بہن آ گئی۔ اس کے ساتھ چار آدمی تھے جن کے متعلق بتایا گیا کہ زخمی کے چچا اور تایا زاد بھائی ہیں۔ بہن جوان اور پُرکشش تھی اور اپنے بھائی کے لئے بہت پریشان لگتی تھی۔ زخمی اس کا اکیلا بھائی تھا۔ ان کے ماں باپ مر چکے تھے۔ اسے اور اس کے ساتھ آئے ہوئے چار آدمیوں کو زخمی کے پاس لے جانے کے لئے علی بن سفیان کی اجازت کی ضرورت تھی۔ علی بن سفیان نے بہن کو اجازت دے دی مگر اس کے ساتھ آئے ہوئے آدمیوں کو ملنے نہیں دیا۔ انہوں نے منت سماجت کی اور کہا کہ وہ اتنی دور سے آئے ہیں۔ انہیں صرف اتنی اجازت دے دی جائے کہ وہ زخمی کو دیکھ لیں۔ اس کے سوا وہ کوئی بات نہیں کریں گے۔ علی بن سفیان نے اس طرح اجازت دی کہ وہ خود ان کے ساتھ رہے گا اور انہیں فوراً باہر نکال دے گا' اس نے ایسا ہی کیا۔ اسی وقت ان سب کو زخمی کے پاس لے گیا۔ بہن نے بھائی کو دیکھا تو اس کے اوپر گر پڑی۔ بھائی کا منہ چومنے اور زار و قطار رونے لگی۔ دوسرے آدمیوں کے متعلق علی بن سفیان نے زخمی سے کہا کہ ان سے ہاتھ ملا لو' یہ واپس جا رہے ہیں۔ اس نے چاروں سے ہاتھ ملایا تو علی بن سفیان نے انہیں باہر چلے جانے کو کہا اور یہ بھی کہہ دیا کہ وہ آئندہ اسے نہیں مل سکیں گے۔ وہ چلے گئے۔ بہن نے علی بن سفیان کے قدموں میں بیٹھ کر اس کے پاؤں پکڑ لئے اور رو رو کر منت کی کہ اسے بھائی کی خدمت کے لئے وہیں رہنے دیا جائے۔ علی بن سفیان ایک بہن کی ایسی جذباتی التجا کو ٹھکرا نا سکا۔ اس نے لڑکی کی جامہ تلاشی لی اور اسے وہیں رہنے کی اجازت دے دی۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔

بہن بھائی اکیلے رہ گئے تو بہن نے بھائی سے پوچھا کہ اس نے کیا کیا ہے۔ بھائی نے بتا دیا۔ بہن نے پوچھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا تو بھائی نے جواب دیا۔

''امیرِ مصر پر قاتلانہ حملے کا جرم بخشا تو نہیں جائے گا۔ اگر ان لوگوں نے مجھ رحم کیا تو سزائے موت نہیں دیں گے لیکن ساری عمر کے لئے تہ خانے میں ڈال دیں گے۔''

''پھر میں ساری عمر تمہیں نہیں دیکھ سکوں گی؟'' بہن نے پوچھا۔

''نہیں شارجا۔'' بھائی نے رندھیائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''پھر میں مر بھی نہیں سکوں گا اور جی بھی نہیں سکوں گا۔ وہ جگہ بڑی خوفناک ہے جہاں مجھے ہمیشہ کے لئے قید کر دیں گے۔''

بہن جس کا نام شارجا تھا۔ بچوں کی طرح بلبلا اٹھی۔ اس نے کہا۔

''میں نے تمہیں اس وقت بھی روکا تھا کہ ان لوگوں کے چکر میں نہ پڑو مگر تم نے کہا کہ صلاح الدین ایوبی کا قتل جائز ہے۔ تم لالچ میں آ گئے۔ تم نے میری بھی پرواہ نہیں کی کہ میرا کیا بنے

گا۔تم نہ ہوئے تو میرا آسرا کون ہوگا۔''

زخمی بھائی کا ذہن تقسیم ہو گیا تھا۔کبھی وہ پچھتاوے کی باتیں کرتا اور کہتا کہ میں ان لوگوں کے جھانسے میں آ گیا تھا۔اس نے یہ بھی کہا۔''صلاح الدین ایوبی انسان نہیں خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ہے۔ہم چار ہٹے کٹے جوان مل کر اتنا بھی نہ کر سکے کہ اس کے جسم پر خنجر کی نوک سے خراش ہی ڈال دیتے۔اس پر زہر نے بھی اثر نہیں کیا۔اس اکیلے نے تین کو جان سے مار ڈالا اور مجھے موت کے منہ میں ڈال دیا۔''

''یہ کہنے والے جھوٹ تو نہیں کہتے تھے کہ صلاح الدین ایوبی کا ایمان اتنا مضبوط ہے کہ اسے کوئی گناہگار قتل نہیں کر سکتا۔''بہن نے کہا۔''تم چاروں مسلمان تھے۔اتنا بھی نہ سوچا کہ وہ بھی مسلمان ہے۔''

''اس نے خدا کے خلیفہ کی گدی کی توہین کی ہے۔''زخمی بھائی کا دماغ الٹی طرف چل پڑا۔ اس نے جوشیلے لہجے میں کہا۔''تم نہیں جانتیں کہ خلیفہ العاضد خدا کے بھیجے ہوئے خلیفہ تھے۔''

''جو کوئی جو کچھ بھی تھا۔''بہن نے کہا۔''میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ تم میرے بھائی ہو کر بھی مجھ سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو رہے ہو۔کیا تمہارے بچنے کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے؟''

''شاید پیدا ہو جائے۔''بھائی نے جواب دیا۔''میں نے اس شرط پر انہیں سارے راز بتا دیئے ہیں کہ میرا گناہ بخش دیں مگر میرا گناہ اتنا سنگین ہے جو شاید بخشا نہیں جائے گا۔''

اس وقت زخمی کو سو جانا چاہئے تھا اور اسے اتنا زیادہ بولنا نہیں چاہئے تھا کیونکہ پیٹ کے زخم کھل جانے کا ڈر تھا مگر وہ بولتا جا رہا تھا اور بہن رو رہی تھی۔بولتے بولتے اسے پیٹ کے زخم میں ٹیسیں محسوس ہونے لگیں اور وہ بے حال ہو گیا۔اس نے بہن سے کہا۔

''شارجا! باہر جاؤ کوئی آدمی ملے تو اس سے کہو کہ طبیب یا جراح کو بلا دے' میں مر رہا ہوں۔''شارجا دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔باہر سنتری کھڑا تھا۔اس نے اسے بھائی کی حالت بتائی تو اس نے شارجا کو اس جراح کے گھر کا راستہ بتا دیا جسے زخمی کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ساتھ ہی اسے سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ دن ہو یا رات' زخمی کو زندہ رکھنے کی پوری کوشش کرے۔وہ شاہی جراح تھا۔

شارجا دوڑتی چلی گئی۔جراح کا گھر بالکل قریب تھا۔شارجا نے جراح کو بھائی کی حالت بتائی تو وہ بھاگم بھاگ آیا اور زخمی کو دیکھا۔اس کے پیٹ کی پٹی خون سے لال ہو گئی تھی۔جراح نے

فوراً پٹی کھول دی۔ خون بند کرنے کے لئے اس میں سفوف ڈالے اور بہت سا وقت صرف کر کے پٹی باندھ دی۔ خون بند ہو گیا تو اس نے زخمی کو دوا پلا دی جس کے اثر سے اسے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ شارجا اس جواں سال جراح کو حیرت اور دلچسپی سے دیکھتی رہی۔ اسے توقع نہیں تھی کہ اتنی رات گئے کوئی اس کے مجرم بھائی کو دیکھنے آ جائے گا لیکن جراح دوڑا چلا آیا تھا اور اس نے اتنے انہماک سے زخمی کی مرہم پٹی کی تھی کہ شارجا حیران رہ گئی۔ زخمی کی آنکھ لگ گئی تو جراح نے آنکھیں بند کر کے اور ہاتھ اوپر اٹھا کر سرگوشی کی۔

''زندگی اور موت تیرے ہاتھ میں ہے میرے خدا! اس بدنصیب کے حال پر کرم کر۔ اسے زندگی عطا کر دے خدائے عزوجل۔''

شارجا کے آنسو نکل آئے۔ اس پر جراح کا تقدس طاری ہو گیا تھا۔ اس نے جراح کے قریب دوزانو ہو کر اس کا ایک ہاتھ پکڑا اور چوم لیا۔ جراح کے پوچھنے پر شارجا نے بتایا کہ وہ زخمی کی بہن ہے۔ اس نے جراح سے پوچھا۔

''کیا آپ کے دل میں اتنا زیادہ رحم ہے کہ میرے بھائی کو آپ تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے یا اسے اس لئے زندہ رکھنا چاہتے ہیں کہ یہ آپ کو راز کی ساری باتیں بتا دے گا؟''

''مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ اس کے پاس کوئی راز ہے یا نہیں۔'' جراح نے کہا۔ ''میرا فرض یہ ہے کہ اسے زندہ رکھوں اور اس کے زخم بالکل ٹھیک کر دوں۔ میری نگاہ میں مومن اور مجرم میں کوئی فرق نہیں ہے۔''

''آپ کو شاید معلوم نہیں کہ اس کا جرم کیا ہے۔'' شارجا نے کہا۔ ''اگر معلوم ہوتا تو آپ اس کے زخم پر مرہم رکھنے کی بجائے اس میں نمک بھر دیتے۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' جراح نے جواب دیا۔ ''لیکن میں اسے زندہ رکھنے کی پوری کوشش کروں گا۔''

شارجا اتنی متاثر ہوئی کہ اس نے جراح کے ساتھ اپنی باتیں شروع کر دیں۔ اسے بتایا کہ اس کے ماں باپ اس کے بچپن میں ہی مر گئے تھے۔ اس وقت اس کا یہ بھائی دس گیارہ سال کا تھا۔ اس نے شارجا کو پالا پوسا اور جوان کیا۔ اگر اس کا بھائی نہ ہوتا تو کوئی نہ کوئی اسے اغوا کر کے لے جاتا۔ بھائی نے اپنی زندگی بہن کے لئے وقف کر دی تھی۔ جراح انہماک سے اسکی باتیں سنتا رہا اور اسے اس خیال سے باہر صحن میں لے گیا کہ زخمی کی آنکھ نہ کھل جائے۔ جراح ایسے انداز سے

شارجا کی باتیں سن رہا تھا جیسے وہ رات یہیں گزارے گا مگر جب وہ جانے لگا تو شارجا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''آپ چلے جائیں گے تو مجھے ڈر لگے گا۔'' جراح نے اسے بتایا کہ وہ اسے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا اور اس کے ساتھ رہ بھی نہیں سکتا۔ جراح گھر میں اکیلا رہتا تھا۔ وہ شارجا کی خاطر کچھ دیر اور رک گیا اور رات کے پچھلے پہر گیا۔ دوسرے دن کا سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا کہ وہ زخمی کو دیکھنے آ گیا۔ اس نے رات والے انہماک سے اس کی مرہم پٹی کی۔ زخمی کو دودھ پلایا اور ایسا کھانا دیا جو شارجا نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

اس دوران علی بن سفیان آیا اور زخمی کی حالت دیکھ کر چلا گیا لیکن جراح نہیں گیا۔ وہ شارجا کے ساتھ باتیں کرتا اور اس کی باتیں سنتا رہا۔ اس روز شام تک وہ تین بار زخمی کو دیکھنے آیا حالانکہ وہ صرف دوپہر کو آیا کرتا تھا۔ شام کو وہ چلا گیا تو زخمی نے اپنی بہن سے کہا۔

''شارجا' میری ایک بات غور سے سن لو۔ میری زندگی اس جراح کے ہاتھ میں ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں دیکھ کر یہ میرا علاج پہلے سے زیادہ اچھے طریقے سے کرنے لگا ہے۔ میں موت قبول کر لوں گا مگر اسے اتنی زیادہ قیمت نہیں دوں گا جو اس نے دل میں رکھ لی ہے۔ مجھے شک نہیں یقین ہے کہ یہ مجھے زندہ رکھنے کے لئے تمہاری عزت کا نذرانہ لینا چاہتا ہے۔''

''میں تو اسے فرشتہ سمجھتی ہوں۔'' شارجا نے کہا۔ ''اس نے ابھی تک کوئی ایسا اشارہ نہیں کیا اور میں بچی بھی تو نہیں ہوں لیکن میں اسے ایسا نہیں سمجھتی۔''

شارجا کا انداز ایسا تھا جس نے بھائی کو شک میں ڈال دیا کہ وہ جراح میں دلچسپی لیتی ہے۔

☆ ☆ ☆

اس رات جراح آیا تو زخمی سو گیا تھا۔ شارجا جاگ رہی تھی۔ وہ جراح کے ساتھ صحن میں چلی گئی۔ کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں۔ جراح نے اس سے کہا کہ اس کا بھائی دوائی کے اثر سے اتنی گہری نیند سو گیا ہے کہ صبح تک اس کی آنکھ شاید نہیں کھلے گی۔ آؤ میرے گھر چلو۔ شارجا کچھ جھجکی لیکن جراح کی پیش کش ٹھکرا نہ سکی۔ اس کے ساتھ چلی گئی۔ یہ خوبرو جواں سال حکیم اکیلا رہتا تھا۔ شارجا بالغ لڑکی تھی۔ اسے توقع تھی کہ آج رات یہ آدمی اس کے سامنے بے نقاب ہو جائے گا مگر ایسا نہ ہوا۔ وہ اس کے ساتھ ہمدرد دوستوں کی طرح باتیں کرتا رہا۔ لڑکی کو اس کے اتنے مشفقانہ سلوک نے پریشان کر دیا تو اس نے بے اختیار اس سے پوچھا۔

''میں صحرا کے دور دراز علاقے کی غریب سی لڑکی ہوں اور ایک ایسے مجرم کی بہن ہوں جس نے مصر کے بادشاہ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ اس کے باوجود آپ میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں کر رہے ہیں جس کی میں حقدار نہیں ہوں۔'' جراح نے مسکراہٹ کے سوا کوئی جواب نہ دیا۔ لڑکی نے صاف کہہ دیا۔

''مجھ میں اس خوبی کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ میں جوان لڑکی ہوں۔ ہاں شاید میری شکل و صورت اچھی ہے۔''

''تم میں ایک خوبی اور بھی ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔'' جراح نے کہا۔ ''تمہاری عمر اور تمہاری شکل وصورت کی میری بھی ایک بہن تھی جس طرح تم بہن بھائی اکیلے ہو اسی طرح میں اور میری بہن اکیلے رہ گئے تھے۔ میں نے تمہارے بھائی کی طرح اپنی بہن کو پالا پوسا اور اپنی زندگی کی ساری خوشیاں اس کے لئے وقف کر دی تھیں۔ وہ بیمار ہو کر میرے اپنے ہاتھوں مر گئی۔ میں اکیلا رہ گیا۔ تمہیں دیکھا تو شک ہوا جیسے میری بہن مجھے مل گئی ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو جوان اور خوبصورت لڑکی سمجھتی ہو اور میری نیت پر شک ہے تو اس کا یہی علاج ہے کہ میں تم میں ایسی دلچسپی کا اظہار نہیں کروں گا جو اب تک کیا ہے مگر تمہارے بھائی میں پوری دلچسپی لیتا رہوں گا۔ اسے ٹھیک کرنا میرا فرض ہے۔''

شارجا رات میں دیر سے واپس آئی۔ جراح اس کے ساتھ تھا۔ لڑکی کے شکوک رفع ہو چکے تھے۔ دوسرے دن جراح زخمی کو دیکھنے گیا تو اس نے شارجا کے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ وہ جانے لگا تو شارجا نے باہر جا کر اسے روک لیا۔ وہ رو رہی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ جراح اس سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔ جراح نے اسے بتایا کہ وہ ناراض نہیں ہے لیکن وہ اسے کسی اور شک میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ رات کو جب زخمی سو گیا تو شارجا وہاں سے نکل کر جراح کے گھر چلی آئی۔ یہ اس کی بے تابی تھی جس پر وہ قابو نہ پا سکی تھی۔ وہ بہت دیر تک جراح کے پاس رہی۔ اس کے ذہن میں کچھ گانٹھیں پڑی ہوئی تھیں جنہیں وہ کھولنا چاہتی تھی۔ اس نے جراح سے پوچھا ''کیا خلیفہ خدا کے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں؟''

''خلیفہ انسان ہوتا ہے۔'' جراح نے جواب دیا۔ ''خدا کے بھیجے ہوئے نبی اور پیغمبر تھے۔ یہ سلسلہ رسول اکرم ﷺ پر ختم ہو گیا ہے۔''

''صلاح الدین ایوبی خدا کا بھیجا ہوا ہے؟'' لڑکی نے پوچھا۔

''نہیں۔'' جراح نے جواب دیا۔ ''وہ بھی انسان ہے لیکن عام انسانوں سے اس کا رتبہ بلند ہے کیونکہ وہ خدا اور اس کے بھیجے ہوئے آخری رسول صلعم کے عظیم پیغام کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانا چاہتا ہے۔'' ایسے اور بھی بہت سے سوال تھے جو شار جانے پوچھے اور جراح نے اس کے شکوک رفع کر دیئے۔ اس نے کہا۔

''پھر تو میرا بھائی بہت بڑا گناہگار ہے۔ اگر اسے کوئی یہ باتیں بتا دیتا جو آپ نے مجھے بتائی ہیں تو وہ اس گناہ سے بچا رہتا۔ اب تو اس کی جاں بخشی نہیں ہوگی۔''

''ہو جائے گی۔'' جراح نے اسے بتایا۔ ''اگر صلاح الدین ایوبی نے کہہ دیا ہے کہ اسے زندہ رکھنے کی کوشش کرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے سزا نہیں دی جائے گی۔ اسے چاہئے کہ گناہوں سے توبہ کر لے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اسے کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔''

''میں ساری عمر صلاح الدین ایوبی اور آپ کی خدمت میں گزار دوں گی۔'' شار جانے روتے ہوئے کہا۔ ''اور میرا بھائی آپ سب کا غلام رہے گا۔'' وہ جذباتی ہوگئی تھی۔ اس نے جراح کے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ ''آپ مجھ سے جو قیمت وصول کرنا چاہیں میں دے دوں گی۔ آپ مجھے اپنی لونڈی بنا لیں مگر اس کے عوض میرے بھائی کو ٹھیک کر کے اسے سزا سے بچا لیں۔''

''قیمت اللہ سے وصول کی جاتی ہے۔'' جراح نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''بھائی کے گناہ کی سزا بہن کو نہیں دی جائے گی اور بھائی کی صحت کی قیمت بہن سے وصول نہیں کی جائے گی۔ سب کا پاسبان اللہ ہے۔ اس کی ذاتِ باری نے مجھے تمہاری عصمت کی پاسبانی اور تمہارے بھائی کی صحت کی ذمہ داری سونپی ہے۔ دعا کرو کہ میں اس امانت میں خیانت نہ کروں۔ بہن کی دعا عرش کو بھی ہلا دیا کرتی ہے۔ دعا کرو..... دعا کرو اور اس خدا کی عظمت کو یاد رکھو جس کے خلاف تمہیں گمراہ کیا جا رہا ہے۔''

جراح نے اس لڑکی پر طلسم طاری کر دیا۔ ایک تو باتیں ہی ایسی تھیں جو جراح نے اسے بتائی تھیں۔ تاثر تو جراح کے سلوک نے پیدا کیا تھا۔ جراح کے متعلق تو اسے کچھ اور ہی شک ہو گیا تھا لیکن وہ کچھ اور نکلا۔ اسے جیسے احساس ہی نہیں تھا کہ ایسی تنہائی میں اور رات کے وقت اتنی حسین اور جوان لڑکی اس کے رحم و کرم پر ہے۔ رات آدھی گزر گئی تھی۔ جراح نے اس سے کہا۔

''اٹھو، تمہیں وہاں تک چھوڑ آؤں اور تمہارے بھائی کو بھی دیکھ آؤں۔'' دونوں گھر سے نکلے اور آہستہ آہستہ چل پڑے۔ رات تاریک تھی۔ وہ دو مکانوں کے پچھواڑے سے گزر رہے تھے۔ یہ

چھوٹی سی گلی تھی جس میں سے گزرتے ہی وہ مکان آجاتا تھا جہاں زخمی حشیشین قید میں پڑا تھا اور اس کے دروازے پر سنتری کھڑا رہتا تھا۔ وہ دونوں اس گلی میں داخل ہوئے ہی تھے کہ پیچھے سے دونوں کو مضبوط بازوؤں میں جکڑ لیا گیا۔ دونوں کے منہ کپڑوں میں بندھ گئے۔ ان کی آواز بھی نہ نکل سکی۔ جراح جسمانی لحاظ سے کمزور نہیں تھا مگر وہ بے خبری میں جکڑا گیا۔ حملہ آور چار پانچ معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے دونوں کو اٹھا لیا اور تاریکی میں غائب ہو گئے۔ کچھ دور پر گھوڑے کھڑے تھے۔ جراح کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ دیئے گئے اور گھوڑے پر ڈال کر ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اسے کسی کی آواز سنائی دی جو شارجا سے مخاطب تھی۔

''شور نہ کرنا شارجا' تمہارا کام ہو گیا ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لئے لائے ہیں۔'' شارجا کے منہ سے کپڑا اُتار دیا گیا تھا۔ جراح کو اس کی آواز سنائی دی۔

''اسے چھوڑ دو۔ اس کا کوئی قصور نہیں' یہ بہت اچھا آدمی ہے۔''

''اس کی تو ہمیں ضرورت ہے۔'' کسی نے کہا۔ ''شارجا۔'' کسی نے حکم کے لہجے میں کہا۔ ''خاموشی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔''

''اوہ۔'' شارجا کی آواز سنائی دی۔ ''یہ تم ہو؟''

''سوار ہو جاؤ۔'' کسی نے پھر حکم دیا۔ ''وقت ضائع نہ کرو۔'' گھوڑے سرپٹ دوڑتے چلے گئے اور ذرا سی دیر میں قاہرہ سے نکل گئے۔ شارجا نہایت اچھی سوار تھی۔

☆ ☆ ☆

صبح سنتری بدلنے کا وقت ہوا۔ نیا سنتری آیا تو رات والا سنتری وہاں نہیں تھا۔ اس نے اندر جا کر دیکھا تو وہاں زخمی سویا ہوا تھا۔ اس کے اوپر کمبل پڑا تھا۔ اس کا منہ بھی ڈھکا ہوا تھا۔ نیا سنتری باہر والے دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ ابھی جراح زخمی کو دیکھنے آئے گا اور علی بن سفیان بھی آئے گا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ زخمی کی بہن زخمی کے ساتھ رہتی ہے اور اس کے سوا اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے مگر بہن اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ سورج طلوع ہوا تو علی بن سفیان آ گیا۔ اس نے سنتری سے پوچھا کہ جراح آ چکا ہے یا زخمی کو دیکھ کر چلا گیا ہے؟ سنتری نے اسے بتایا کہ جراح نہیں آیا۔ پہلا سنتری یہاں نہیں تھا اور اندر زخمی کی بہن بھی نہیں ہے۔ علی بن سفیان یہ سوچ کر اندر گیا کہ زخمی کی تکلیف بڑھ گئی ہو گی اور اس کی بہن جراح کو بلانے چلی گئی ہو گی۔ علی بن سفیان کے لئے ہی نہیں یہ زخمی سلطنتِ اسلامیہ کے لئے بھی مصر جتنا قیمتی تھا۔ اس

کے صحت یاب ہونے کا انتظار تھا اور ایک بڑی خطرناک سازش کے بے نقاب ہونے کی توقع تھی۔

وہ تیزی سے اندر گیا۔ زخمی کے سر سے پاؤں تک کمبل پڑا تھا۔ علی بن سفیان کو تازہ خون کی بو محسوس ہوئی۔ اس نے زخمی کے منہ سے کمبل ہٹایا تو یوں بدک کر پیچھے ہٹ گیا جیسے وہ زخمی نہیں اژدہا ہو۔ اس نے وہیں سے باہر کھڑے سنتری کو آواز دی تو سنتری دوڑتا ہوا اندر آ گیا۔ علی بن سفیان نے اسے زخمی کا چہرہ دکھاتے ہوئے پوچھا۔

''یہ رات والا سنتری تو نہیں؟'' نئے سنتری نے چہرہ دیکھ کر حیرت اور گھبراہٹ سے بوجھل آواز میں کہا۔

''یہی تھا۔ یہ اس بستر میں کیوں سویا ہوا ہے حضور! زخمی کہاں ہے؟''

''یہ سویا ہوا نہیں۔'' علی بن سفیان نے کہا۔ ''مرا ہوا ہے۔'' اس نے کمبل اٹھا کر پرے پھینک دیا۔ بستر خون سے لال تھا۔ وہ زخمی حشیشین نہیں بلکہ رات والے سنتری کی لاش تھی۔ علی بن سفیان نے دیکھا لاش کے دل کے قریب خنجر کے دو زخم تھے۔ زخمی حشیشین غائب تھا۔ علی بن سفیان نے کمرے میں، صحن میں اور باہر زمین کو غور سے دیکھا۔ کہیں خون کا ایک قطرہ بھی نظر نہیں آیا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ سنتری کو زندہ اٹھا کر اندر لایا گیا اور بستر پر لٹا کر اس کے دل میں خنجر مارے گئے ہیں۔ اسے تڑپنے نہیں دیا گیا ورنہ خون کے چھینٹے بکھرے ہوئے ہوتے۔ وہ مر گیا تو اس پر کمبل ڈال دیا گیا اور قاتل زخمی قیدی کو اٹھا کر لے گئے اور اس کی بہن کو بھی لے گئے۔ صاف ظاہر تھا کہ زخمی کو فرار میں مدد دی گئی ہے۔ وہ جوان اور حسین لڑکی تھی۔ اس نے سنتری کو پھانس لیا ہوگا۔ اسے اندر لے گئی ہوگی۔ لڑکی کے ساتھیوں نے سنتری کو بے خبری میں پکڑ لیا ہوگا۔ علی بن سفیان کو اپنی اس غلطی پر تاسف ہوا کہ اس نے زخمی کے چار ساتھیوں کو زخمی سے ملنے کی اجازت دی تھی۔ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ زخمی کے چچازاد اور تایازاد بھائی ہیں۔ وہ اندر آ کر دیکھ گئے تھے کہ یہاں کے حفاظتی انتظامات کیا ہیں۔ اسے بہن کو بھی یہاں رہنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے تھی۔ اس نے یہ بھی یقین نہیں کیا تھا کہ یہ لڑکی زخمی کی بہن تھی یا اس گروہ کی کوئی فرد۔

علی بن سفیان کو غصہ آیا اور وہ اپنی بھول پر پچھتایا بھی لیکن اس نے دل ہی دل میں زخمی اور اس کے ساتھیوں کے اتنے کامیاب فرار کو سراہا۔ علی بن سفیان جیسے سراغرساں کو دھوکا دینا آسان نہیں تھا۔ وہ لوگ اسے بھی جُل دے گئے تھے۔ اس نے نئے سنتری سے کچھ باتیں پوچھیں تو اس نے بتایا کہ اس سے پہلے وہ رات کو بھی پہرے پر کھڑا رہ چکا ہے۔ اس نے لڑکی کو جراح کے ساتھ

اس کے گھر جاتے اور رات میں بہت دیر بعد دونوں کو واپس آتے دیکھا تھا۔ اس سے علی بن سفیان کو شک ہوا کہ لڑکی نے جراح کو بھی حسن و جوانی کے زیر اثر کر لیا تھا۔ علی نے سنتری سے کہا کہ دوڑ کر جائے اور جراح کو بلا لائے۔ سنتری کے جانے کے بعد وہ سراغ ڈھونڈنے لگا۔ باہر گیا' زمین دیکھی تو اسے پاؤں کے نشان نظر آ گئے لیکن وہ نشان اس کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ زخمی شہر میں تو روپوش نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک ہی طریقہ رہ گیا تھا۔ زخمی کے گاؤں پر جہاں سے اس کی بہن کو لایا گیا تھا چھاپا مارا جائے۔ وہ گاؤں بہت دور تھا۔

سنتری نے واپس آ کر بتایا کہ جراح گھر میں نہیں ہے۔ علی بن سفیان اس کے گھر گیا تو اس کے ملازم نے بتایا کہ جراح رات میں ایک لڑکی کے ساتھ باہر نکلا تھا پھر واپس نہیں آیا۔ اس لڑکی کے متعلق اس نے بتایا کہ پہلے بھی جراح کے ساتھ آ چکی ہے اور دونوں بہت دیر تک اندر بیٹھے رہے تھے۔ علی بن سفیان کو یقین ہو گیا کہ جراح بھی زخمی کے فرار میں شریک ہے اور یہ لڑکی کے حسن کے جادو کا کمال ہے۔ علی نے اپنے محکمے کے سراغرسانوں کو بلا کر انہیں فرار کے متعلق بتایا۔ وہ سب ادھر اُدھر بکھر گئے۔ ایک جگہ انہیں بہت سے گھوڑوں کے کھروں کے نشان نظر آئے۔ اردگرد کے رہنے والوں میں سے تین چار آدمیوں نے بتایا کہ رات میں انہوں نے بہت سے گھوڑے دوڑنے کی آوازیں سنی تھیں۔ سراغرساں کھروں کو دیکھنے شہر سے نکل گئے مگر آگے جانا بیکار تھا۔ رات کے بھاگے ہوئے گھوڑوں کو اب کھرے دیکھ دیکھ کر پکڑنا کسی بھی طرح سے ممکن نہیں تھا۔ انہیں صرف اتنا پتا چلا کہ مفرور اس سمت کو گئے ہیں۔ علی بن سفیان کے کرنے کا کام اب یہی رہ گیا تھا کہ قائم مقام امیر مصر تقی الدین کو اطلاع دے دے کہ زخمی حشیشین کو اس کے ساتھی اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ اسے یہ خیال بھی آیا کہ زخمی نے راز کی جو باتیں بتائی تھیں یقیناً وہ اس نے اپنی جان بچانے اور فرار ہونے کا موقع پیدا کرنے کے لئے چال چلی ہوگی۔ وہ سلطان ایوبی کو بھی الو بنا گیا تھا۔

آدھا دن گزر گیا تھا جب علی بن سفیان تقی الدین کو اطلاع دینے کے لئے چلا گیا۔ اس وقت اس کا زخمی قیدی جو کھڑا ہونے کے بھی قابل نہیں تھا' قاہرہ سے بہت دور ایک ویرانے میں پہنچ چکا تھا مگر وہ زندہ نہیں تھا۔ جراح کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے اور وہ ایک گھوڑے پر بے جان چیز کی طرح پڑا تھا۔ اس کی ٹانگیں گھوڑے کے ایک طرف' اوپر کا دھڑ اور بازو دوسری طرف تھے۔ رات بھر وہ اسی حالت میں رہا تھا۔ صبح کا اُجالا صاف نہیں ہوا تھا جب گھوڑے رکے۔ جراح کی

آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ اسے پٹی باندھنے والا آدمی نظر نہیں آسکا کیونکہ اس کا سر نیچے تھا۔ پٹی بندھ جانے کے بعد اس کے پاؤں کھول کر اسے گھوڑے پر بٹھا دیا گیا مگر اس کے ہاتھ بندھے رہے۔ اس کے پیچھے ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو گیا اور گھوڑے ذرا سے آرام کے بعد پھر چل پڑے۔ اسے اتنا ہی پتا چل سکتا تھا کہ اس کے پیچھے چند اور گھوڑے آرہے ہیں۔ ساتھ ہی سوار آہستہ آہستہ باتیں بھی کر رہے ہیں۔ گھوڑے چلتے گئے اور سورج اوپر اٹھتا گیا۔ پھر جراح نے محسوس کیا کہ گھوڑا چڑھائی چڑھ رہا ہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دائیں یا بائیں مڑ رہا ہے۔ نیچے اُتر رہا ہے۔ اس سے وہ اندازہ کر رہا تھا کہ یہ علاقہ ٹیلوں اور کھائیوں کا ہے۔

بہت دیر بعد جب سورج سر پر آ گیا تو اسے پیچھے سے بلند آوازیں سنائی دیں جن سے پتا چلا کہ کوئی سوار گر پڑا ہے' اس کا گھوڑا رک گیا اور پیچھے کو مڑا۔ تب اسے اس طرح کی آوازیں سنائی دیں۔

''اٹھا لو' سائے میں لے چلو۔ بے ہوش ہو گیا ہے۔ اوہ خدایا' اس کا خون بہہ رہا ہے۔'' اسے شارجا کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''جراح کی آنکھیں اور ہاتھ کھول دو۔ وہ خون روک دے گا' ورنہ میرا بھائی مر جائے گا۔'' یہ زخمی حشیشین تھا جو گھوڑے سے گر پڑا تھا۔ رات بھر کی گھڑ سواری سے اور گھوڑا اتنی تیز بھگانے سے اس کے پیٹ کا زخم کھل گیا تھا اور زخم سے خون جاری ہو گیا تھا۔ وہ درد برداشت کرتا رہا اور خون نکلتا رہا۔ آخر یہاں آ کر اتنا خون نکل گیا کہ اس پر غشی طاری ہو گئی اور وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اسے اٹھا کر ایک ٹیلے کے سائے میں لے گئے۔ اس کے منہ میں پانی ڈالا لیکن پانی حلق سے نیچے نہ گیا۔ اس کے کپڑے خون سے تر ہو گئے تھے۔

جراح کی آنکھیں کھول دی گئیں اور اسے کہا گیا کہ وہ ادھر اُدھر نہ دیکھے۔ اس نے اپنی پیٹھ میں خنجر کی نوک محسوس کی۔ وہ آگے آگے چل پڑا۔ ٹیلے کے دامن میں زخمی پڑا تھا اور شارجا اس کے پاس بیٹھی تھی۔ اس نے جراح سے کہا۔ ''خدا کے لئے میرے بھائی کو بچا لو۔''

جراح نے سب سے پہلے زخمی کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ اس کے لئے حکم تھا کہ وہ ادھر اُدھر نہ دیکھے۔ وہ بیٹھ کر زخمی کی نبض دیکھ رہا تھا اور اس کی پیٹھ میں خنجر کی نوک چبھ رہی تھی۔ زخمی کی نبض محسوس کر کے وہ تیزی سے اٹھا اور پیچھے کو مڑا۔ اس کے سامنے چار آدمی تھے جن کے چہرے سیاہ نقابوں میں تھے۔ ان کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ جراح نے غصے سے کہا۔ ''تم سب پر اللہ کی لعنت برسے۔ تم نے اسے بچانے کے بجائے اس کی جان لے

لی ہے۔تم سب اس کے قاتل ہو۔یہ مر چکا ہے۔ہم نے اسے چارپائی سے ہلنے بھی نہیں دیا تھا اور تم اسے گھوڑے پر بٹھا کر لے آئے۔اس کے زخم کھل گئے اور جسم کا تمام خون ضائع ہو گیا۔''

شار جا بھائی کی لاش پر گر پڑی اور چیخیں مار مار کر رونے لگی۔نقاب پوشوں نے جراح کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور اسے وہاں سے کچھ دور لے گئے۔لاش گھوڑے پر ڈال دی گئی اور قافلہ پھر روانہ ہو گیا۔جراح کو شار جا کے رونے اور چلانے کی جگر سوز آوازیں سنائی دیتی رہیں۔جراح کے گھوڑے پر جو سوار تھا اس سے جراح نے کہا کہ یہ زخمی بالکل ٹھیک ہو سکتا تھا مگر تم لوگوں نے اسے مار دیا۔اسے کوئی سزا نہ ملتی۔سوار نے کہا۔

''ہم اسے زندہ رکھنے کے لئے نہیں لائے تھے۔ہم نے دراصل وہ راز اغوا کیا ہے جو اس کے پاس تھا۔اس کے مر جانے کا ہمیں کوئی غم نہیں۔ہم خوش ہیں کہ تم اور تمہاری حکومت اس راز سے بے خبر ہے جو اس کے سینے میں تھا۔''

''مجھے تم لوگ کس جرم کی سزا دے رہے ہو؟'' جراح نے پوچھا۔

''ہم تمہیں پیغمبروں کی طرح رکھیں گے۔'' سوار نے جواب دیا۔''تمہیں گرم ہوا بھی نہیں لگنے دی جائے گی۔ہم تمہیں اس لئے لائے تھے کہ راستے میں زخمی کو تکلیف ہو گئی تو اس کی مرہم پٹی کرو گے مگر ہم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہارے پاس نہ کوئی دوائی ہے نہ مرہم۔تمہیں اغوا کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ ہم اس لڑکی کو بھی ساتھ لانا چاہتے تھے۔ہم اسے ہی لاتے تو تم جو اس کے ساتھ تھے ہمارے تعاقب میں پوری فوج لگا دیتے۔اس لئے تمہیں بھی اٹھانا ضروری تھا۔تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمیں ایک جراح کی ضرورت ہے۔ہم تمہیں اپنے ساتھ رکھیں گے۔''

''میں ایسے کسی آدمی کا علاج نہیں کروں گا جو میری حکومت کے خلاف ہوگا۔'' جراح نے کہا۔''تم سب صلیبیوں' سوڈانیوں اور فاطمیوں کے دوست ہو اور ان کے اشاروں پر سلطنت اسلامیہ کے خلاف تخریب کاری کر رہے ہو۔میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔''

''پھر تم قتل ہو جاؤ گے۔'' سوار نے کہا۔

''یہ میرے لئے بہتر ہوگا۔'' جراح نے جواب دیا۔

''ہم تمہارے ساتھ وہ سلوک کریں گے جو تمہارے لئے بہتر نہیں ہوگا۔'' سوار نے جواب دیا۔''پھر تم ہمارا ہر حکم مانو گے لیکن میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ برے سلوک کی نوبت نہیں آئے گی۔تم نے صلاح الدین ایوبی کی بادشاہی دیکھی ہے۔ہماری بادشاہی دیکھو گے تو اپنی زبان سے

کہو گے کہ میں یہیں رہنا چاہتا ہوں۔ یہ تو جنت ہے۔ اگر تم نے ہماری جنت کو ٹھکرا دیا تو ہم تمہیں اپنا جہنم دکھائیں گے۔'' گھوڑے چلتے رہے۔ جراح آنکھوں پر بندھی ہوئی پٹی کے اندھیرے میں اپنے مستقبل کو دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ فرار کی ترکیبیں بھی سوچتا رہا۔ تھا۔ اسے بار بار شارجا کا خیال آتا مگر وہ یہ سوچ کر مایوس ہو جاتا تھا کہ یہ لڑکی بھی اسی گروہ کی ہے۔ وہ اس کی کوئی مدد نہیں کرے گی۔

☆☆☆

ان کا سفر اتنا لمبا نہیں تھا لیکن سرحدی دستوں اور ان کے گشت کے ڈر سے مجرموں کا یہ قافلہ بچ بچ کر چھپ چھپ کر اور بڑی دور کا چکر کاٹ کر جا رہا تھا۔ شام کے بعد بھی یہ قافلہ چلتا رہا اور رات گزرتی رہی۔ آدھی رات سے ذرا پہلے قافلہ رک گیا۔ جراح کو گھوڑے سے اُتار کر اس کے ہاتھ کھول دیئے گئے۔ اب چونکہ اندھیرا تھا اس لئے اس کی آنکھوں سے پٹی بھی کھول دی گئی۔ اسے کھانے کو کچھ دیا گیا۔ پانی بھی پلایا گیا۔ اس کے بعد اس کے ہاتھ پھر باندھ دیئے گئے اور پاؤں بھی اور اسے سو جانے کو کہا گیا۔ سوار تھکے ہوئے تھے۔ اس سے ایک رات پہلے کے جاگے ہوئے تھے۔ اس لئے لیٹے اور سو گئے۔ گھوڑوں کو زینیں اُتار کر ذرا دور باندھ دیا گیا تھا۔ جراح کے بھاگنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ بندھا ہوا تھا۔ وہ بھی سو گیا۔

کچھ دیر بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ سمجھا کہ اسے روانگی کے لئے جگایا جا رہا ہے لیکن کوئی اس کے پاؤں کی رسی کھول رہا تھا۔ وہ چپ چاپ پڑا رہا۔ وہ مرنے کے لئے بھی تیار ہو گیا۔ اسے یہ توقع تھی کہ وہ لوگ اسے قتل کر کے پھینک جائیں گے لیکن پاؤں کی رسی کھلنے کے بعد وہ سایہ اس کے ہاتھوں کی رسی بھی کھولنے لگا تھا پھر اس نے جھک کر جراح کے کان میں کہا۔ ''میں نے دو گھوڑوں پر زینیں کس دی ہیں۔ خاموشی سے میرے پیچھے آؤ۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ وہ بے ہوشی کی نیند سوئے ہوئے ہیں۔'' یہ شارجا کی آواز تھی۔

جراح آہستہ سے اٹھا اور شارجا کے پیچھے چل پڑا۔ ریت پر پاؤں کی آہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی تھی۔ آگے دو گھوڑے کھڑے تھے۔ ایک پر شارجا سوار ہوئی۔ دوسرے پر جراح سوار ہو گیا۔ شارجا نے کہا۔ ''اگر تم اچھے سوار نہیں ہو تو ڈرنا نہیں' گرو گے نہیں۔ بس ایڑ لگاؤ اور لگام ڈھیلی چھوڑ دو۔ گھوڑے کو دائیں بائیں موڑنا تو جانتے ہو گے؟'' جراح نے جواب دیئے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ شارجا کا گھوڑا بھی اس کے ساتھ ہی دوڑا تھا۔ دوڑتے گھوڑے سے شارجا نے کہا۔

''میرے پیچھے رہو، میں راستہ جانتی ہوں۔ اندھیرے میں مجھ سے الگ نہ ہو جانا۔''

سرپٹ بھاگتے گھوڑوں نے مجرموں کو جگا دیا لیکن تعاقب آسان نہیں تھا۔ انہیں پہلے تو یہ دیکھنا تھا کہ وہ کس کے گھوڑے ہیں۔ انہیں شارجا کے بھاگنے کا ڈر نہیں تھا۔ کچھ وقت دیکھنے میں لگ گیا ہوگا کہ وہ کون تھے اور ذرا دیر بعد انہیں پتا چلا ہوگا کہ شارجا اور جراح بھاگ گئے ہیں۔ پھر انہیں اپنے گھوڑوں پر زینیں ڈالنی تھیں۔ اس میں اتنا وقت صرف ہو جائے گا کہ بھاگنے والے دو اڑھائی میل دور نکل جائیں گے۔ شارجا اور جراح نے بار بار پیچھے دیکھا۔ آوازیں سننے کی بھی کوشش کی انہیں یقین سا ہو رہا تھا کہ ان کے تعاقب میں کوئی نہیں آ رہا۔ وہ ابھی گھوڑوں کی رفتار کم کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ اس لئے ایڑ لگاتے چلے گئے۔ آخر وہ حد آ گئی جہاں گھوڑے خود ہی آہستہ ہونے لگے لیکن وہ بہت دور نکل آئے تھے۔ جراح نے شارجا سے کہا کہ یہاں کہیں نہ کہیں کوئی سرحدی دستہ ہونا چاہئے مگر اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہوگا۔ شارجا کو بھی معلوم نہیں تھا۔ اس نے جراح کو بتایا کہ وہ ان دستوں سے بچنے کے لئے دور کے راستے سے گئے تھے ورنہ اس کا گاؤں اتنی دور نہیں تھا۔ اس نے اسے یہ یقین دلایا کہ وہ قاہرہ کی صحیح سمت میں جا رہے ہیں اور قاہرہ دور نہیں ہے۔

اگلا دن آدھا گزر گیا تھا جب علی بن سفیان قائم مقام امیر مصر تقی الدین کے سامنے بیٹھا تھا اور تقی الدین کہہ رہا تھا۔ ''میں اس پر حیران نہیں کہ آپ جیسے تجربہ کار حاکم نے یہ غلطی کر دی کہ مشکوک لڑکی کو زخمی قیدی کے پاس رہنے کی اجازت دے دی اور چار مشکوک افراد کو بھی زخمی کے پاس لے گئے۔ میں اس پر حیران ہوں کہ یہ گروہ اتنا زیادہ دلیر اور منظم ہے۔ زخمی کو اٹھا لے جانا' سنتری کو قتل کر کے زخمی کے بستر پر ڈال جانا دلیرانہ اقدام بھی ہے اور ایک منظم جرم بھی۔''

''میرا خیال ہے کہ اس جرم کو جراح اور لڑکی نے آسان بنایا ہے۔'' علی بن سفیان نے کہا۔ ''اس جرم میں بھی ہماری قوم کی اسی کمزوری نے کام کیا ہے جس کے متعلق صلاح الدین ایوبی پریشان رہتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ عورت اور اقتدار کا نشہ ملتِ اسلامیہ کو لے ڈوبے گا۔ جراح کو میں نیک اور صاحبِ کردار سمجھتا تھا مگر ایک لڑکی نے اسے بھی اندھا کر دیا۔ بہرحال زخمی قیدی کے گاؤں کا پتا چل گیا ہے اور میں نے ایک دستہ روانہ کر دیا ہے۔''

''اور جنوب مغربی علاقے کے جس کھنڈر کا زخمی قیدی نے ذکر کیا تھا اس کے متعلق آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟'' تقی الدین نے پوچھا۔

''مجھے شک ہے کہ اس نے جھوٹ بولا تھا۔'' علی بن سفیان نے جواب دیا۔ ''اس نے اپنی جان بچانے کے لئے یہ بے بنیاد قصہ گھڑا تھا۔ تاہم اس علاقے کی بھی سراغرسانی کی جائے گی۔'' وہ اسی مسئلے پر باتیں کررہے ہیں کہ دربان نے اندر آکر ایسی اطلاع دی جس نے دونوں کو سن کردیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی زبانیں بولنے سے معذور ہوگئی ہوں۔ علی بن سفیان اٹھا اور یہ کہہ کر باہر نکل گیا ''کوئی اور ہوگا۔'' اس کے پیچھے تقی الدین بھی باہر نکل آیا مگر وہ کوئی اور نہیں تھا۔ ان کا اپنا جراح ان کے سامنے کھڑا تھا اور اس کے ساتھ زخمی قیدی کی بہن شارجا موجود تھی۔ ان کے گھوڑے بری طرح ہانپ رہے تھے۔ جراح اور شارجا کے چہرے اور سر گرد سے اٹے ہوئے تھے۔ ہونٹ خشک اور منہ کھلے ہوئے تھے۔ علی بن سفیان نے ذرا غصے سے پوچھا۔ ''قیدی کو کہاں چھوڑ آئے؟'' جراح نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ہمیں ذرا دم لینے دو۔ دونوں کو اندر لے گئے۔ ان کے لئے پانی اور کھانا وغیرہ منگوایا گیا۔

جراح نے تفصیل سے بتایا کہ وہ کس طرح اغوا ہوا تھا اور سفر میں زخمی قیدی مرگیا ہے۔ اسے بالکل علم نہیں تھا کہ زخمی قیدی کو بھی اغوا کیا گیا ہے۔ یہ اسے اگلے روز سفر میں پتا چلا جب زخمی گھوڑے سے گرا اور زخم کھل جانے کی وجہ سے مرگیا۔ جراح کو شارجا نے جس طرح آزاد کرایا اور اس کے ساتھ بھاگی وہ بھی تفصیل سے سنادیا۔ شارجا نے اپنا بیان دیا تو علی بن سفیان جان گیا کہ یہ صحرائی لڑکی اجڈ اور دلیر ضرور ہے مگر اتنی چالاک نہیں جتنا سمجھا گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ اپنے بھائی کے سہارے اور اسی کی خاطر زندہ تھی۔ اس بھائی کی خاطر وہ جان دینے کے لئے بھی تیار رہتی تھی۔ جراح نے جس خلوص سے اس کے بھائی کا علاج کیا اس سے وہ اتنی متاثر ہوئی کہ اس کی مرید بن گئی۔ جراح کو وہ فرشتہ سمجھنے لگی تھی۔ پہلے روز اس کے ساتھ جو چار آدمی آئے تھے وہ اس کے کچھ نہیں لگتے تھے۔ وہ اس کے چچازاد اور تایازاد بھائی نہیں تھے۔ وہ اسی گروہ کے آدمی تھے جو صلاح الدین ایوبی اور اس کے اعلیٰ حاکموں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ جب علی بن سفیان کے آدمی شارجا کے گاؤں اسے ساتھ لانے گئے تھے اس وقت یہ چاروں آدمی گاؤں میں موجود تھے۔ انہیں پتا چلا کہ شارجا کا بھائی زخمی ہوکر قید ہوگیا ہے تو وہ اس ارادے سے ساتھ چل پڑے کہ زخمی کو اغوا کریں گے۔ انہیں یہ ڈر تھا کہ زخمی کے پاس جو راز ہے وہ فاش نہ ہوجائے۔ وہ جانتے تھے کہ زخمی کہاں اور کس کارروائی میں زخمی ہوا ہے۔

شارجا کے بیان کے مطابق اس کا ارادہ بھی یہی تھا کہ بھائی کو اغوا کروائے گی۔ اس نے

بھائی کے پاس رہنے کی جو التجا کی تھی اس سے اس کے دو مقصد تھے۔ ایک یہ کہ بھائی کی خدمت اور دیکھ بھال کرے گی اور دوسرا یہ کہ موقع ملا تو اسے اغوا کروائے گی۔ وہ چاروں آدمی زخمی سے مل کر واپس نہیں گئے تھے بلکہ قاہرہ میں ہی رہ رہے تھے۔ وہ شارجا کے اشارے کے منتظر تھے۔ لیکن جراح نے لڑکی کو اتنا متاثر کیا کہ اس کی سوچ بدل گئی۔ جراح نے اسے یقین دلایا کہ اس کے بھائی کو کوئی سزا نہیں ملے گی۔ اس کے علاوہ جراح نے اسے ایسی باتیں بتائیں جو اس نے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں۔ جراح نے اس کے اندر اسلام کی عظمت بیدار کر دی تھی اور اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کر کے اسے اپنا مرید بنا لیا تھا۔ وہ ہر وقت جراح کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سننے کے لئے بے تاب رہنے لگی تھی۔ ایک روز وہ جراح کے گھر جا رہی تھی تو اسے ان چاروں میں سے ایک آدمی راستے میں مل گیا۔ اس نے شارجا سے کہا کہ زخمی کے اغوا میں اب دیر نہیں ہونی چاہئے۔ شارجا نے اس سے کہا کہ وہ اپنا ارادہ بدل چکی ہے اس کا بھائی یہیں رہے گا۔ اس آدمی نے شارجا سے کہا کہ اگر اس نے شہر میں آ کر اپنا دماغ خراب کر لیا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ زخمی یہاں نہیں رہے گا۔ شارجا کو توقع نہیں تھی کہ یہ چاروں اتنی دلیری سے اس کے بھائی کو اغوا کر لیں گے۔ اس نے انہیں فیصلہ سنا دیا کہ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کرے گی جس پر اس آدمی نے اس سے کہا۔

''ہم تمہاری ہر ایک حرکت دیکھ رہے ہیں۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ تم نے جراح کو پھانس لیا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تم خود ہی اس کے جال میں پھنس گئی ہو۔''

شارجا نے اسے دھتکار دیا۔ اسے چونکہ توقع نہیں تھی کہ وہ لوگ اتنی دلیری کا مظاہرہ کر سکیں گے۔ اس لئے اس نے جراح کے سامنے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اس کے زخمی بھائی کے اغوا کا خطرہ ہے۔ اسی رات شارجا اور جراح ان چاروں کے چنگل میں آ گئے۔ انہیں جب گھوڑوں پر سوار کرانے کے لئے اٹھایا گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک گھوڑے پر اس کا زخمی بھائی بیٹھا تھا۔ اس وقت وہ کچھ خوش ہوئی کہ اس کا بھائی آزاد ہو گیا ہے۔ وہ فرار پر آمادہ ہو گئی لیکن وہ جراح کو ان لوگوں کی قید میں نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے انہیں کہا بھی تھا کہ اسے چھوڑ دو لیکن وہ نہیں مانے۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر گھوڑے پر ڈال لیا۔ راستے میں شارجا کو بتایا گیا کہ اس کے بھائی کو کس طرح اغوا کیا گیا ہے۔ وہاں صرف دو آدمی گئے تھے۔ ایک نے سنتری سے کسی جگہ کا راستہ پوچھنے کے بہانے اسے باتوں میں لگا لیا' دوسرے نے پیچھے سے اس کی گردن جکڑ لی اور دونوں اسے اٹھا کر اندر لے گئے۔ زخمی انہیں دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔ اس کے بستر پر سنتری کو لٹا کر اس کے دل پر خنجر کے

دو گہرے وار کر کے ختم کر دیا گیا۔ پھر اس پر کمبل ڈال دیا گیا۔ دونوں نے زخمی قیدی کو اٹھایا اور نکل گئے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ شار جا جراح کے گھر میں ہے۔ انہیں ڈر تھا کہ وہ نہیں مانے گی اور اغوا ناکام بنا دے گی لیکن اسے بھی وہاں سے غائب کرنا ضروری تھا کیونکہ اس کے پاس بھی ایک راز تھا۔ دو آدمی گھات میں بیٹھے تھے۔ جونہی جراح اور شار جا تنگ اور تاریک گلی میں آئے انہیں جکڑ لیا گیا اور اغوا کامیاب ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

علی بن سفیان جیسا گھاگ سراغرساں کوئی اور تجربہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جراح اور شار جا کے بیانوں پر فوری اعتبار نہ کیا۔ یہ بھی سازش کی ایک کڑی ہو سکتی تھی۔ اس نے دونوں کو الگ کر دیا اور ان سے اپنے انداز سے پوچھ گچھ کی۔ جراح دانشمند آدمی تھا' اس نے علی بن سفیان کو قائل کر لیا کہ اس نے جو بیان دیا ہے وہ لفظ بہ لفظ درست ہے۔ اس نے کہا کہ ایک تو جذباتی پہلو تھا اس لڑکی کی شکل وصورت اس کی مری ہوئی بہن سے ملتی تھی اس لئے وہ اسے اچھی لگی اور وہ اسے اپنے گھر لے جاتا رہا اور زخمی کے مکان میں بھی اس کے ساتھ زیادہ وقت بیٹھا رہتا تھا۔ جراح نے بتایا کہ اس کے اس سلوک سے لڑکی اتنی متاثر ہوئی کہ اس نے اپنے کچھ شکوک اس کے سامنے رکھ دیئے۔ یہ اس لڑکی کا دوسرا پہلو تھا جس پر جراح نے زیادہ توجہ دی۔ لڑکی مسلمان تھی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اس پر بڑے خطرناک اثرات جو باہر سے آئے تھے کام کر رہے تھے۔ جراح نے اس کے ذہن سے وہ اثرات صاف کر دیئے۔ لڑکی چونکہ پسماندہ ذہن اور صحرا کے دور دراز گوشے کی رہنے والی تھی اس لئے اس کے ذہن میں جو کچھ ڈالا گیا وہ اسی کو صحیح سمجھتی رہی تھی۔ اس کی باتوں سے یہ انکشاف ہوا کہ اس علاقے میں اسلام کے منافی اثرات اور صلاح الدین ایوبی کے خلاف تخریب کاری زور شور سے اور بلا روک ٹوک جاری ہے۔

شار جا سے علی بن سفیان نے کوئی بیان نہیں لیا۔ بس سوال کرتا رہا اور اس کے جوابوں سے ایک بیان مرتب ہو گیا۔ اس نے فرعونوں کے اس کھنڈر کے متعلق وہی انکشاف کیا جو بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ بھی کھنڈر کے اس پُراسرار آدمی کی معتقد تھی جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ گناہگاروں کو نظر نہیں آتا اور اس کی صرف آواز سنائی دیتی ہے۔ شار جا نے بتایا کہ اس کا بھائی فوج میں تھا۔ وہ گھر میں اکیلی رہتی تھی۔ اس سے گاؤں کے کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کھنڈر میں چلی جائے کیونکہ وہ مقدس انسان خوبصورت کنواریوں کو بہت پسند کرتا ہے۔ علی بن سفیان کی ماہرانہ جرح سے لڑکی کے سینے سے یہ راز بھی نکل آیا کہ اس کے گاؤں کی تین کنواری لڑکیاں اس کھنڈر میں چلی گئی تھیں

اور پھر واپس نہیں آئیں۔ ایک بار اس کا بھائی گاؤں آیا تھا۔ شار جا نے اس سے پوچھا کہ وہ کھنڈر میں چلی جائے تو بھائی نے اسے منع کر دیا تھا۔ شار جا اچھی طرح بیان تو نہ کر سکی لیکن یہ پتا چل گیا کہ مصر کے جنوب مغربی علاقے میں کیا ہو رہا ہے۔ جراح کے متعلق لڑکی نے بتایا کہ اسے اگر گاؤں میں لے جاتے اور قید میں ڈال دیتے تو وہاں سے بھی وہ اسے اپنی جان کی بازی لگا کر آزاد کروا دیتی مگر جب بھائی ہی مر گیا تو اس نے گاؤں جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور تہہ کر لیا کہ وہ جراح کو یہیں سے آزاد کرائے گی۔ ان چاروں مجرموں کو وہ اپنا ہمدرد سمجھا کرتی تھی لیکن جراح نے اسے بتا دیا کہ یہ اللہ کے بہت بڑے مجرم ہیں۔ ان کے متعلق اسے یہ بھی پتا چل گیا تھا کہ انہیں اس کے بھائی کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں تھی بلکہ اس راز سے دلچسپی تھی جو اس کے پاس موجود تھا۔ اسی لئے انہوں نے اسے مار دیا۔

علی بن سفیان نے اس سے پوچھا کہ وہ اب کیا کرنا چاہتی ہے اور اپنے متعلق اس نے کیا سوچا ہے تو اس نے جواب دیا کہ وہ ساری عمر جراح کے قدموں میں گزار دے گی اور اگر جراح اسے آگ میں کود جانے کے لئے کہے گا تو بھی وہ کود جائے گی۔ اس نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا کہ وہ کھنڈر تک جانے والوں کی راہنمائی کرے گی اور اپنے علاقے کے ہر اس فرد کو پکڑوائے گی جو مصر کی حکومت کے خلاف کام کر رہا ہے۔

علی بن سفیان کے مشورے پر فوج اور انتظامیہ کے اعلیٰ حکام کا اجلاس بلایا گیا اور صورتحال تقی الدین کے سامنے رکھی گئی۔ سب کا خیال تھا کہ تقی الدین مصر میں نیا نیا آیا ہے اور اتنی بڑی ذمہ داری بھی اس کے سر پر پہلی بار پڑی ہے اس لئے وہ محتاط فیصلہ کرے گا اور شاید کوئی خطرہ مول نہ لینا چاہے۔ اجلاس میں بیشتر حکام نے اس پر اتفاق کیا کہ چونکہ اتنے وسیع علاقے کی اتنی زیادہ آبادی گمراہ کر دی گئی ہے۔ اس لئے اس آبادی کے خلاف فوجی کارروائی نہ کی جائے۔ مسئلہ یہ تھا کہ کھنڈرات کے اندر کے جو حالات معلوم ہوئے تھے ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہاں سے ایک نیا عقیدہ نکلا ہے جسے لوگوں نے قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا یہ لوگ اپنے معبد اور عقیدے پر فوجی حملہ برداشت نہیں کریں گے۔ اس کا حل یہ پیش کیا گیا کہ اس علاقے میں اپنے معلم، عالم اور دانشور بھیجے جائیں جو لوگوں کو راہ راست پر لائیں۔ ان کے جذبات کو مجروح نہ کیا جائے۔ اجلاس میں ایک مشورہ یہ بھی پیش کیا گیا کہ سلطان ایوبی کو صورت حال سے آگاہ کیا جائے اور ان سے حکم لے کر کارروائی کی جائے۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ انسانوں سے ڈرتے ہیں۔" تقی الدین نے کہا۔ "اور آپ

کے دل میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کا ڈر نہیں ہے جن کے سچے مذہب کی وہاں توہین ہو رہی ہے۔ امیرِ مصر اور سالارِ اعلیٰ کو خبر تک نہیں ہونے دی جائے گی کہ مصر میں کیا ہو رہا ہے۔ کیا آپ اس سے بے خبر ہیں کہ وہ میدانِ جنگ میں کتنے طاقتور دشمن کے مقابلے میں سینہ سپر ہیں؟ کیا آپ صلاح الدین ایوبی کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم سب دو چار ہزار گناہگاروں اور دشمنانِ دین سے ڈرتے ہیں؟ میں براہ راست کارروائی بلکہ سخت ترین کارروائی کا قائل ہوں۔''

''گستاخی معاف امیرِ محترم!'' ایک نائب سالار نے کہا۔ ''صلیبی ہم پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلایا گیا ہے۔ ہم اس الزام کی تردید عملی طور پر کرنا چاہتے ہیں۔ ہم وہاں پیار اور خلوص کا پیغام لے کر جائیں گے۔''

''تو پھر تم اپنی کمر کے ساتھ تلوار کیوں لٹکائے پھرتے ہو؟'' تقی الدین نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''فوج پر اتنا خرچ کیوں کر رہے ہو؟ کیا اس سے بہتر یہ نہیں ہوگا کہ ہم فوج کو چھٹی دے دیں اور ہتھیار دریائے نیل میں پھینک کر مبلغوں کا ایک گروہ بنالیں اور درویشوں کی طرح گاؤں گاؤں، قریہ قریہ دھکے کھاتے پھریں؟'' تقی الدین نے جذباتی لہجے میں کہا۔ ''اگر رسولؐ خدا کے پیغام کے خلاف صلیب کی تلوار نکلے گی تو اسلام کی شمشیر نیام میں نہیں پڑی رہے گی اور جب شمشیرِ اسلام نیام سے نکلے گی تو ہر اس سر کو تن سے جدا کر دے گی جو کلمۂ رسول ﷺ کے سامنے جھکنے سے انکار کرتا ہے۔ وہ ہر اس زبان کو کاٹ دے گی جو کلمۂ حق کو جھٹلاتی ہے۔ صلیبی اگر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ ہم نے تلوار کے زور پر اسلام پھیلایا ہے تو میں ان سے معافی مانگنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ سلطنتِ اسلامیہ کیوں سکڑتی چلی آ رہی ہے؟ خود مسلمان کیوں اسلام کے دشمن ہوئے جا رہے ہیں؟ صرف اس لئے نا کہ صلیبیوں نے عورت، شراب، زر و جواہرات اور ہوسِ اقتدار سے کام لے کر اسلام کی تلوار کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ وہ ہم پر جنگ پسندی اور تشدد کا الزام عائد کر کے ہماری عسکری روایات کو ختم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے خلاف لڑ نہیں سکتے۔ ان کے بری لشکر اور بحری بیڑے ناکام ہو گئے ہیں۔ وہ ہمارے درمیان تخریب کاری کر رہے ہیں۔ اللہ کے سچے دین کی جڑیں کاٹ رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ان کے خلاف تلوار نہ اٹھاؤ۔

غور سے سنو میرے دوستو! صلیبی اور آپ کے دوسرے دشمن آپ کو محبت کا جھانسا دے کر آپ کے ہاتھ سے تلوار لینا چاہتے ہیں۔ وہ آپ کی پیٹھ پر وار کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ اصول محض ایک فریب ہے کہ کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال آگے کر دو۔ کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے یہ معلوم نہیں کہ وہ کرک میں مسلمان آبادی کا کیا حشر کر رہے ہیں؟ کیا آپ نے

شوبک فتح کر کے وہاں مسلمانوں کا بیگار کیمپ نہیں دیکھا؟ انہوں نے وہاں مسلمان عورتوں کی جو عصمت دری کی وہ نہیں سنی؟ مقبوضہ فلسطین میں مسلمان خوف و ہراس کے عالم میں بے آبروئی اور مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ صلیبی مسلمانوں کے قافلے لوٹتے اور عورتوں کو اغوا کر کے لے جاتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ اسلام کے نام پر تلوار اٹھانا جرم ہے۔ اگر یہ جرم ہے تو میں اس جرم کے لئے شرمسار نہیں ہوں۔ صلیبیوں کی تلوار نہتوں کو کاٹ رہی ہے صرف اس لئے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے نام لیوا ہیں۔ صلیب اور بتوں کے پجاری نہیں ہیں۔ تمہاری تلوار صرف وہاں ہاتھ سے گر جانی چاہئے جہاں سامنے نہتے ہوں اور ان تک خدا کا پیغام نہ پہنچا ہو۔ ہمیں اس اصول کا قائل نہیں ہونا چاہئے کہ لوگوں کے جذبات پر حملہ نہ کرو۔ میں نے دیکھا ہے کہ عرب میں چھوٹے چھوٹے مسلمان حکمران اور نااہل اُمراء لوگوں کو خوش کرنے کے لئے بڑے دلکش اور دلوں کو موہ لینے والے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کے جذبات اور احساسات کو غلط ڈھنگ سے بھڑکا کر انہیں خوش رکھتے ہیں تاکہ لوگ انہیں عیش و عشرت اور غیر اسلامی طرزِ زندگی سے روک نہ سکیں۔ ان امراء کا طریقہ کار یہ ہے کہ انہوں نے خوشامدیوں کا ایک گروہ پیدا کر لیا ہے جو ان کی ہر آواز پر لبیک کہتا اور رعایا میں گھوم پھر کر ثابت کرتا رہتا ہے کہ ان کے امیر نے جو بات کہی وہ خدا کی آواز ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ کے بندے بدکار اور عیاش انسانوں کے غلام ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ قوم حاکم اور محکوم میں تقسیم ہوتی چلی جا رہی ہے۔

''ہم دیکھ رہے ہیں کہ دشمن ہماری جڑیں کاٹ رہا ہے اور ہماری قوم کے ایک حصے کو کفر کی تاریکیوں میں لے جا رہا ہے۔ اگر ہم نے سخت رویہ اختیار نہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم کفر کی تائید کر رہے ہیں۔ میرے بھائی صلاح الدین ایوبی نے کہا تھا کہ غداری ہماری روایت بنتی جا رہی ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ بھی روایت بنتی جا رہی ہے کہ ایک ٹولا حکومت کیا کرے گا اور قوم محکوم ہوگی۔ حکمران ٹولا قوم کا خزانہ شراب میں بہائے گا اور قوم پانی کے گھونٹ کو بھی ترسے گی۔ میرے بھائی نے ٹھیک کہا تھا کہ ہمیں قوم اور مذہب کے مستقبل پر نظر رکھنی ہے۔ ہمیں قوم میں وقار اور کردار کی بلندی پیدا کرنی ہے۔ آنے والی نسلیں ہماری قبروں سے جواب مانگیں گی۔ اس مقصد کے لئے ہمیں ایسی کارروائی سے گریز نہیں کرنا چاہئے جو ملک اور مذہب کے لئے سودمند ہو۔ اگر یہ برحق اقدام قوم کے چند ایک افراد کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے تو ہمیں اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ ہم قوم کا مفاد اور وقار چند ایک افراد کی خوشنودی پر قربان نہیں کر سکتے۔ ہم ملک کے ایک اتنے بڑے حصے کو صرف اس لئے دشمن کی تخریب کاری کے سپرد نہیں کر سکتے کہ وہاں کے

لوگوں کے جذبات مجروح ہوں گے۔ تم دیکھ رہے ہو کہ وہاں کے لوگ سیدھے سادے اور بے علم ہیں۔ انہیں اپنے وہ مسلمان بھائی جو قبیلوں کے سردار اور مذہب کے اجارہ دار ہیں' دشمن کا آلہ کار بن کر گمراہ کر رہے ہیں۔"

اجلاس میں کسی کو توقع نہیں تھی کہ تقی الدین کا ردِعمل اتنا شدید اور فیصلہ اتنا سخت ہوگا۔ اس نے جو دلائل پیش کئے ان کے خلاف کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ کوئی مشورہ پیش کرتا۔ اس نے کہا۔

"مصر میں جو فوج ہے۔ یہ محاذ سے آئی ہے اور اس سے پہلے بھی لڑ چکی ہے۔ اس فوج کے صرف پانچ سو گھوڑ سوار' دو سو شتر سوار اور پانچ سو پیادہ آج شام اس علاقے کی طرف روانہ کر دو جہاں وہ مشکوک کھنڈرات ہیں۔ یہ فوج اس علاقے سے اتنی دور رہے گی کہ ضرورت پڑے تو فوری طور پر محاصرہ کر سکے۔ میرے ساتھ دمشق سے جو دو سو سوار آئے ہیں' وہ علاقے کے اندر جا کر کھنڈروں پر حملہ کریں گے۔ ایک چھاپہ مار دستہ کھنڈروں کے اندر جائے گا۔ دو سو سوار کھنڈروں کو محاصرے میں رکھیں گے۔ اگر باہر سے حملہ یا مزاحمت ہوئی تو فوج کا بڑا حصہ مقابلہ کرے گا اور محاصرہ تنگ کرتا جائے گا۔ اس کارروائی میں فوج کو سختی سے حکم دے دیا جائے کہ کسی نہتے کو نہیں چھیڑا جائے گا۔"

اس فیصلے کے فوراً بعد فوجی حکام کوچ' حملے اور محاصرے وغیرہ کا منصوبہ تیار کرنے میں مصروف ہو گئے۔

☆ ☆ ☆

سلطان ایوبی مصر کی تازہ صورتحال سے بے خبر کرک اور شوبک کے قلعوں کے درمیان میلوں وسیع صحرا میں جہاں ریتیلی چٹانوں' ٹیلوں اور گھاٹیوں کے علاقے بھی تھے اور جہاں کسی کسی جگہ پانی اور سائے کی بھی افراط تھی صلیبیوں کے نئے جنگی منصوبے کے مطابق اپنی افواج کی صف بندی کر رہا تھا۔ جاسوسوں نے اسے بتایا تھا کہ صلیبی دگنی طاقت سے جو زیادہ تر زرہ پوش اور بکتر بند ہوگی قلعے سے باہر آ کر حملہ کریں گے۔ یہ فوج سلطان ایوبی کو آمنے سامنے کی جنگ میں الجھالے گی اور دوسری فوج عقب سے حملہ کرے گی۔ سلطان ایوبی نے اپنی فوج کو دور دور تک پھیلا دیا۔ سب سے پہلا کام یہ کیا کہ جہاں جہاں پانی اور سبزہ تھا وہاں فوراً قبضہ کر لیا۔ ان جگہوں کے دفاع کے لئے اس نے بڑے سائز کی کمانوں والے تیر انداز بھیج دیئے۔ ان کے تیر بہت دور تک جاتے تھے۔ وہاں منجنیقیں بھی رکھیں جو آگ کی ہانڈیاں پھینکتی تھیں۔ یہ اہتمام اس لئے کیا گیا تھا تاکہ دشمن قریب نہ آ سکے۔ بلندیوں پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ سلطان ایوبی نے تمام دستوں کو حکم دے دیا کہ

دشمن سامنے سے حملہ کرے تو وہ اور زیادہ پھیل جائیں تاکہ دشمن بھی پھیلنے پر مجبور ہو جائے۔ اس نے اپنی فوج کو ایسی ترتیب میں کر دیا کہ دشمن یہ فیصلہ ہی نہیں کر سکتا تھا کہ مسلمان فوج کا پہلو کدھر اور عقب کس طرف ہے۔

سلطان ایوبی نے فوج کا ایک بڑا حصہ ریزرو میں رکھ لیا تھا۔ ایک حصے کو اس طرح متحرک رکھا کہ جہاں کمک کی ضرورت پڑے فوراً کمک دے سکے۔ اس کا سب سے زیادہ خطرناک ہتھیار اس کے چھاپا مار دستے تھے اور اس سے زیادہ خطرناک اس کا جاسوسی کا نظام تھا جو اسے صلیبیوں کی نقل و حرکت کی خبریں دے رہا تھا۔ سلطان ایوبی شوبک کا قلعہ سر کر چکا تھا۔ صلیبیوں کے منصوبے میں یہ بھی تھا کہ ان کے حالات سازگار ہوئے تو وہ شوبک کو محاصرے میں لے کر فتح کر لیں گے۔ انہیں توقع تھی کہ ان کا اتنا زیادہ لشکر سلطان ایوبی کی قلیل فوج کو صحرا میں ختم کر دے گا یا اتنا کمزور کر دے گا کہ وہ شوبک کو باہر سے مدد نہیں دے سکے گا۔ ان کے اس منصوبے کے پیشِ نظر سلطان ایوبی نے شوبک کا وہ علاقہ جس طرف سے صلیبی اس قلعے پر حملہ کر سکتے تھے' خالی چھوڑ دیا۔ اس نے صلیبیوں کے لئے موقع پیدا کر دیا کہ وہ راستہ صاف دیکھ کر شوبک پر حملہ کریں۔ اس طرف سے اس نے دیکھ بھال والی چوکیاں بھی ہٹا دیں اور دور دور تک تمام علاقہ خالی کر دیا۔

صلیبیوں کے جاسوسوں نے کرک میں فوراً اطلاع پہنچا دی کہ سلطان ایوبی نے صلیبیوں کے ساتھ صحرا میں لڑنے کے لئے شوبک سے دور اپنی فوج اکٹھی کر لی ہے اور شوبک کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔ صلیبیوں نے فوراً اپنی اُس فوج کو جو سلطان ایوبی پر سامنے سے حملہ کرنے کے لئے باہر نکالی تھی حکم دے دیا کہ رخ بدل کر شوبک کی طرف چلی جائے۔ چنانچہ یہ فوج اُدھر چل دی۔ اس کے پیچھے رسد کے ذخیرے جا رہے تھے۔ فوج جب شوبک سے چار میل دور رہ گئی تو اسے روک لیا گیا۔ یہ اس فوج کا عارضی پڑاؤ تھا۔ رسد کی گھوڑا گاڑیاں' اونٹ اور خچر ہزاروں کی تعداد میں چلے آ رہے تھے۔ انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ کیونکہ مسلمانوں کی فوج کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا۔ صلیبی حکمران بہت خوش تھے۔ انہیں شوبک کا قلعہ اپنے قدموں میں پڑا نظر آ رہا تھا مگر رات کو انہیں اپنے پیچھے پانچ چھ میل دور آسمان لال سرخ نظر آیا۔ شعلے اتنے بلند تھے کہ اتنی دور سے بھی نظر آتے تھے۔ صلیبیوں نے اُس طرف سوار دوڑا دیئے جہاں سے شعلے اٹھ رہے تھے۔ وہاں ان کی رسد تھی۔ سوار وہاں پہنچے تو انہیں صحرا میں بے لگام گھوڑے اور بے مہار اونٹ ہر طرف دوڑتے بھاگتے نظر آئے۔

یہ تباہی سلطان ایوبی کے ایک چھاپا مار دستے کی بپا کی ہوئی تھی۔ رسد میں گھوڑوں کے لئے

خشک گھاس سے لدی ہوئی سینکڑوں گھوڑا گاڑیاں تھیں۔ انہیں رسد کے کیمپ کے اردگرد کھڑا کیا گیا تھا۔ صلیبی خوش فہمیوں میں مبتلا تھے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ ان کی ہر ایک حرکت پر سلطان ایوبی کی نظر ہے۔ رات کو جب رسد کا کیمپ سو گیا تو مسلمان چھاپا ماروں نے اونٹوں پر جا کر خشک گھاس میں آتشیں فلیتوں والے تیر چلائے۔ گھاس فوراً جل اٹھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے کیمپ شعلوں کے گھیرے میں آ گیا۔ ان کے نرغے میں آئے ہوئے انسان جانیں بچانے کے لئے ادھر اُدھر دوڑے تو ان میں سے بہت سے تیروں کا شکار ہو گئے۔ جو جانور رسیاں توڑ سکے وہ تو بھاگ گئے اور جو کھل نہ سکے وہ زندہ جل گئے۔ دور دور تک پھیلا ہوا کیمپ جہنم بن گیا۔ چھاپا ماروں نے کئی ایک اونٹ اور گھوڑے پکڑ لئے اور دور چلے گئے۔

صبح طلوع ہوئی تو صلیبی کمانڈروں نے جا کر رسد کا کیمپ دیکھا۔ وہاں کچھ نہ بچا تھا۔ ان کی ایک ماہ کی رسد تباہ ہو چکی تھی۔ وہ سمجھ گئے کہ شوبک کا راستہ جو صاف تھا' یہ سلطان ایوبی کی ایک چال تھی۔ انہوں نے بغیر دیکھے کہہ دیا کہ کرک سے شوبک تک ان کی رسد اور کمک کا راستہ محفوظ نہیں ہے چنانچہ انہوں نے شوبک کا محاصرہ ملتوی کر دیا۔ رسد کے بغیر محاصرہ ناممکن تھا اور جب انہیں اطلاع ملی کہ گزشتہ رات اس فوج کی بھی رسد تباہ ہو گئی جو سلطان ایوبی کی فوج پر سامنے سے حملہ کرنے کے لئے جا رہی تھی تو انہوں نے اپنے تمام تر جنگی منصوبے پر نظر ثانی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہیں کہیں بھی سلطان ایوبی کی فوج نظر نہیں آ رہی تھی۔ جاسوس انہیں یہ بھی نہیں بتا سکے کہ مسلمانوں کی فوج کا اجتماع کہاں ہے۔ دراصل یہ اجتماع کہیں بھی نہیں تھا۔

سلطان ایوبی کو اطلاع ملی کہ صلیبیوں نے دونوں محاذوں پر پیش قدمی روک دی ہے تو اس نے اپنے کمانڈروں کو بلا کر کہا

''صلیبیوں نے جنگ ملتوی کر دی ہے لیکن ہماری جنگ جاری ہے۔ وہ دونوں فوجوں کے آمنے سامنے کے تصادم کو جنگ کہتے ہیں۔ میں چھاپوں اور شبخونوں کو جنگ کہتا ہوں۔ اپنے چھاپا ماروں کو سرگرم رکھو۔ صلیبی دونوں طرف سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ انہیں اطمینان سے پیچھے نہ ہٹنے دو۔ انتہائی عقب یا پہلو پر شبخون مارو اور غائب ہو جاؤ۔ صلیبی آپ کو اپنے سامنے لا کر لڑنا چاہتے ہیں لیکن میں آپ کو اس میدان میں ان کے سامنے لے جاؤں گا جو آپ کی مرضی کا ہو گا اور جہاں کی ریت بھی آپ کی مدد کرے گی۔'' سلطان ایوبی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ اپنے عملے اور محافظ دستے کے ساتھ خانہ بدوش تھا۔ کسی ایک جگہ نہ ٹھہرنے کے باوجود یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ ہر جگہ موجود ہے۔

مصر میں سلطان ایوبی کا بھائی تقی الدین صلیبیوں کے دوسرے محاذ پر حملہ آور ہو رہا تھا۔ یہ مصر کا جنوب مغربی علاقہ تھا جہاں کے ڈراؤنے ٹیلوں کے اندر فرعونوں کے ہولناک کھنڈرات میں حضرت عیسیٰؑ آسمان سے واپس آنے والے تھے۔ تمام تر علاقہ ایک نئے عقیدے کا پیروکار ہو گیا تھا۔ جمعرات کی شام تھی۔ زائرین کا ہجوم کھنڈر کے غار نما دروازے میں داخل ہو رہا تھا۔ اندر بڑے کمرے میں پُراسرار آواز گونج رہی تھی۔ لوگوں کو دیوار پر گناہگار اور نیکوکار جاتے نظر آ رہے تھے۔ وہاں وہی سماں تھا جو ہر جمعرات کے روز ہوا کرتا تھا۔ اچانک اس پُراسرار مقدس انسان کی آواز خاموش ہو گئی جس کے متعلق مشہور تھا کہ گناہگاروں کو نظر نہیں آتا۔ اس کے بجائے ایک اور آواز سنائی دی۔

''گمراہ انسانو! آج کی رات گھروں کو نہ جانا۔ کل صبح تم پر وہ راز فاش ہو جائے گا جس کے لئے تم بے تاب ہو۔ یہاں سے فوراً باہر نکل جاؤ۔ حضرت عیسیٰ تشریف لا رہے ہیں۔ اس کھنڈر سے دور جا کر سو جاؤ۔'' بڑے کمرے میں حیرت زدہ لوگوں کو دیوار پر جو چمکتے ہوئے ستارے نظر آتے تھے وہ ماند پڑ گئے تھے۔ اس وقت ان ستاروں میں سے حسین لڑکیاں اور خوبرو مرد ہنستے کھیلتے گزر رہے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ فوجی قسم کے کچھ آدمی انہیں پکڑ پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ کہیں سے چیخیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ بادل جو گرجتے تھے وہ بھی خاموش ہو گئے تھے۔ لوگوں کے لئے یہ جگہ بڑی مقدس تھی۔ وہ خوفزدہ ہو کر باہر کو بھاگے اور کھنڈر خالی ہو گیا۔

یہ انقلاب تقی الدین اور علی بن سفیان لائے تھے۔ ان کے ساتھ فوج کی وہی نفری تھی جو تقی الدین نے اپنے حکم میں بتائی تھی۔ یہ دستے شام کے بعد ٹیلوں والے علاقے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ان کی راہنمائی شارجا کر رہی تھی جو گھوڑے پر سوار تھی۔ وہ انہیں جمعرات کی شام وہاں لے گئی تھی کیونکہ اس روز وہاں میلا لگتا تھا اور دور دور سے لوگ آتے تھے۔ فوج کے بڑے حصے کو جس میں پانچ سو گھوڑ سوار، دو سو شتر سوار اور پانچ سو پیادہ تھے اس علاقے سے ذرا دور رکھا گیا تھا۔ انہیں نہتے لوگوں کے خلاف استعمال نہیں کرنا تھا۔ ان کے ذمہ یہ فرض تھا کہ سوڈان کی سرحد پر نظر رکھیں۔ چونکہ کھنڈروں کے اندر کی تخریب کاری صلیبیوں اور سوڈانیوں کی پشت پناہی پر ہو رہی تھی اس لئے یہ خطرہ بھی تھا کہ وہاں فوجی کارروائی کی گئی تو سوڈانی حملہ کر دیں گے۔ تقی الدین نے اس علاقے کے قریب کے سرحدی دستوں کو جو سرحدوں کی حفاظت کے لئے وہیں رہتے تھے قریب بلا کر اپنے تحت کر لیا تھا۔

دو سو گھوڑ سوار جو تقی الدین کے ساتھ دمشق سے آئے تھے' وہ وہاں کے چنے ہوئے اور دیوانگی کی حد تک دلیر سوار تھے۔ دوڑتے گھوڑوں سے تیر اندازی ان کا خصوصی کمال تھا۔ پیادہ سپاہیوں میں سلطان ایوبی کے اپنے ہاتھوں تیار کئے ہوئے چھاپا مار بھی تھے۔ انہیں ایسی ٹریننگ دی گئی تھی کہ انتہائی دشوار ٹیلوں اور درختوں پر حیران کن رفتار سے چڑھتے اور اُترتے تھے۔ چند گز پھیلی آگ سے گزر جانا ان کا معمول تھا۔ ان چھاپا مار جانبازوں کو اس وقت کھنڈر کی طرف روانہ کیا گیا جب لوگ اندر جا رہے تھے۔ وہاں تک انہیں شمار جالے گئی تھی۔ علی بن سفیان ان کے ساتھ تھا۔ تیز رفتار قاصد بھی ساتھ تھے تاکہ پیغام رسانی میں تاخیر نہ ہو۔ کھنڈر کے دروازے کے باہر دو آدمی کھڑے اندر جانے والوں کو تین تین کھجوریں کھلا رہے تھے۔ باہر صرف ایک مشعل جل رہی تھی جس کی روشنی معمولی سی تھی۔

چھ آدمی جن کے سر چادروں میں ڈھکے ہوئے تھے زائرین کے ساتھ دروازے تک گئے اور ہجوم سے ہٹ کر کھجوریں کھلانے والوں کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔ انہیں کہا گیا کہ سامنے سے گزریں لیکن وہ سن ہو کر رہ گئے کیونکہ ان کی پیٹھوں میں خنجروں کی نوکیں رکھ دی گئی تھیں۔ یہ چھ آدمی چھاپا مار تھے۔ انہوں نے ایک ایک آدمی کی پیٹھوں سے خنجر لگا کر آہستہ سے کان میں کہا تھا۔ ''زندہ رہنا چاہتے ہو تو یہاں سے باہر چلے جاؤ' تم سب فوج کے گھیرے میں ہو۔'' کھجوریں کھلانے اور پانی پلانے والے آدمی ذرا سی بھی مزاحمت کئے بغیر باہر نکل گئے۔ چھاپا ماروں نے خنجر اس طرح چغوں میں چھپا لئے تھے کہ لوگوں میں سے کوئی دیکھ نہ سکا۔ یہ چار آدمی جونہی باہر کو آئے' وہاں دس بارہ چھاپا مار دیہاتیوں کے لباس میں کھڑے تھے۔ انہوں نے ان چاروں کو گھیر لیا اور دھکیلتے ہوئے دور لے گئے۔ پھر انہیں رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ چھ چھاپا مار جو کھجوروں اور پانی کے مشکیزوں کے پاس رہ گئے تھے انہوں نے اندر جانے والے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ کھجوروں اور پانی کے بغیر اندر جاؤ کیونکہ اندر سے نیا حکم آیا ہے۔ سیدھے سادے دیہاتی اندر جاتے رہے۔

ان کے ساتھ اب چھاپا مار بھی اندر جا رہے تھے اور مشعلیں بھی اندر جا رہی تھیں۔ لوگ حیران تھے کہ مشعلیں کیوں لے جائی جا رہی ہیں۔ کم و بیش پچاس مشعلیں اور دو چھاپا مار اندر چلے گئے مگر وہ روشن کمرے میں نہ گئے بلکہ ان تاریک راستوں اور غلام گردشوں میں چلے گئے جن میں باہر کے لوگ نہیں جا سکتے تھے۔ ان میں سے بعض کے پاس خنجر اور خنجر نما تلواریں تھیں اور بعض کے پاس چھوٹی تیر کمانیں۔ اُس دروازے سے بھی چھاپا مار داخل ہو گئے تھے جس سے لوگ باہر نکلتے

تھے۔ وہ ہدایت کے مطابق تاریک بھول بھلیوں میں جا رہے تھے۔ تقی الدین کے دو سو گھوڑ سوار آگے گئے اور انہوں نے پورے کھنڈر کو گھیرے میں لے لیا۔ ان کے ساتھ پیادہ دستہ بھی تھا جس کے سپاہیوں نے اندر سے نکلنے والوں کو روک کر ایک طرف اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ چھاپا مار مشعل برداروں کے ساتھ اندر گئے تو انہیں ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کسی کے پیٹ میں چلے گئے ہوں۔ اندر کے راستے اور کمرے انتڑیوں کی مانند تھے۔ یہ راستے انہیں ایک ایسے طلسم میں لے گئے جسے دیکھ کر چھاپا مار بدک کر رک گئے۔ یہ ایک بہت کشادہ کمرہ تھا جس کی چھت اونچی تھی۔ اندر بہت سے مرد اور عورتیں تھیں۔ ان میں کچھ ایسے تھے جن کے چہرے بھیڑیوں کی طرح تھے۔ بعض تھے تو انسان لیکن وہ اس قدر بدصورت اور بھیانک چہروں والے تھے کہ دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ وہ جن اور بھوت لگ رہے تھے اور ان کے درمیان خوبصورت جوان لڑکیاں بھڑکیلے و چمکیلے کپڑے پہنے ہنس کھیل رہی تھیں۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ چند ایک خوبصورت لڑکیاں خوبرو مردوں کے ساتھ مٹک مٹک کر چل رہی تھیں۔ اُدھر چھت سے فرش تک پردے لٹکے ہوئے تھے جو دائیں بائیں ہٹتے کھلتے اور بند ہوتے تھے۔ دوسری طرف آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی چمکتی اور بجھتی تھی۔

اگر چھاپا ماروں کو یہ یقین نہ دلا دیا گیا ہوتا کہ کھنڈر کے اندر جو کوئی بھی ہے، جس حلیے میں بھی ہے وہ انسان ہوگا اور اندر کوئی بدروح یا بھوت پریت نہیں ہوگا تو چھاپا مار وہاں سے بھاگ جاتے۔ وہاں جو خوبصورت لڑکیاں اور خوبرو مرد تھے وہ بھی ڈراؤنے لگتے تھے۔ اس عجیب و غریب مخلوق نے جب مشعل بردار چھاپا ماروں کو دیکھا تو انہیں ڈرانے کے لئے ڈراؤنی آوازیں نکالنے لگے۔ جو آدمی بدصورت، چڑیلوں اور بھیڑیوں کے چہروں والے تھے، ان کی آوازیں زیادہ خوفناک تھیں۔ اس دوران ایک دو آدمیوں نے شاید ڈر کر اپنے چہرے بے نقاب کر دیئے تھے۔ یہ بھیڑیوں کے چہرے تھے جو انہوں نے اُتارے تو اندر سے انسانوں کے چہرے نکل آئے۔ چھاپا ماروں نے سب کو گھیر کر پکڑ لیا اور اُن کے نقاب اُتار دیئے۔ وہاں شراب بھی پڑی ہوئی تھی۔ ان سب کو باہر لے جایا گیا۔ کھنڈر کے دوسرے حصوں کی تلاشی میں ایک آدمی پکڑا گیا جو ایک تنگ سی سرنگ کے منہ میں منہ ڈالے بھاری آواز میں کہہ رہا تھا۔

''گناہوں سے توبہ کرو۔ حضرت عیسیٰ آنے والے ہیں۔'' اور ایسے کئی الفاظ تھے جو وہ بول رہا تھا۔ یہ سرنگ گھوم پھر کر اس روشن کمرے میں جاتی تھی جہاں زائرین کو یہ پُراسرار، ڈراؤنی اور خوبصورت مخلوق دکھا کر حیرت زدہ کیا جاتا تھا۔ اس آدمی کو وہاں سے ہٹا کر چھاپا ماروں کے ایک کماندار نے سرنگ میں منہ ڈال کر کہا کہ۔ ''اے گمراہ لوگو! آج رات گھروں کو نہ جانا۔ کل صبح تم پر وہ

راز فاش ہو جائے گا جس کے لئے تم بے تاب ہو۔"

کھنڈرات کے اندر کسی نے بھی مزاحمت نہ کی۔ خنجروں اور تلواروں کے آگے سب اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرتے چلے گئے۔ چھاپا مار اُن آدمیوں کی نشاندہی پر جنہیں گرفتار کر لیا گیا تھا ان جگہوں تک جا پہنچے جہاں بجلی کی طرح چمکنے والی روشنیوں کا انتظام تھا اور ڈھکی چھپی جگہوں پر مشعلیں جل رہی تھیں۔ ان کے پیچھے لکڑی کے تختے تھے جن پر ابرق چپکایا ہوا تھا۔ ان تختوں کے زاویے بدلتے تھے تو ابرق کی چمک لوگوں کی آنکھوں میں پڑتی اور چندھیا دیتی تھی۔ کمرہ تاریک کرنے کے لئے مشعلوں کو پیچھے کر لیا جاتا تھا۔ بادل گرجنے کی آوازیں دھات کی چادروں کو جھٹکے دے کر پیدا کی جاتی تھیں۔ پردوں پر جگہ جگہ ابرق کے ٹکڑے چپکا دیئے گئے تھے جن پر روشنی پڑتی تو وہ ستاروں کی طرح چمکتے تھے۔ اس طرف پردوں کا رنگ ایسا تھا کہ کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ کپڑا ہے۔ وہ اسے پھٹی ہوئی دیوار سمجھتے تھے۔ عقل اور ہوش والے انسان کے لئے یہ کوئی معما نہیں تھا۔ بے شک یہ روشنیوں کے خاص انتظام کا جادو تھا جو لوگوں کو مسحور کر لیتا تھا لیکن اندر جو جاتا تھا اس کی عقل اور ہوش پر اس کا کوئی اختیار نہیں رہتا تھا۔ انہیں اندر جاتے وقت دروازے پر جو تین کھجوریں کھلائی جاتیں اور پانی پلایا جاتا تھا ان میں نشہ کی آمیزش ہوتی تھی جس کا اثر فوراً ہو جاتا تھا۔ اس اثر کے تحت زائرین کے ذہنوں پر جو بھی تصور بٹھایا جاتا اور کانوں میں جو بھی آوازیں ڈالی جاتیں وہ اسے سو فیصد صحیح اور برحق سمجھ لیتے تھے۔ یہ اسی نشے کا اثر تھا کہ لوگ باہر جا کر دوبارہ اندر آنے کی خواہش کرتے تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ اس عقیدے کا تاثر نہیں بلکہ اس نشے کا اثر ہے جو انہیں کھجوروں اور پانی میں دیا جاتا ہے۔

کھجوروں کے انبار اور پانی کے مشکیزوں پر بھی قبضہ کر لیا گیا تھا۔ اندر پکڑ دھکڑ اور تلاشی کا سلسلہ جاری تھا۔ باہر دو سو سپاہیوں نے کھنڈروں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ہر طرف مشعلوں کی روشنی تھی۔ فوج کا بڑا حصہ اور دو سرحدی دستے سوڈان کی سرحد کے ساتھ ساتھ گھوم پھر رہے تھے۔ رات گزر گئی۔ سوڈان کی طرف سے کوئی حملہ نہ ہوا۔ کھنڈرات میں بھی کوئی مزاحمت نہ ہوئی۔ صبح کے اُجالے نے اس علاقے کو روشن کیا تو وہاں ہراساں دیہاتیوں کا ہجوم تھا۔ کچھ لوگ اِدھر اُدھر سو گئے تھے۔ گھوڑوں نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔

کچھ دیر بعد تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے بٹھا دیا گیا۔ ان کی تعداد تین اور چار ہزار کے درمیان تھی۔ ایک طرف سے ایک جلوس آیا جسے فوجی ہانک کر لا رہے تھے۔ اس جلوس میں بھیڑیوں اور چڑیلوں کے چہروں والے انسان تھے۔ اس میں مکروہ اور بڑی بھیانک شکل والے

انسان بھی تھے۔اس جلوس میں وہ تمام مخلوق تھی جو لوگوں کو کھنڈر کے اندر دکھائی جاتی تھی اور بتایا جاتا تھا کہ یہ آسمان ہے جہاں یہ لوگ مرنے کے بعد گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔ان کا سب سے بڑا گناہ یہ بتایا جاتا تھا کہ یہ جنگ و جدل کے عادی تھے۔یعنی یہ فوجی تھے۔اس جلوس سے الگ دس بارہ لڑکیوں کو بھی لوگوں کے سامنے لایا گیا۔یہ بہت خوبصورت لڑکیاں تھیں۔ان کے ساتھ خوبرو مرد تھے۔ان دونوں جلوسوں کو لوگوں کے ہجوم کے سامنے ایک اونچی جگہ پر کھڑا کر دیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ لوگوں کو اپنے چہرے دکھاؤ۔سب نے بھیڑیوں اور چڑیلوں کے مصنوعی چہرے اُتار دیئے۔ان کے اندر سے اچھے بھلے انسانی چہرے نکل آئے۔جو آدمی مکروہ اور بھیانک چہروں والے تھے وہ بھی مصنوعی چہرے لگائے ہوئے تھے۔وہ چہرے بھی اُتار دیئے گئے تھے۔

پھر لوگوں سے کہا گیا کہ وہ ان آدمیوں اور ان لڑکیوں کے قریب سے گزرتے جائیں اور انہیں پہچانیں۔لوگ تو اسی پر حیران ہو گئے کہ یہ آسمان کی مخلوق نہیں اسی زمین کے انسان ہیں۔لوگوں نے قریب سے دیکھا تو ان آدمیوں میں انہیں بہت سے پہچانے ہوئے لگے۔وہ اسی علاقے کے باشندے تھے۔لڑکیاں بھی پہچان لی گئیں۔ان میں زیادہ تر اسی علاقے کی رہنے والی تھیں۔صرف تین چار یہودی تھیں جنہیں صلیبی اسی مقصد کے لئے لائے تھے۔لوگ انہیں دیکھ چکے تو اُن مجرموں کو سامنے لایا گیا جنہوں نے طلسماتی اہتمام کر رکھا تھا۔ان میں چھ صلیبی تھے جو مصر کے اس علاقے کی زبان بولتے اور سمجھتے تھے۔انہوں نے بہت سے آدمی اس علاقے سے اپنے ساتھ ملا لئے تھے۔رات میں ہی گرفتاری کے بعد ان سے اعتراف کروالیا گیا تھا کہ انہوں نے تین چار مسجدوں میں اپنے امام رکھ دیئے تھے جو لوگوں کو مذہب کے پردے میں غیر اسلامی نظریات کے معتقد بنا رہے تھے۔اس گروہ کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو قائل کیا جائے کہ فوج میں بھرتی نہ ہوں کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔یہ گروہ اس مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔ان تخریب کاروں نے یہ کامیابی بھی حاصل کر لی تھی کہ اس علاقے کے لوگوں میں سوڈانیوں کی محبت پیدا کر دی تھی اور ان کا مذہب تبدیل کئے بغیر انہیں بے مذہب کر دیا تھا۔

لوگوں سے کہا گیا کہ اب وہ کھنڈروں کے اندر جا کر گھومے پھریں اور اس فریب کاری کا ثبوت اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔لوگ اندر چلے گئے جہاں جگہ جگہ فوجی کھڑے تھے اور لوگوں کو دکھا رہے تھے کہ انہیں کیسے کیسے طریقوں سے دھوکا دیا جاتا رہا ہے۔بہت دیر بعد جب تمام لوگ اندر سے گھوم پھر آئے تو تقی الدین نے ان سے خطاب کیا اور انہیں بتایا کہ کھجوروں اور پانی میں انہیں

نشہ دیا جاتا رہا ہے۔ اندر جو جنت اور جہنم تھا وہ اس نشے کے زیر نظر آتا تھا۔ میں ان مجرموں سے کہتا ہوں کہ اندر چل کر مجھے آسمان کی مخلوق چلتی پھرتی دکھائیں کہ حضرت موسیٰ کہاں ہیں اور مرا ہوا خلیفہ العاضد کہاں ہے۔ یہ سب فریب تھا۔ یہ وہ نشہ ہے جو حشیشین کا پیر استاد حسن بن صباح لوگوں کو پلا کر انہیں جنت دکھایا کرتا تھا۔ وہ تو ایک وقت میں چند ہی آدمیوں کو نشہ پلاتا تھا مگر یہاں اسلام کے ان دشمنوں نے اتنے وسیع علاقے کی پوری آبادی پر نشہ طاری کر دیا تھا۔

تقی الدین نے لوگوں کو اصلیت دکھا کر انہیں بتایا کہ ابتدا میں ایک درویش کی کہانی سنائی گئی تھی جو مسافروں کو اونٹ اور اشرفیاں دیا کرتا تھا۔ یہ محض بے بنیاد کہانیاں تھیں اور بے سروپا جھوٹی کہانیاں سنانے والوں کو تمہارے دین و ایمان کے دشمن بے دریغ مال و دولت دیتے تھے۔ تقی الدین نے اس فریب کاری کے تمام پہلو بے نقاب کر دیئے اور جب اس نے مجرموں کی اصلیت کو بے نقاب کیا تو لوگ جوش میں آ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مجرموں پر ہلا بول دیا۔ اس وقت لوگوں پر سے وہ نشہ اُتر چکا تھا جو رات کو انہیں کھجوروں اور پانی میں دیا گیا تھا۔ فوج نے ہجوم پر قابو پانے کی بہت کوشش کی لیکن انہوں نے تمام مجرموں اور لڑکیوں کو جان سے مار دیا۔

تقی الدین نے فوج کو اسی علاقے میں پھیلا دیا اور فوج کی نگرانی میں وہاں سے تخریب کاروں کے ایجنٹوں کو گرفتار کیا اور دوسرے یہ کہ مسجدوں میں قاہرہ کے عالم متعین کر دیئے جنہوں نے لوگوں کی مذہبی اور عسکری تعلیم و تربیت شروع کر دی۔ فرعونوں کے کھنڈروں کو لوگوں کے ہاتھوں مسمار کرا دیا گیا تھا۔

تقی الدین نے قاہرہ جا کر پہلا کام یہ کیا کہ جراح اور شارجا کی خواہش کے مطابق انہیں شادی کی اجازت دے دی اور دوسرا کام اس نے یہ کیا کہ فوج کی مرکزی کمان کو حکم دے دیا کہ سوڈان پر حملے کی تیاری کی جائے۔ اس نے کھنڈروں کی مہم میں دیکھ لیا تھا کہ پڑوسی سوڈانیوں نے مصر کے اتنے وسیع علاقے کو اپنے اثر میں لے لیا تھا اور یہ اثر شدید جوابی کارروائی کے بغیر ختم نہیں ہوگا۔ اس پر یہ انکشاف بھی ہوا تھا کہ سوڈانی صلیبیوں کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں اور وہ باقاعدہ حملے کی تیاری بھی کر رہے ہیں۔ لہٰذا ضروری سمجھا گیا کہ سوڈان پر حملہ کیا جائے۔ اس سے اگر سوڈان کا کچھ علاقہ قبضے میں آئے یا نہ آئے مگر اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ دشمن کی تیاریاں درہم برہم ہو جائیں گی اور ان کا منصوبہ لمبے عرصے کے لئے تباہ ہو جائے گا۔ تقی الدین کو سلطان ایوبی کی مکمل پشت پناہی حاصل تھی۔

رینی الیگزینڈر کا آخری معرکہ

مصر کے قائم مقام امیر تقی الدین نے صلیبیوں کی نظریاتی یلغار کو بروقت فوجی کارروائی سے روک دیا اور اس خفیہ پُراسرار اڈے کو ہی مسمار کر دیا جہاں سے یہ فتنہ اٹھا تھا مگر وہ مطمئن نہیں تھا کیونکہ وہ جان چکا تھا کہ یہ اسلام کش زہر قوم کی رگوں میں اُتر گیا ہے۔ اس صلیبی تخریب کاری کو سوڈان سے پشت پناہی مل رہی تھی اور سوڈانیوں کو صلیبیوں کی پشت پناہی حاصل تھی۔ تقی الدین نے اس کی جڑ کو تباہ کرنے کے لئے سوڈان پر حملے کی تیاریاں تیز کر دیں۔ سلطان ایوبی نے وہاں بھی جاسوس بھیج رکھے تھے جن کی جانبازانہ کوششوں سے وہاں کے بڑے نازک راز مل رہے تھے مگر ان رازوں سے جو فائدہ سلطان ایوبی اٹھا سکتا تھا وہ اس کے بھائی تقی الدین کے بس کی بات نہیں تھی۔ دونوں بھائیوں کا جذبہ تو ایک جیسا تھا لیکن دونوں کی ذہانت میں بہت فرق تھا۔ دونوں بھائی جس کارروائی کا فیصلہ کرتے وہ شدید ہوتی تھی۔ فرق یہ تھا کہ سلطان ایوبی محتاط رہتا تھا اور تقی الدین بے صبر ہو کر احتیاط کا دامن چھوڑ دیتا تھا۔ اسے جب مشیروں نے کہا کہ سوڈان پر حملے کا فیصلہ دانشمندانہ تو ہے لیکن محترم ایوبی سے مشورہ لینا بھی ضروری ہے تو تقی الدین نے اپنے مشیروں کے اس مشورے کو مسترد کرتے ہوئے کہا۔

''کیا آپ لوگ امیر محترم کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ آپ ان کے بغیر کچھ سوچ نہیں سکتے، کچھ کر نہیں سکتے؟ کیا آپ بھول گئے کہ مصر سے اتنی دور محترم ایوبی کس طوفان میں گھرے ہوئے ہیں؟ اگر ہم نے ان کے مشورے اور فیصلے کا انتظار کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سوڈانی حملے میں پہل کر کے ہم پر سوار ہو جائیں گے۔''

''آپ ابھی حملے کا حکم دیں۔'' ایک نائب سالار نے کہا ''فوج اسی حالت میں رسد کے بغیر کوچ کر جائے گی لیکن اتنی بڑی اور نازک مہم کے لئے گہری سوچ کی ضرورت ہے۔ ہم کوچ کی تیاری کے تمام تر انتظامات بہت تھوڑے وقت میں کر لیں گے۔ آپ محترم ایوبی کو اطلاع ضرور دے دیں تاکہ وہ اور محترم نورالدین زنگی ادھر بھی دھیان رکھیں۔''

مگر تقی الدین نہیں مانا۔ اس نے کہا۔ ''آپ مصر میں ایک ایک غدار اور ایک ایک تخریب کار

کو پکڑتے اور اسے ختم کرتے ہیں جبکہ میں اس منبع کو ہی بند کرنا چاہتا ہوں جہاں سے تخریب کاری اور غداری پیدا ہو رہی ہے۔ اس کام کے لئے مجھے کسی کے حکم اور مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تقی الدین چند ایسے عناصر اور کوائف کو نظر انداز کر رہا تھا جو اس کے حملے کو ناکام کر سکتے تھے۔ ایک یہ کہ صلیبیوں اور سوڈانیوں کے جاسوس مصر میں موجود تھے جو فوجوں کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے۔ تقی الدین کی کمزوری یہ بھی تھی کہ اس کے دشمن کے جاسوس مسلمان تھے جو انتظامیہ اور فوج میں اونچے عہدوں پر فائز تھے۔ اس کے مقابلے میں تقی الدین کے جاسوس سوڈانیوں کے پالیسی سازوں اور حکام تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ سلطان ایوبی نے ۱۱۶۹ء میں مصر کی جس سوڈانی فوج کو بغاوت کے جرم میں توڑ دیا تھا اس کے کئی ایک کماندار اور عہدیدار سوڈان میں تھے۔ وہ سلطان ایوبی کی جنگی چالوں سے واقف تھے۔ انہوں نے انہی چالوں کے مطابق اپنی فوج کی تربیت کی تھی۔ صلیبیوں نے انہیں نہایت اچھا اسلحہ اور ضرورت سے زیادہ جنگی سامان دے رکھا تھا۔ یہ گھر کے بھیدی تھے۔ تقی الدین نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ سوڈان کے جس علاقے میں پیش قدمی کرنے جا رہا ہے۔ وہ ایک وسیع صحرا ہے جہاں پانی خطرناک حد تک کم ہے اور وہ مقام جہاں حملہ کرنا ہے اتنا دور ہے جہاں تک رسد کو خطرے میں ڈالے بغیر رواں رکھنا ممکن نہیں ہوگا۔ مصر کے اندرونی حالات کو قابو میں رکھنے اور تخریب کاری کے انسداد کے لئے بھی فوج درکار تھی مگر تقی الدین اس قدر بھڑکا ہوا تھا کہ اس نے مکمل طور پر نیک نیتی اور اسلامی جذبے کی شدت کے زیر اثر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں اور سلطان ایوبی کو اطلاع نہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔

اس کی اس خود مختاری میں وہی جذبہ تھا جو سلطان ایوبی میں تھا۔ اسے احساس تھا کہ سلطان ایوبی کا مقابلہ تند اور تیز طوفان سے ہے اور صلیبی فیصلہ کن جنگ لڑنے کا اہتمام کئے ہوئے ہیں۔ اس نے جو کچھ سوچا وہ درست تھا۔

☆ ☆ ☆

اس وقت سلطان ایوبی کرک سے آٹھ نو میل دور ایک چٹانی علاقے میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کئے ہوئے تھا۔ یہاں اس کا عارضی قیام تھا۔ وہ اپنے ہیڈ کوارٹر کو خانہ بدوش رکھا کرتا تھا۔ جس مقام پر اسے حملہ کروانا یا شبخون کروانا ہوتا وہ اس کے قریب رہتا اور حملہ کرنے والے دستے کے کمانڈر کو بتا دیا کرتا تھا کہ وہ ان کی واپسی کے وقت کہاں ہوگا۔ اس کے چھاپا مار (کمانڈو جانباز) صلیبی فوج کی تمام تر کمک تباہ کر چکے تھے۔ چھاپا ماروں کے چھوٹے چھوٹے گروہ اُس صلیبی فوج کے لئے

ناگہانی مصیبت بنے ہوئے تھے جو صحرا میں پھیلی ہوئی تھی صلیبیوں کا نقصان تو بہت ہو رہا تھا لیکن چھاپا ماروں کی شہادت غیر معمولی طور پر زیادہ تھی۔ دس جانباز جاتے تو تین چار ہی واپس آتے تھے۔ یہ رپورٹیں بھی ملنے لگی تھیں کہ صلیبیوں نے ایسے انتظامات کر لئے ہیں جو شبخون اور چھاپے کو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ لہٰذا اب چھاپا ماروں کو جان کی بازی لگانی پڑتی تھی۔ سلطان ایوبی اب اپنی چالیں اور فوجوں کا پھیلاؤ بدلنے کی سوچ رہا تھا۔

''معلوم ہوتا ہے صلیبی مجھے آمنے سامنے آنے پر مجبور کر رہے ہیں۔'' سلطان ایوبی نے اپنے فوجی نائبین سے کہا۔ ''میں انہیں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ میں اب اپنے اتنے زیادہ جوان مروانے سے بھی گریز کروں گا۔''

''میں چھاپا مار دستوں کی نفری میں اضافہ کرنے کا مشورہ دوں گا۔'' ایک نائب نے کہا۔ ''اور میں یہ بھی مشورہ دوں گا کہ ہمیں دشمن کی قوت کو صرف اس لئے نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہماری فوج میں جذبہ زیادہ ہے۔ جذبہ سپاہی کو بے جگری سے لڑا کر مروا سکتا ہے مگر فتح کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ صلیبیوں کے مقابلے میں ہماری نفری بہت کم ہے۔ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ صلیبی فوج کا بیشتر حصہ زرہ پوش ہے۔''

سلطان ایوبی مسکرایا اور بولا۔ ''لوہا جو انہوں نے پہن رکھا ہے وہ انہیں نہیں ہمیں فائدہ دے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ صلیبی کوچ کرتے ہیں تو رات کو کرتے ہیں یا صبح کے وقت..... اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دھوپ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سورج اوپر اٹھتا ہے تو اس کی تمازت زرہ بکتر کو انگاروں کی طرح گرم کر دیتی ہے۔ زرہ پوش سپاہی اور سوار لوہے کے خود اور آہنی سینہ پوش اُتار پھینکنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ لوہے کا وزن ان کی حرکت کم کر دیتا ہے۔ میں انہیں دوپہر کے وقت لڑاؤں گا جب ان کے سروں پر رکھا ہوا لوہا اُن کا پسینہ نکال کر ان کی آنکھوں میں ڈالے گا اور وہ اندھے ہو جائیں گے۔ آپ نفری کی کمی کو متحرک طریقۂ جنگ اور جذبے سے پورا کریں۔''

اتنے میں سلطان ایوبی کی انٹیلی جنس کے سربراہ علی بن سفیان کا ایک نائب زاہد ان آ گیا۔ اس کے ساتھ دو آدمی تھے۔ سلطان ایوبی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ان دونوں آدمیوں کو اس نے بٹھایا اور پوچھا۔

''کیا خبر ہے؟'' دونوں نے اپنے اپنے گریبان کے اندر ہاتھ ڈالے اور لکڑی کی بنی ہوئی وہ صلیبیں باہر نکال آئیں جو ان کی گردنوں سے بندھی ہوئی تھیں۔ وہ صلیبی نہیں مسلمان تھے۔ اپنے

آپ کو صلیبی ظاہر کرنے کے لئے وہ صلیبیں گلے میں لٹکا لیتے تھے۔ دونوں نے صلیبیں اُتار کر نیچے پھینک دیں۔ پھر ان میں سے ایک نے اپنی رپورٹ پیش کردی۔

☆☆☆

یہ دونوں جاسوس تھے جو کرک سے واپس آئے تھے۔ پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ کرک فلسطین کا وہ قلعہ بند شہر تھا جس پر صلیبیوں کا قبضہ تھا۔ صلیبی شوبک نام کا ایک قلعہ سلطان ایوبی کے ہاتھ ہار چکے تھے مگر کرک کسی قیمت پر نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس کے لئے انہوں نے دفاعی انتظامات بڑے سخت کر دیئے تھے جن میں ایک بندوبست یہ تھا کہ وہ قلعہ بند ہو کر نہیں لڑنا چاہتے تھے۔ شوبک سے جب عیسائی اور یہودی باشندے مسلمانوں کے ڈر سے کرک بھاگ رہے تھے اُس وقت سلطان ایوبی نے اپنی فوج اور انتظامیہ کو یہ حکم دیا تھا کہ بھاگنے والے غیر مسلموں کو روکیں اور انہیں واپس لاکر ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں لیکن سلطان ایوبی نے ایک خفیہ حکم یہ بھی دیا تھا کہ زیادہ تر باشندوں کو جانے دیں۔ اس حکم میں راز یہ تھا کہ غیر مسلم باشندوں میں سلطان ایوبی کے جاسوس بھی جا رہے تھے۔ اپنے جاسوس دشمن کے اس شہر اور مضافات میں جس پر تھوڑے عرصے بعد حملہ کرنا تھا' بھیجنے کا یہ نہایت اچھا موقع تھا۔ مسلمان جاسوس عیسائی اور یہودی پناہ گزینوں کے بھیس میں کرک چلے گئے تھے۔ وہاں کے مسلمان باشندوں کو ساتھ ملا کر انہوں نے خفیہ اڈے بنا لئے تھے۔ وہ وہاں سے اطلاعات بھیجتے رہتے تھے۔ سلطان ایوبی ان کی رپورٹیں ذاتی طور پر سنا کرتا تھا۔

اس روز دو جاسوس آئے تو سلطان ایوبی نے انہیں فوراً اپنے خیمے میں بلا لیا اور باقی سب کو باہر نکال دیا۔ جاسوسوں کی رپورٹ میں صلیبی فوج کی نقل و حرکت اور ترتیب کے متعلق اطلاعات تھیں۔ سلطان ایوبی ان کے مطابق نقشے بناتا رہا۔ اس دوران اس کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی مگر جاسوسوں نے جب کرک کے مسلمان باشندوں کی بے بسی اور مظلومیت کی تفصیل سنائی تو سلطان ایوبی کے چہرے پر نمایاں تبدیلی آگئی۔ ایک بار تو وہ جوش میں آکر اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے میں ٹہلنے لگا۔ جاسوسوں نے اسے بتایا کہ شوبک سے صلیبی شکست کھا کر کرک پہنچے تو انہوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا۔ سلطان ایوبی کو بہت سے حالات کا تو پہلے سے علم تھا۔ ان دو جاسوسوں نے اسے بتایا کہ اب وہاں بازار میں جن مسلمانوں کی دکانیں ہیں وہ بہت پریشان ہیں۔ غیر مسلم تو ان کی دکانوں پر آتے ہی نہیں' مسلمانوں کو بھی ڈرا دھمکا کر ان کی دکانوں سے دور رکھا جانے لگا ہے۔ وہاں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی باقاعدہ مہم شروع کر دی گئی ہے۔ عیسائی اور یہودی

مسجدوں کے سامنے اونٹ گھوڑے اور دیگر مویشی باندھ دیتے ہیں۔ اذان اور نماز پر تو کوئی پابندی نہیں ہے لیکن جب اذان ہوتی ہے تو غیر مسلم شور مچاتے' ناچتے اور مذاق اُڑاتے ہیں۔

جاسوسوں نے بتایا کہ مسلمانوں کا قومی جذبہ ختم کرنے کے لئے وہاں اس قسم کی افواہیں زور وشور سے پھیلائی جارہی ہیں کہ سلطان ایوبی اتنا شدید زخمی ہو کر دمشق چلا گیا ہے کہ اب تک مر چکا ہوگا اور یہ بھی کہ سلطان ایوبی کی فوج کمان کی کمزوری کی وجہ سے صحرا میں بکھر گئی ہے اور سپاہی مصر کی طرف بھاگ رہے ہیں اور یہ بھی کہ مسلمان اب کرک پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہے اور بہت جلد شوبک بھی صلیبیوں کو واپس ملنے والا ہے اور یہ بھی کہ سوڈانی فوج نے مصر پر حملہ کر دیا ہے اور مصر کی فوج سوڈانیوں کے ساتھ مل گئی ہے۔ جاسوسوں نے بتایا کہ اب علی الصباح پادری مسلمان محلوں میں گھومتے پھرتے اور ہر مسلمان گھر کے دروازے پر گھنٹیاں بجاتے' اپنے مذہبی گیت گاتے اور مسلمانوں کو دعائیں دیتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کا اور کوئی پرچار نہیں کرتے۔ یہ پرچار وہاں کی عیسائی اور یہودی لڑکیاں کرتی ہیں جو مسلمان نوجوانوں کو جھوٹی محبت کا جھانسا دے کر ان کے ذہن تباہ کر رہی ہیں۔ یہ لڑکیاں مسلمان لڑکیوں کی سہیلیاں بن کر انہیں اپنی آزادی کی بڑی دلکش تصویر دکھاتی ہیں اور انہیں بتاتی ہیں کہ مسلمان فوج جو علاقہ فتح کرتی ہے وہاں مسلمان لڑکیوں کو بھی خراب کرتی ہے۔

ان رپورٹوں میں سلطان ایوبی کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ابتدا میں اس کے جاسوس اسے کرک کے مسلمانوں کی حالتِ زار بتا چکے تھے۔ وہاں کے مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ وہ سلطان ایوبی اور اس کی فوج کے خلاف کوئی حوصلہ شکن افواہ نہیں سننا چاہتے تھے لیکن وہاں جو بھی بات ان کے کانوں میں پڑتی' حوصلہ شکن ہی ہوتی تھی۔ وہ ڈر کے مارے بات نہیں کرتے تھے۔ ان کے گھروں کی دیواروں کے بھی کان تھے۔ وہ اکٹھے بیٹھنے سے بھی ڈرتے تھے۔ جنازے اور بارات کے ساتھ بھی جاسوس لگے رہتے اور مسجدوں میں بھی موجود رہتے تھے۔ ان کی بدنصیبی تو یہ تھی کہ جاسوسی ان کے اپنے مسلمان بھائی کرتے تھے' اس لئے وہ اپنے گھروں میں بھی سرگوشیوں میں باتیں کرتے تھے۔ کسی مسلمان کے خلاف صرف یہ کہہ دینا کہ وہ صلیبی حکومت کے خلاف ہے' اسے بیگار کیمپ میں بھیجنے کے لئے کافی ہوتا تھا۔

''لیکن سالارِ اعظم!'' ایک جاسوس نے کہا۔ ''اب وہاں ایک اور چال چلی جارہی ہے۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک ہونے لگا ہے۔ صلیبی حکومت نے اس کی ایک مثال یہ پیش کی

ہے کہ ایک عیسائی حاکم نے ایک مسجد کو بوسیدہ حالت میں دیکھا تو اس کی مرمت کا حکم دے دیا اور اپنی نگرانی میں مرمت کروادی۔ انہوں نے بیگار کیمپ کے مسلمانوں کو رہا تو نہیں کیا مگر انہیں کچھ سہولتیں دے دی ہیں۔ روزمرّہ مشقت کا وقت بھی کم کر دیا ہے لیکن ان کے کانوں میں یہی ڈالا جاتا ہے کہ تم نے صلیب کے خلاف بہت بڑا جرم کیا ہے مگر پھر بھی تم پر رحم کیا جا رہا ہے۔ یہ پیار اور محبت کا ہتھیار بڑا خطرناک ہے۔ اس جھوٹے پیار سے غیر مسلم مسلمان نوجوانوں کو نشے اور جوئے کا عادی بناتے جا رہے ہیں۔ اگر ہم نے حملے میں وقت ضائع کیا تو کرک کے مسلمان برائے نام ہی مسلمان رہ جائیں گے۔ وہ قرآن سے منہ موڑ کر گلے میں صلیب لٹکا لیں گے۔ اس صورت میں وہ اس وقت ہماری کوئی مدد نہیں کریں گے جب ہم کرک کا محاصرہ کریں گے۔ اس پیار کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے خلاف جاسوسی پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے اور گرفتاریاں ہوتی رہتی ہیں۔ ابھی تک مسلمانوں کا جذبہ قائم ہے اور وہ ثابت قدم رہنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ابھی تک غیر مسلموں کے پیار کو قبول نہیں کیا مگر وہ زیادہ دیر تک ثابت قدم نہیں رہ سکیں گے۔''

یہی وہ صورتحال تھی جس کی تفصیل سن کر سلطان ایوبی پریشان ہو گیا تھا۔ اسے یہ اطلاع بہت تکلیف دے رہی تھی کہ مسلمان مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کر رہے ہیں۔ اس کے لئے پریشانی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ مقبوضہ علاقے میں صلیبیوں نے مسلمانوں کے خلاف پیار کا ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی نوجوانوں کی کردار کشی کا بھی عمل شروع ہو گیا تھا۔ ان دونوں سے زیادہ خطرناک وہ افواہیں تھیں جو وہاں کے مسلمانوں میں اسلامی فوج کے خلاف پھیلائی جا رہی تھیں۔ اس نے اپنے نظامِ جاسوسی کے نائب زاہدان کو بلا کر پوچھا۔

''کیا تم نے ان کی باتیں سن لی ہیں؟''

''ایک ایک لفظ سن کر ہی میں انہیں آپ کے پاس لایا ہوں۔'' زاہدان نے جواب دیا۔

''کیا میں علی بن سفیان کو قاہرہ سے بلا لوں؟'' سلطان ایوبی نے پوچھا۔ ''یا تم اس کی جگہ پُر کر سکو گے؟ یہ معاملہ نازک ہے۔ دشمن کے شہر میں مسلمانوں کو افواہوں اور دشمن کے زہریلے پیار سے بچانا ہے۔''

''علی بن سفیان کو قاہرہ سے بلانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' زاہدان نے جواب دیا۔ ''حسن بن عبداللہ کو بھی ان کے ساتھ رہنے دیں۔ مصر کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ ملک تخریب کاروں اور غداروں سے بھرا پڑا ہے۔ کرک کے مسئلے کو میں سنبھال لوں گا۔''

''تم نے کیا سوچا ہے؟'' سلطان ایوبی نے اس سے پوچھا۔ وہ دراصل زاہدان کا امتحان لے رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ زاہدان مخلص اور محنتی سراغرساں ہے اور اپنے شعبے کے سربراہ علی بن سفیان کا شاگرد ہے۔ اس پر سلطان ایوبی کو پورا پورا اعتماد تھا پھر بھی وہ یقین کرنا ضروری سمجھتا تھا کہ یہ شاگرد اپنے استاد کی کمی پوری کر لے گا۔ اس نے زاہدان کا جواب سنے بغیر کہا۔

''زاہدان! میں نے میدانِ جنگ میں شکست نہیں کھائی۔ یہ خیال رکھنا کہ میں اس محاذ پر بھی شکست کھانا نہیں چاہتا جس پر صلیبیوں نے حملہ کیا ہے۔ میں کرک کے مسلمانوں کو اخلاقی اور نظریاتی تباہی سے بچانا چاہتا ہوں۔''

''آپ جانتے ہیں کہ کرک میں ہمارے جاسوس موجود ہیں۔'' زاہدان نے کہا۔ ''میں انہیں اس مقصد کے لئے استعمال کروں گا۔ وہ وہاں کے مسلمانوں کو آپ کے متعلق اور ہماری فوج اور مصر کے متعلق صحیح خبریں سناتے رہیں گے اور انہیں آپ کا پیغام بھی دیں گے۔''

''وہاں کی مسلمان عورتوں میں قومی جذبے کی کمی نہیں ہے۔'' ایک جاسوس بول پڑا۔ اس نے کہا۔ ''ہم جوان لڑکیوں سے کہیں گے کہ وہ گھر گھر جا کر عورتوں کے ذہن صاف کرتی رہیں۔ ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ وہاں کی لڑکیاں لڑنے کے لئے بھی تیار ہیں۔''

''عورتیں اگر گھر اور بچوں کی تربیت کا محاذ سنبھال لیں تو ہمیں اس سے اسلام کے فروغ اور سلطنتِ اسلامیہ کی توسیع میں بہت مدد ملے گی۔'' سلطان ایوبی نے کہا۔ ''انہیں اس مقصد کے لئے استعمال کرو کہ مسلمان گھرانوں اور بچوں میں غیر اسلامی اثرات داخل نہ ہونے دیں۔ میں اس کوشش میں مصروف ہوں کہ کرک پر جلدی حملہ کر دوں اور شوبک کی طرح وہاں کے مسلمانوں کو بھی آزاد کرا دوں۔'' اس نے زاہدان سے پوچھا۔ ''اس مقصد کیلئے کسے کرک بھیجو گے؟''

''انہی دونوں کو۔'' زاہدان نے جواب دیا۔ ''یہ آنے جانے کے راستوں اور طریقوں سے واقف ہو چکے ہیں اور وہاں کے حالات اور ماحول سے مانوس ہیں۔''

وہ دونوں آدمی غیر معمولی طور پر ذہین جاسوس تھے۔ سلطان ایوبی نے انہیں ہدایات دینی شروع کر دیں۔

☆☆☆

کرک میں مسلمان باشندوں پر پیار کا جو ہتھیار چلایا جا رہا تھا۔ وہ صلیبیوں کی انٹیلی جنس کے جرمن نژاد ڈائریکٹر ہرمن کے ذہن کی اختراع تھی۔ وہ شوبک کی شکست کے بعد صلیبی حکمرانوں پر

زور دے رہا تھا کہ کرک کے مسلمانوں کو پیار کا دھوکا دے کر صلیب کا وفادار بنایا جائے یا کم از کم صلاح الدین ایوبی کے خلاف کر دیا جائے۔ صلیبی حکمران مسلمانوں سے اتنی زیادہ نفرت کرتے تھے کہ ان کے ساتھ جھوٹا پیار بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ تشدد اور درندگی سے مسلمانوں کا قومی جذبہ اور وقار ختم کرنے کے قائل تھے جبکہ ہرمن اپنے فن کا ماہر تھا۔ انسانوں کی نفسیات سمجھتا تھا۔ اس نے صلیبی حکمرانوں کو بڑی مشکل سے اپنا ہم خیال بنایا اور یہ پالیسی مرتب کرالی کہ شہر اور مضافات کے اس علاقے کے مسلمانوں کو جو صلیبی استبداد میں ہیں' مشتبہ اور جاسوس سمجھا جائے۔ جس مسلمان کے خلاف ذرا سی بھی شہادت ملے اسے گرفتار کر کے غائب کر دیا جائے۔ لیکن ہر مسلمان شہری کو دہشت زدہ نہ کیا جائے۔ اس پالیسی کی بنیادی شق یہ تھی کہ لڑکیوں کے ذریعے مسلمان لڑکیوں کو بے پردہ کیا جائے اور مسلمان لڑکوں کو ذہنی عیاشی اور نشے کا عادی بنا دیا جائے۔ مختصر یہ کہ ان کی کردار کشی کا انتظام کیا جائے۔ لہٰذا اس پالیسی پر عمل شروع کر دیا گیا۔ ابتداء افواہوں سے کی گئی تھی۔ ہرمن نے یہ منظوری بھی لے لی تھی کہ مسلمانوں میں غداری کے جراثیم پیدا کرنے کے لئے خاصی رقم خرچ کی جائے۔ چند ایک مسلمانوں کو خوبصورت اور تندرست گھوڑوں کی بگھیاں دے کر انہیں شہزادہ بنا دیا جائے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف مخبری اور ان میں افواہیں پھیلانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ انہیں شاہی دربار میں وقتاً فوقتاً مدعو کر کے ان کے ساتھ شاہانہ سلوک کیا جائے۔ ان کی مستورات کو بھی مدعو کر کے ان کی اس طرح عزت کی جائے کہ وہ اپنی اصلیت اور اپنا مذہب ذہن سے اُتار دیں۔ ہرمن نے مزید کہا تھا۔

''اگر آپ مسلمان کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں تو اس کے دماغ میں بادشاہی کا کیڑا ڈال دیں۔ اسے گھوڑے اور بگھیاں دے کر اس کے دامن میں چند ایک اشرفیاں ڈال دیں۔ پھر وہ بادشاہی کے نشے میں آپ کے اشاروں پر ناچے گا۔ شراب بھی پیے گا اور اپنی بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں ننگا کر کے آپ کے حوالے بھی کر دے گا۔ اگر آپ مسلمانوں کا مستقبل تاریک کرنا چاہتے ہیں تو یہ نسخہ آزمائیں۔ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں اور اب پھر بتاتا ہوں کہ یہودیوں نے مسلمانوں کی اخلاقی تباہی کے لئے اپنی لڑکیاں پیش کی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ مسلمان کا سب سے پرانا اور سب سے بڑا دشمن یہودی ہے۔ اسلام کی جڑیں تباہ کرنے کیلئے یہودی اپنی بیٹیوں کی عزت اور اپنی پونجی کا آخری سکہ بھی قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔''

یہودیوں میں خطرہ یہ تھا کہ وہ اسی خطے کے رہنے والے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کی زبان

بولتے تھے اور ان کے رسم و رواج اور گھریلو طرزِ زندگی سے بھی واقف تھے۔ ان کی شکلیں اور کئی دیگر کوائف ملتے جلتے تھے۔ کوئی یہودی لڑکی مسلمانوں کا لباس پہن کر کسی مسلمان گھر میں جا بیٹھے تو اسے بلاشک وشبہ مسلمان سمجھ لیا جاتا تھا۔ اس مشابہت سے یہودی پورا پورا فائدہ اٹھا رہے تھے اور اسلامی معاشرت میں غیر اسلامی زہر داخل ہونا شروع ہو گیا تھا۔

جس روز سلطان ایوبی نے دو جاسوسوں کو ہدایات دیں اور زاہدان سے کہا کہ وہ کرک میں جاسوسوں کے ذریعہ مسلمانوں کو صحیح خبریں پہنچائے' اس سے بیس روز بعد کرک میں ایک پاگل اور مجذوب اچانک کہیں سے نمودار ہوا۔ اس نے ہاتھ میں لکڑی کی بنی ہوئی گز بھر لمبی صلیب اٹھا رکھی تھی جسے وہ اوپر کر کے چلتا تھا۔

''مسلمانوں کی تباہی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ شوبک میں مسلمان اپنی بیٹیوں کی عصمت دری کر رہے ہیں۔ مصر میں مسلمانوں نے شراب پینا شروع کر دی ہے۔ خدائے یسوع مسیح نے کہا ہے کہ اب یہ قوم روئے زمین پر زندہ نہیں رہ سکتی۔ مسلمانو! نوح کے دوسرے طوفان سے بچنا چاہتے ہو تو صلیب کے سائے میں آ جاؤ۔ اگر صلیب پسند نہیں تو خدائے یہودہ کے آگے سجدہ کرو۔ مسجدوں میں تمہارے سجدے بیکار ہیں۔''

لباس اور شکل وصورت سے وہ اچھا بھلا لگتا تھا لیکن باتوں اور انداز سے پگلا معلوم ہوتا تھا۔ اس کی داڑھی بھی تھی۔ لمبا چغہ پہن رکھا تھا۔ سر پر پگڑی اور اس پر رومال ڈالا ہوا تھا جو کاندھوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے چہرے اور کپڑوں پر گرد تھی جس سے پتا چلتا تھا کہ وہ سفر سے آیا ہے۔ اس کے پاؤں گرد آلود تھے اسے کوئی روکتا اور بات کرتا تو وہ رک تو جاتا تھا لیکن کوئی جواب نہیں دیتا تھا۔ کوئی بات جیسے سنتا سمجھتا ہی نا تھا۔ سوال کوئی بھی پوچھو وہ اپنا اعلان دوہرانے لگتا تھا۔ ''مسلمانوں کی تباہی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ.....'' کسی نے بھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ عیسائی اس لئے خوش تھے کہ اس نے ہاتھ میں صلیب اٹھا رکھی تھی اور خدائے یسوع مسیح کا نام لیتا تھا۔ یہودی اس لئے خوش تھے کہ وہ خدائے یہودہ کا نام لیتا تھا اور دونوں کی یہ خوشی مشترک تھی کہ وہ مسلمانوں کی تباہی کی خوشخبری سنا رہا تھا۔ صلیبی فوج کے چند ایک سپاہیوں نے اس کی للکار سنی تو انہوں نے قہقہہ لگایا۔ شہری انتظامیہ کی فوج (جو بعد میں پولیس کہلائی) نے اسے دیکھا تو پاگل کہہ کر نظر انداز کر دیا۔ مسلمانوں میں اتنی جرات نہیں تھی کہ اس کا منہ بند کرتے۔ مسلمان اس کے منہ سے اپنی تباہی کا اعلان سن کر ڈر گئے تھے اور

انہیں غصہ بھی آیا تھا مگر وہ کچھ کر بھی تو نہیں سکتے تھے۔

یہ مجذوب شہر کی گلیوں اور بازاروں میں گھوم رہا تھا اور اس اعلان کو دوہراتا جارہا تھا۔ ''مسلمانو! صلیب کے سائے میں آجاؤ۔ تمہاری تباہی کا وقت آگیا ہے۔ مسجدوں میں تمہارے سجدے بیکار ہیں۔'' کہیں کہیں وہ یہ بھی کہتا تھا۔ ''کرک میں مسلمانوں کی فوج نہیں آئے گی۔ کیونکہ صلاح الدین ایوبی مر چکا ہے۔'' بعض اوقات وہ اوٹ پٹانگ اور بے معنی فقرے بولتا تھا جو ثابت کرتے تھے کہ وہ پاگل ہے۔ بچے اس کے پیچھے پیچھے چلے جارہے تھے۔ بڑے عمر کے آدمی بھی کچھ دور تک اس کے پیچھے چلتے اور رک جاتے تھے۔ وہاں سے چند اور آدمی اس کے پیچھے چل پڑتے تھے۔ مسلمان اسے غصے کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے بچوں کو اس کے پیچھے جانے سے روکتے تھے۔ صرف ایک مسلمان تھا جو اس پاگل کے پیچھے پیچھے جارہا تھا۔ وہ پاگل سے دس بارہ قدم دور تھا۔ یہ ایک جواں سال مسلمان تھا۔ راستے میں دو عیسائی نوجوانوں نے اسے طعنے دیئے۔ ایک نے اس سے کہا۔

''عثمان بھائی! تم بھی صلیب کے سائے میں آجاؤ۔'' اس نے انہیں قہر بھری نظروں سے دیکھا اور چپ رہا۔ ان عیسائیوں کو معلوم نہیں تھا کہ عثمان کے پاس ایک خنجر ہے اور وہ اس پاگل کو قتل کرنے کیلئے اس کے پیچھے جارہا ہے۔

اس کا پورا نام عثمان صارم تھا۔ اس کے ماں باپ زندہ تھے' اس کی ایک چھوٹی بہن بھی تھی جس کا نام النور صارم تھا۔ اس لڑکی کی عمر بائیس تئیس سال تھی۔ عثمان اس سے تین چار سال بڑا تھا۔ وہ اسلام کے نام پر جان نثار کردینے والا جوشیلا نوجوان تھا۔ صلیبی حکومت کی نظر میں وہ مشتبہ بھی تھا۔ کیونکہ وہ مسلمان نوجوانوں کو صلیبی حکومت کے خلاف زمین دوز کارروائیوں کے لئے تیار کرتا تھا لیکن وہ ابھی کوئی جرم کرتے ہوئے پکڑا نہیں گیا تھا۔ اس نے جب اس پاگل کی آواز سنی تو باہر نکل آیا۔ پاگل اتنی بڑی صلیب بلند کئے مسلمانوں کے خلاف بلند آواز میں واہی تباہی بکتا چلا جارہا تھا۔ عثمان صارم نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ پاگل ہے۔ اس نے بس صلیب دیکھی اور پاگل کے الفاظ سنے تو اس پر دیوانگی طاری ہوگئی۔ اپنے گھر جاکر اس نے خنجر لیا اور کرتے کے اندر ناف میں ٹھونس کر پاگل کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ وہ اسے ایسی جگہ قتل کرنا چاہتا تھا جہاں اسے کوئی پکڑ نہ سکے۔ وہ صلیبیوں کے خلاف مزید کارروائیوں کے لئے زندہ رہنا چاہتا تھا۔ وہ پاگل سے دس بارہ قدم پیچھے چلتا رہا اور اس کا اعلان سنتا گیا۔ جب دو عیسائیوں نے اسے طعنے دیئے اور ایک نے کہا کہ

عثمان تم بھی صلیب کے سائے میں آجاؤ تو اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا' اس کے دل میں قتل کا ارادہ اور زیادہ پختہ ہو گیا۔

پاگل کے پیچھے اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں اور بچوں کا جلوس جمع ہو گیا تھا۔ قتل کا یہ موقع اچھا نہیں تھا۔ دن گزرتا گیا اور پاگل کی آواز دھیمی پڑتی گئی۔ اس کے پیچھے چلنے والے کم ہوتے گئے۔ سورج غروب ہونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی' ایک مسجد آ گئی۔ پاگل مسجد کے دروازے میں بیٹھ گیا اور اس نے صلیب اوپر کر کے کہا۔

''اب یہ گرجا ہے' مسجد نہیں۔'' اس وقت عثمان صارم اس کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اسے اچھی طرح احساس تھا کہ بے شک یہ پاگل ہے لیکن اس کے قتل کی سزا بھی موت ہو گی کیونکہ اس نے صلیب اٹھا رکھی ہے اور یہ مسلمانوں کے خلاف نعرے لگا رہا ہے۔ عثمان صارم نے پاگل کے قریب ہو کر دھیمی آواز میں کہا۔

''یہاں سے فوراً اٹھو اور اپنی صلیب کے ساتھ غائب ہو جاؤ ورنہ صلیبی یہاں سے تمہاری لاش اٹھائیں گے۔''

پاگل نے اسے نظر بھر کر دیکھا۔ اس کے سامنے بہت سے بچے کھڑے تھے۔ اس نے عثمان صارم کی دھمکی کا جواب دیئے بغیر بچوں کو ڈانٹ کر بھاگ جانے کو کہا۔ بچے ڈر کر بھاگ گئے تو پاگل مسجد کے اندر چلا گیا۔ عثمان صارم کے لئے یہ موقع بہت اچھا تھا۔ اس نے کچھ سوچے بغیر چوکڑی بھری' دروازے کے اندر گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ پھر اس نے بہت تیزی سے خنجر نکالا مگر وار کرنے لگا تو پاگل نے گھوم کر دیکھا۔ عثمان کے خنجر کا وار اپنی طرف آتے دیکھ کر اس نے صلیب آگے کر کے وار صلیب پر روک لیا اور کہا۔ ''رک جاؤ جوان! اندر چلو۔ میں مسلمان ہوں۔''

عثمان صارم نے دوسرا وار نہیں کیا۔ پاگل جوتے اُتار کر مسجد کے اندرونی کمرے میں چلا گیا۔ اس نے صلیب اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اندر جا کر اس نے عثمان صارم سے نام پوچھا اور کہا۔ ''میں مسلمان ہوں۔ میری باتیں غور سے سن لو۔ مجھے بتاؤ کہ تم کب سے میرے پیچھے آ رہے ہو؟''

''میں سارا دن تمہارے پیچھے پھرتا رہا ہوں۔'' عثمان صارم نے جواب دیا۔ ''مگر قتل کا موقع نہیں ملا۔''

''تم مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟'' پاگل نے پوچھا۔

''کیونکہ میں اسلام اور صلاح الدین ایوبی کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا۔''

عثمان صارم نے جواب دیا۔ ''تم پاگل ہو یا نہیں مگر میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' پاگل نے اس سے کئی اور باتیں پوچھیں' آخر میں اس نے کہا۔

''مجھے تم جیسے ایک جوان کی ضرورت تھی۔ اچھا ہوا کہ تم خود ہی میرے پیچھے آ گئے۔ میرا خیال تھا کہ مجھے اپنے مطلب کا کوئی مسلمان بڑی مشکل سے ملے گا۔ میں صلاح الدین ایوبی کا بھیجا ہوا جاسوس ہوں۔ میں نے یہ ڈھونگ صلیبیوں کو دھوکا دینے کے لئے رچایا ہے۔ میں نے اسی بھیس میں سفر کیا ہے۔ مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ یادرکھو مسجد میں کوئی صلیبی آ گیا تو میں پھر وہی بکواس شروع کر دوں گا جو دن بھر کرتا رہا ہوں۔ تم غور سے سنتے رہنا جیسے تم مجھ سے متاثر ہو رہے ہو۔ میں بہت تیزی سے بولوں گا۔ نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ مسلمانوں میں صلیبیوں کے بھی جاسوس ہیں۔ میں نمازیوں کے آنے تک اپنی بات ختم کر لینا چاہتا ہوں۔''

عثمان صارم نے کبھی جاسوس نہیں دیکھا تھا اس لئے اسے معلوم نہ تھا کہ یہ غیر معمولی طور پر ذہین جاسوس ہے جس نے اس سے چند سوال پوچھ کر پہچان لیا ہے کہ یہ جوان قابلِ اعتماد ہے۔ جاسوس نے اس سے کہا۔

''اپنے جیسے چند ایک جوان اکٹھے کرو اور کچھ مسلمان لڑکیوں کو بھی تیار کرو۔ تمہیں ہر ایک مسلمان گھرانے میں یہ پیغام پہنچانا ہے کہ صلاح الدین ایوبی زندہ ہے اور اپنی فوجوں کے ساتھ یہاں سے صرف آدھے دن کی مسافت جتنا دور ہے۔ اس کی تمام فوج کرک پر حملہ کرنے کیلئے نا صرف تیار ہے بلکہ اس فوج نے صلیبی فوج کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ مصر میں حالات پُرسکون ہیں۔ وہاں صلیبیوں نے جو تخریب کاری کی تھی وہ جڑ سے اکھاڑ دی گئی ہے۔''

''صلاح الدین ایوبی کب حملہ کرے گا؟'' عثمان صارم نے پوچھا۔ ''ہم اس کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ تم باہر سے حملہ کرو گے تو ہم صلیبیوں پر اندر سے حملہ کر دیں گے۔ خدا کے لئے جلدی آ جاؤ۔''

''تحمل سے کام لو جوان۔'' جاسوس نے کہا۔ ''پہلے صلاح الدین ایوبی کا پیغام سن لو اور اسے ہر ایک نوجوان کے ذہن پر نقش کر دو۔ ایوبی نے کہا ہے کہ کرک کے مسلمان نوجوانوں سے کہنا کہ تم ملک اور مذہب کے پاسبان ہو۔ میں نے پہلی جنگ لڑکپن اور محاصرے میں لڑی تھی۔ فوج کی کمان میرے چچا کے پاس تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ محاصرے میں گھبرا نہ جانا۔ اگر تم اس عمر میں گھبرا گئے تو تمہاری ساری عمر گھبراہٹ اور خوف میں گزرے گی۔ اگر اسلام کے علمبردار بننا

چاہتے ہو تو آج ہی یہ علم اٹھالو اور دشمن کی دیواریں توڑ کر نکل جاؤ۔ پھر گھوم کر آؤ اور دشمن پر جھپٹ پڑو۔ میں گھبرایا نہیں۔ تین مہینوں کے محاصرے نے ہمیں فاقہ کشی بھی کروائی لیکن ہم محاصرہ توڑ کر نکل آئے اور ہم نے جس خوراک سے پیٹ بھرے وہ دشمن کی رسد سے چھینی ہوئی خوراک تھی۔ ہمارے جو گھوڑے محاصرے میں بھوک سے مر گئے تھے ہم نے ان کی کمی دشمن کے گھوڑوں سے پوری کی۔ صلاح الدین ایوبی نے کہا ہے کہ میری قوم کے بیٹوں سے کہنا کہ تم پر دشمن نے پیار کے ہتھیار سے حملہ کیا ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا کہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کا دوست نہیں ہو سکتا۔ صلیبی میدانِ جنگ میں ٹھہر نہیں سکے۔ ان کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس لئے وہ اب مسلمانوں کی اُبھرتی ہوئی نسل کے ذہن سے قومیت اور مذہب نکالنے کے جتن کر رہے ہیں۔ انہوں نے جو ہتھیار استعمال کیا ہے وہ بڑا ہی خطرناک ہے۔ یہ ہے ذہنی عیاشی' کا بلی اور کوتاہی۔ تم میں یہ تینوں خرابیاں پیدا کرنے کیلئے عیسائی اور یہودی ایک ہو گئے ہیں۔ یہودی اپنی لڑکیوں کے ذریعے تم میں حیوانی جذبہ بھڑکا کر تمہیں نشے کا عادی بنا رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ حیوانی جذبے اور نشے سے تمہاری عاقبت خراب ہو گی اور موت کے بعد تم جہنم میں جاؤ گے۔ بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کردار کی یہ خرابیاں تمہارے لئے اس دنیا کو ہی جہنم بنا دیں گی۔ تم جسے جنت کی لذت سمجھتے ہو وہ جہنم کا عذاب ہے۔ تم صلیبیوں کے غلام ہو جاؤ گے، جو تمہاری بہنوں کو بے آبرو کرتے پھریں گے۔ تمہارے قرآن کے ورق گلیوں میں اڑیں گے اور تمہاری مسجدیں اصطبل بن جائیں گی۔

صلاح الدین ایوبی نے کہا ہے کہ باوقار قوم کی طرح زندہ رہنا چاہتے ہو تو اپنی روایات کو نہ بھولو۔ صلیبی ایک طرف تم پر تشدد کر رہے ہیں اور دوسری طرف تمہیں دولت اور گھوڑا گاڑیوں کا لالچ دے رہے ہیں۔ مسلمان ان عیاشیوں کا قائل نہیں ہوتا۔ تمہاری دولت' تمہارا کردار اور ایمان ہے۔ یہ صلیبیوں کی شکست کا ثبوت ہے کہ وہ تمہاری تلوار سے خوفزدہ ہو کر اتنے اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آئے ہیں کہ اپنی بیٹیوں کو بے حیا بنا کر تمہیں اپنا غلام بنانے کے جتن کر رہے ہیں۔ میری قوم کے بیٹو! اپنے کردار کو محفوظ رکھو۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھو۔ ظالم حکمران دراصل کمزور ہوتا ہے۔ وہ اپنے مخالفین میں سے کسی کو ظلم و تشدد سے زیر کرنے کی کوشش کرتا ہے تو کسی کو دولت کا لالچ دے کر۔ تم ظلم و تشدد سے نہ ڈرو اور کسی لالچ میں بھی نہ آؤ۔ تم قوم کا مستقبل ہو۔ ہم قوم کا ماضی ہیں۔ دشمن تمہارے ذہنوں سے تمہارا درخشندہ ماضی نکال کر اس میں اپنے نظریات اور مفادات کی سیاہی بھرنے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ اسلام کا مستقبل تاریک ہو جائے۔ اپنی اہمیت پہچانو۔ دشمن تمہیں

صرف اس لئے اپنے تابع کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ وہ تم سے خائف ہے۔ اپنی نظر آج پر نہیں کل پر رکھو کیونکہ تمہارے دشمن کی نظر تمہارے مذہب کے کل پر ہے۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ کفار تمہارا کیا حال کر رہے ہیں۔ اگر تم ذہنی عیاشی میں پڑ گئے تو تمام تر ملتِ اسلامیہ کا یہی حشر ہوگا۔'' جاسوس نے سلطان ایوبی کا پیغام بہت تیزی سے عثمان صارم کو سنا دیا اور اسے عمل کے طریقے بتانے لگا۔ اس نے کہا۔

''سالارِ اعظم نے خاص طور پر کہا ہے کہ اپنے اوپر جوش اور جذبات کا غلبہ طاری نہ کرنا۔ عقل پر جذبات کو غالب نہ آنے دینا۔ اشتعال سے بچنا۔ اپنے آپ پر قابو رکھنا۔ احتیاط لازمی ہے۔ جاسوس نے اسے بتایا کہ وہ اور اس کا ایک ساتھی کسی نہ کسی روپ میں اس سے ملتے رہیں گے اور یہ رابطہ قائم رہے گا۔ فوری طور پر ضرورت یہ ہے کہ مسلمان اپنے گھروں میں چوری چھپے کمانیں، تیر اور برچھیاں بنائیں اور گھروں میں چھپا کر رکھیں۔ عورتوں کو گھروں کے اندر رہ کر خنجر اور برچھی مارنے اور وار سے بچنے کے طریقے سکھائیں۔ یہودی لڑکیوں کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ ان کے ساتھ ایسی کوئی بات نہ کریں جس سے انہیں کوئی شک پیدا ہو۔ اپنے طور پر کوئی جنگی کارروائی نہ کریں۔ پہلے منظم ہو جائیں پھر قیادت بنائیں۔ ہر ایک فرد کا ذرا سا بھی عمل قائد کی نظر میں ہونا چاہئے اور کسی فرد کا کوئی اقدام قائد کی اجازت کے بغیر نہ ہو۔''

سورج غروب ہونے لگا تھا۔ مسجد کا پیش امام آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی جاسوس نے صلیب اٹھائی اور دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔ باہر سے پھر وہی اعلان سنائی دینے لگا۔ ''مسلمانو! صلیب کے سائے میں آ جاؤ۔ تمہارا اسلام مر گیا ہے۔'' امام نے عثمان صارم کو قہر بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ یہاں کیا کر رہا تھا اور تم نے اسے اندر کیوں بٹھا رکھا تھا؟ اسے ہلاک کیوں نہ کر دیا؟ کیا تمہاری رگوں میں مسلمان باپ کا خون جم گیا ہے؟ میں اتنا بوڑھا نہ ہوتا تو یہاں سے اسے زندہ باہر نہ جانے دیتا۔''

''میں اس کے پیچھے اسی لئے آیا تھا کہ یہ یہاں سے زندہ نہ نکل سکے۔'' عثمان صارم نے کہا اور امام کو اپنا خنجر دکھا کر کہنے لگا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرا خنجر صلیب پر روک لیا تھا۔ یہ آدمی پاگل نہیں ہے۔ عیسائی اور یہودی بھی نہیں ہے۔ یہ مسلمان ہے اور صلاح الدین ایوبی کا پیغام لایا ہے۔'' اس نے بوڑھے امام کو سلطان ایوبی کا پیغام سنایا اور کہا۔ ''میں اس پیغام پر عمل کروں گا۔ آج

شام سے ہی بسم اللہ کروں گا لیکن ہمیں ایک امیر کی ضرورت ہے' کیا آپ ہماری قیادت کریں گے؟ یہ سوچ لیں کہ صلیبی حکومت کو خبر مل گئی تو سب سے پہلے امیر کی گردن اڑائی جائے گی۔''

''کیا مسجد میں کھڑے ہو کر میں یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہوں کہ میں قوم سے الگ رہوں گا؟'' امام نے جواب دیا۔ ''لیکن یہ فیصلہ قوم کرے گی کہ میں امیر اور قائد بننے کے قابل ہوں یا نہیں۔ میں خدا کے گھر میں کھڑا ہو کر یہ عہد کرتا ہوں کہ میری دانش' میرا مال' میری اولاد اور میری جان اسلام کے تحفظ اور فروغ کے لئے اور صلیب کو روبہ زوال کرنے کے لئے وقف ہو گئی ہے..... میرے عزیز بیٹے! صلاح الدین ایوبی کے پیغام کا ایک ایک لفظ ذہن میں بٹھا لو۔ اس نے ٹھیک کہا ہے کہ نوجوان قوم مذہب کا مستقبل ہوتے ہیں۔ وہ اسے روشن بھی کر سکتے ہیں اور آوارہ ہو کر اسے تاریک بھی کر سکتے ہیں۔ جب کوئی نوجوان صلیبیوں اور یہودیوں کی بے حیائی کا دلدادہ ہو کر لڑکیوں کو بری نظر سے دیکھتا ہے تو وہ محسوس نہیں کرتا کہ اس کی اپنی بہن بھی اسی جیسے نوجوانوں کی بری نظر کا شکار ہو رہی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں قومیں تباہ ہوتی ہیں۔ میرے نوجوان بیٹے! خدا کے اس گھر میں عہد کرو کہ تم صلاح الدین ایوبی کے پیغام پر عمل کرو گے۔''

☆☆☆

عثمان صارم نے گھر جا کر اپنی بہن النور کو الگ بٹھا کر سلطان ایوبی کا پیغام سنایا اور کہا۔ ''النور! ہمارا مذہب اور ہمارا قومی وقار تم سے بہت بڑی قربانی مانگ رہا ہے۔ آج سے اپنے آپ کو پردہ نشین لڑکی سمجھنا چھوڑ دو۔ مسلمان لڑکیوں تک یہ پیغام پہنچا کر انہیں اس جہاد کے لئے تیار کرو۔ میں تمہیں خنجر، تیر کمان اور برچھی کا استعمال سکھا دوں گا۔ احتیاط یہ کرنی ہے کہ کسی کو بھی شک نہ ہو کہ ہم لوگ کیا کر رہے ہیں۔''

''میں ہر طرح کی قربانی کیلئے تیار ہوں۔'' النور نے کہا۔ ''میں اور میری تمام سہیلیاں تو پہلے ہی سوچ رہی ہیں کہ ہم اپنی آزادی اور اپنی قوم کے لئے کیا کر سکتی ہیں۔ ہم تو مردوں کے منہ کی طرف دیکھ رہی ہیں۔''

عثمان صارم نے اسے بتایا کہ صلاح الدین ایوبی اور اس کی فوج کے متعلق جتنی خبریں یہاں مشہور کی جاتی ہیں وہ سب جھوٹی ہوتی ہیں۔ تمام مسلمان گھرانوں میں جا کر عورتوں کو صحیح خبریں سناؤ۔ عثمان صارم نے اسے صحیح خبریں سنائیں اور یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں میں غدار اور صلیبیوں کے مخبر بھی ہیں۔ اس نے بہن کو ایسے تین چار گھرانے بتائے اور کہا کہ ان کی عورتوں کو ساتھ ملا لو اور

انہیں بتاؤ کہ ان کے آدمی غدار ہیں۔ انہیں یہ بھی کہو کہ عیسائی اور یہودی لڑکیوں کے پیار سے بچو۔ ان کا پیار محض دھوکا ہے۔

''کیا میں رینی کو یہاں آنے سے روک دوں؟'' النور نے پوچھا۔ ''وہ تو تمہارے ساتھ بھی بے تکلف ہوگئی ہے۔''

''میں اس سے کہہ دوں گا کہ وہ ہمارے گھر نہ آیا کرے۔'' عثمان صارم نے کہا۔ ''وہ بہت تیز اور ہوشیار لڑکی ہے۔''

رینی ایک نوجوان عیسائی لڑکی تھی۔ عثمان صارم کے گھر سے تھوڑی ہی دور اس کا گھر تھا۔ اس کا باپ شہری انتظامیہ کے کسی اونچے عہدے پر فائز تھا۔ لڑکی کا پورا نام رینی الیگزینڈر تھا۔ وہ النور کی سہیلی بنی ہوئی تھی۔ عثمان صارم کے ساتھ اس نے گہرے مراسم پیدا کر لئے تھے۔ اسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتی تھی۔ عثمان صارم ابھی اس کے قریب نہیں ہوا تھا۔ یہ وجیہہ جوان سمجھتا تھا کہ یہ عیسائی لڑکی یہاں جاسوسی کرنے آتی ہے۔ اس نے رینی کو کبھی ناپسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا بلکہ اس کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کر لیتا تھا تاکہ اسے شک نہ ہو۔ اب جب اسے یہ ضرورت پیش آئی کہ رینی اس کے گھر نہ آیا کرے تب بھی رینی سے یہ کہنا اس کے لئے مشکل ہوگیا کہ اب ہمارے گھر نہ آیا کرو مگر اسے روکنا بھی ضروری تھا کیونکہ وہ گھر میں اپنی بہن کو جنگی ٹریننگ دینا چاہتا تھا اور اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کے گھر میں اب کیا کیا راز آئیں گے۔ اس نے بہت سوچ سمجھ کر یہ طریقہ پسند کیا کہ النور سے کہہ دیا کہ رینی جب کبھی آئے تم یہ کہہ کر باہر چلی جایا کرو کہ کسی سہیلی کے گھر جا رہی ہو۔ اس طرح اسے ٹالتی رہو۔ وہ خود ہی آنا چھوڑ دے گی۔

☆☆☆

کرک شہر کے لوگ اس پاگل کی باتیں کر رہے تھے جو مسلمانوں کی تباہی کی پیشین گوئی کرتا پھر رہا تھا۔ غیر مسلموں کو وہ بہت ہی اچھا لگتا تھا۔ سب اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے لیکن وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ سرکاری طور پر بھی اسے تلاش کیا جا رہا تھا کیونکہ مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے اور ان کا جذبہ سرد کرنے کے لئے اس پاگل کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں چلا گیا ہے۔ وہ اسی رات کہیں لاپتا ہوگیا تھا۔ دس بارہ روز اس کی تلاش ہوتی رہی۔ صلیبی حکام نے شہر کے باہر بھی گھوڑسوار دوڑا دیئے۔ انہیں توقع تھی کہ وہ اس شہر سے کہیں دوسرے شہر جا رہا ہوگا مگر وہ کسی کو نہ ملا اور دس بارہ دن گزر گئے۔

ان دس بارہ دنوں میں عثمان صارم نے النور اور اس کی تین سہیلیوں کو ہتھیاروں کا استعمال سکھا دیا۔ اس نے انہیں بڑی محنت سے تیغ زنی سکھائی۔ اس کے علاوہ اس نے مسلمان نوجوانوں کو درپردہ سلطان ایوبی کا پیغام سنا کر زمین دوز محاذ پر جمع کر لیا۔ ان نوجوانوں نے ان مسلمان کاریگروں کو بھی تیار کر لیا جو برچھیاں اور تیر کمان وغیرہ بناتے تھے۔ یہ سب صلیبیوں کے ملازم تھے۔ وہ اپنے لئے کوئی ہتھیار نہیں بنا سکتے تھے' مسلمانوں کو کوئی ہتھیار رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان کاریگروں نے گھروں میں چوری چھپے ہتھیار بنانے شروع کر دیئے۔ یہ بہت خطرناک کام تھا۔ پکڑے جانے کی صورت میں صرف سزائے موت ہی نہیں تھی بلکہ مرنے سے پہلے صلیبی درندوں کی بھیانک اذیتیں تھیں۔ وہاں کوئی مسلمان کسی معمولی سے جرم میں یا محض شک میں بھی پکڑا جاتا تو اس سے پوچھا جاتا تھا کہ مسلمان گھرانوں کے اندر کیا ہو رہا ہے اور جاسوس کہاں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کے جسم کو روئی کی طرح دھننا شروع کر دیتے تھے۔

کاریگر جو ہتھیار بناتے تھے۔ وہ عثمان صارم جیسے نوجوان رات کو مختلف گھروں میں چھپا دیتے تھے۔ دن کے وقت لڑکیاں برقع نما لبادوں میں خنجر اور تیر کمان چھپا کر مسلمانوں کے گھروں میں لے جاتی تھیں مگر ہتھیار بنانے اور گھروں میں پہنچانے کی رفتار بہت سست تھی۔

ادھر سلطان ایوبی کو ایک جاسوس نے اطلاع دے دی کہ کرک اور مضافات کے مسلمانوں تک اس کا پیغام پہنچ گیا ہے اور وہاں کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے زمین دوز محاذ بنا لیا ہے۔ یہ اطلاع لانے والا بھی ایک ذہین اور نڈر جاسوس تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ جاسوس جس نے سلطان ایوبی کا پیغام عثمان صارم تک پہنچایا تھا پاگل کے بہروپ میں کامیاب رہا ہے۔ سلطان ایوبی اس اطلاع پر بہت خوش تھا۔ اس نے کہا۔ ''جس قوم کے نوجوان بیدار ہو جائیں اسے کوئی بھی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔''

''اس کامیابی نے میرا حوصلہ بڑھا دیا ہے۔'' شعبۂ جاسوسی کے نائب زاہدان نے کہا۔ ''اگر آپ اجازت دیں تو میں مقبوضہ علاقے کے نوجوانوں کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے اتنا بھڑکا سکتا ہوں کہ وہ شعلہ بن کر کرک اور یروشلم کو آگ لگا دیں گے۔''

''اور اس آگ میں وہ خود بھی جل مریں گے۔'' سلطان ایوبی نے کہا۔ ''میں نوجوانوں کو شعلہ نہیں بنانا چاہتا۔ میں ان کے سینوں میں ایمان کی چنگاری سلگانا چاہتا ہوں۔ نوجوانوں کو بھڑکانا کوئی مشکل کام نہیں۔ ان میں سے کوئی اشرفی کی چمک اور لالچ سے تمہارے ہاتھ میں کھیلنے

لگے گا مگر زیادہ تعداد اُن کی ہے جو جذباتی الفاظ اور جوشیلے نعروں سے بھڑک اٹھتے ہیں۔ پھر تم ان سے جو کچھ کرانا چاہتے ہو کرالو گے۔ تم انہیں آپس میں بھی لڑا سکتے ہو۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ جاہل اور گنوار ہیں اور ان کا اپنا دماغ نہیں ہے۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے کہ خون کا جوش کچھ کر گزرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اس عمر میں ذہن عیاشی کی طرف بھی مائل ہوتا ہے اور عملِ صالح کی طرف بھی۔ تم نوجوان ذہن کو جو بھی تحریک اور اشتعال دے دو وہ اسی کا اثر قبول کر لے گا۔ تمہارے دشمن ہماری قوم کے ابھرتے ہوئے ذہن میں عیاشی اور جنسی لذت کے جراثیم ڈال رہے ہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اسے جہاد کی طرف مائل کر کے دشمن کے خلاف استعمال نہ کر سکیں۔ تم یہ کوشش کرو کہ نوجوان بھڑکیں نہیں بلکہ سرد رہیں اور سوچیں۔ رسولِ مقبول ﷺ کی اس حدیث کو سمجھیں کہ اپنے آپ کو جانو، اپنے دشمن کو پہچانو۔ ان کی سوچیں بدل دو۔ ان میں قومیت کا احساس پیدا کر دو۔ یہ نوجوان قوم کا بڑا قیمتی سرمایہ ہیں۔ انہیں بھڑکا کر جلنے سے بچاؤ۔ انہیں مروانا دانشمندی نہیں۔ دانائی تو یہ ہے کہ ان کے ہاتھوں دشمن کو مرواؤ لیکن دشمن کا تصور واضح کر دو۔ کوئی مسلمان مجھے برا بھلا کہے تو وہ نہ اسلام کا دشمن ہے نہ غدار۔ وہ میرا دشمن ہے۔ میں اسے اس قانون کا سہارا لے کر سزا نہیں دوں گا جو اسلام اور سلطنتِ اسلامیہ کے تحفظ کے لئے بنایا گیا ہے۔ ملت کا قانون ملت کے امیر کے ذاتی استعمال کے لئے نہیں ہوتا۔ غداری کی سزا اسے دی جاتی ہے جو ملک اور قوم کی جڑیں کاٹے اور دین کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کرے۔ خواہ حکمران خود ہی اس کا مجرم ہو وہ غدار ہے اور سزا کا مستحق۔''

''اس صورت میں جبکہ وہاں نوجوان تیار ہو گئے ہیں ہم انہیں کس طرح استعمال کریں؟'' زاہدان نے پوچھا۔

''انہیں جوش میں نہ آنے دو۔'' سلطان ایوبی نے جواب دیا۔ ''ان کی سوچیں بیدار کرو۔ وہاں کے حالات کے مطابق وہ خود فیصلہ کریں کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ وہ جذبات کے غلبے کے تحت نہ سوچیں۔ وہاں اور زیادہ ذہن جاسوس بھیجو اور یہ یاد رکھو زاہدان کہ دشمن ہمیں نہیں ہمارے نوجوان بچوں کا کردار بگاڑنے کوشش کر رہا ہے یا ہمارے اُن حاکموں کا جن کے ذہن بچوں کی طرح خام ہیں۔ تم کسی بھی قوم کو جنگ کے بغیر شکست دینا چاہو تو اس کے نوجوانوں کو ذہنی عیاشی میں ڈال دو۔ وہ قوم اس حد تک تمہاری غلام ہو جائے گی کہ اپنی مستورات تک کو تمہارے حوالے کر کے اس پر فخر کرے گی۔ صلیبی اور یہودی ہماری قوم کو اسی سطح پر لانے کی کوشش کر رہے

ہیں۔'' سلطان ایوبی کو جیسے اچانک کچھ یاد آ گیا۔ اس نے زاہدان سے کہا۔ ''میں نے کسی سے کہا تھا کہ کرک کے ان مسلمانوں تک جو ہتھیار بنا رہے ہیں آتش گیر مادہ پہنچا دو یا انہیں بتا دو کہ یہ کس طرح بنتا اور استعمال ہوتا ہے۔''

''وہ انہیں بتا دیا گیا ہے۔'' زاہدان نے جواب دیا۔ ''اطلاع ملی ہے کہ مسلمانوں نے یہ مادہ تیار کرنا بھی شروع کر دیا ہے۔''

☆☆☆

کرک میں ایسے حالات فوراً ہی پیدا ہو گئے جن میں وہاں کے نوجوانوں کو خود سوچنا اور عمل کرنا پڑا۔ مقبوضہ علاقوں میں صلیبیوں نے قافلے لوٹنے کا بھی سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ مگر قافلے اتنے عام نہیں تھے، تاجر اور دیگر سفر کرنے والے اکٹھے رہتے تھے۔ ان کی تعداد ڈیڑھ دو سو ہو جاتی تو قافلے کی صورت میں چلتے تھے۔ یہ ایک حفاظتی اقدام ہوتا تھا۔ قافلے کے ساتھ لڑنے والے مسلح افراد بھی ہوتے تھے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کی افراط ہوتی تھی۔ تاجروں کے پاس بے شمار مال اور دولت ہوتی تھی۔ قافلے میں چند ایک کنبے بھی ہوتے تھے۔ یہ لوگ نقلِ مکانی کرتے تھے۔ صلیبی سے آئے ہوئے مسلمان اکثر وہاں سے ہجرت کر کے مسلمانوں کی حکمرانی کے علاقوں میں جاتے رہتے تھے۔ اتنے بڑے قافلے کو چند ایک ڈاکو نہیں لوٹ سکتے تھے۔ قافلے والے مقابلہ کرتے تھے۔ صلیبیوں نے یہ کام اپنی فوج کے سپرد کر دیا تھا۔ انہیں اگر کسی قافلے کی اطلاع مل جاتی تو اپنی فوج کے ایک دو دستوں کو صحرائی لوگوں کے بھیس میں بھیج کر اسے لوٹ لیتے تھے۔ قافلوں میں صرف مسلمان ہوتے تھے۔ یہ جرم ان صلیبی بادشاہوں نے بھی کرایا اور لوٹے ہوئے مال سے حصہ وصول کیا جنہیں آج تاریخ میں صلیبی جنگوں کا ہیرو بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔

اس جرم میں مسلمان امراء بھی شامل تھے۔ وہ چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستوں کے حکمران تھے۔ ان کے پاس فوج بھی تھی۔ لٹے ہوئے قافلوں کے دو چار آدمی فریاد لے کر ان حکمرانوں کے دربار میں جاتے تھے تو ان کی سنوائی نہیں ہوتی تھی کیونکہ ان حکمرانوں کو بھی صلیبی لڑکیوں، شراب اور تھوڑے سے سونے کی صورت میں حصہ دے دیا کرتے تھے۔

اگر یہ حکمران چاہتے تو صلیبی ڈاکوؤں کا قلع قمع کر سکتے تھے مگر انہوں نے صلیبی ڈاکوؤں کو ایسی کھلی چھوٹ دے رکھی تھی کہ یہ ڈاکو ان کی ریاستوں کے اندر آ کر بھی لوٹ مار کر جاتے تھے۔ صلیبیوں نے انہیں اندھا کر کے یہ فائدہ اٹھایا کہ ان کی ریاستوں کے سرحدی علاقے ہڑپ کرتے

چلے گئے۔ انہوں نے بعض چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو مسلسل ڈاکوؤں سے پریشان کر کے جزیہ بھی وصول کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح سلطنتِ اسلامیہ سکڑتی چلی جا رہی تھی۔ نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی ان مسلمان ریاستوں پر بھی قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ ان حکمرانوں کو وہ صلیبیوں سے زیادہ خطرناک سمجھتے تھے۔ ایک بار نورالدین زنگی نے صلاح الدین ایوبی کو ایک پیغام بھیجا تھا جس میں کئی اور باتوں کے علاوہ ان چھوٹے چھوٹے مسلمان حکمرانوں کے متعلق لکھا تھا۔

''ان مسلمان حکمرانوں نے عیش و عشرت کے لئے اپنی ریاستیں صلیبیوں کے پاس گروی رکھ دی ہیں۔ وہ کفار سے تحفے' زر و جواہرات اور اغوا کی ہوئی مسلمان لڑکیاں لے کر اسلام کا نام ڈبوتے جا رہے ہیں۔ یہ مسلمان کفار سے زیادہ ناپاک اور خطرناک ہیں۔ وہ بادشاہی کے نشے میں بدمست ہیں اور صلیبی ان کی جڑوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ صلیبیوں کو شکست دینے سے پہلے ضروری ہو گیا ہے کہ ان مسلمان ریاستوں پر قبضہ کر کے انہیں سلطنتِ اسلامیہ میں مدغم کیا جائے اور خلافتِ بغداد کے تحت لایا جائے۔ اس کے بغیر اسلام کا تحفظ ممکن نہیں ہے۔''

ان خطروں کے باوجود کبھی کبھی کوئی بہت بڑا قافلہ صحرا میں جاتا نظر آ جاتا تھا۔ کرک سے چند میل دور سے ایک قافلہ گزر رہا تھا۔ اس میں ایک سو سے زیادہ اونٹ تھے۔ بہت سے گھوڑ بھی تھے۔ قافلے میں تاجروں کا مال اور چند ایک کنبے تھے۔ ایک کنبہ ایسا بھی تھا جس میں دو لڑکیاں تھیں۔ یہ بہنیں تھیں۔ قافلہ حسبِ معمول مسلمانوں کا تھا۔ کرک کے علاقے سے قافلہ گزر رہا تھا تو صلیبیوں کو پتا چل گیا۔ انہوں نے اپنی فوج کا ایک دستہ بھیج دیا جس نے دن دہاڑے قافلے پر حملہ کر دیا۔ قافلے کے گھوڑ سواروں نے مقابلہ تو بہت کیا مگر صلیبیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ وہاں کی ریت خون سے لال ہو گئی۔ صلیبیوں نے بچوں تک کو کاٹ ڈالا۔ پندرہ سولہ جواں سالہ مسلمان رہ گئے۔ انہیں قیدی بنا لیا گیا۔ دونوں لڑکیوں کو پکڑ لیا گیا۔ پھر وہ اونٹوں اور گھوڑوں کو مال و اسباب سمیت کرک لے گئے۔

یہ قافلہ جب کرک میں داخل ہوا تو آگے آگے قیدی تھے۔ ان کے پیچھے گھوڑوں پر دو لڑکیاں سوار تھیں جن کا لباس بتاتا تھا کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان کے پیچھے صلیبی تھے جن کے چہروں پر نقاب تھے اور ان کے پیچھے مال و اسباب سے لدے ہوئے اونٹوں کی قطار تھی۔ لڑکیاں رو رہی تھیں۔ کرک کے شہری تماشا دیکھنے کیلئے باہر نکل آئے۔ وہ تالیاں پیٹتے اور قہقہے لگاتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ لٹا ہوا یہ قافلہ مسلمانوں کا ہے اور قیدی بھی مسلمان ہیں۔ ان قیدیوں میں ایک جواں سال

قیدی آفاق نام کا تھا۔ دونوں مغویہ لڑکیاں اس کی بہنیں تھیں۔ آفاق زخمی تھا۔ اس کی پیشانی اور کندھے سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ لٹے ہوئے قافلے کے آگے آگے شہر میں داخل ہوا تو تماشائیوں کو دیکھ کر اس نے بلند آواز سے کہا۔

''کرک کے مسلمانو! ہمارا تماشا دیکھ رہے ہو؟ ڈوب مرو۔ ان لڑکیوں کو دیکھو، یہ میری نہیں تمہاری بہنیں ہیں۔ یہ مسلمان ہیں۔''

ایک صلیبی نے پیچھے سے اس کی گردن پر گھونسا مارا جس سے وہ منہ کے بل جا گرا۔ اس کے ہاتھ رسیوں سے پیٹھ کے پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ ایک قیدی نے اسے اٹھایا تو آفاق پھر چلایا۔ ''کرک کے مسلمانو! یہ تمہاری بیٹیاں ہیں۔'' اسے دو تین نقاب پوشوں نے پیٹنا شروع کر دیا۔ اس کی بہنیں چیخ چیخ کر رو رہی تھیں اور فریادیں کرتی تھیں۔

''خدا کے لئے ہمارے بھائی کو نہ مارو۔ ہمارے ساتھ جو سلوک کرنا چاہو کرلو مگر اسے نہ مارو۔'' ایک بہن چلا رہی تھی۔ ''آفاق خاموش ہو جاؤ۔ تم ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔'' مگر آفاق چپ نہیں ہو رہا تھا۔ تماشائیوں میں مسلمان بھی تھے جو اپنا خون پی رہے تھے کیونکہ وہ بے بس ان کی غیرت ان کی نظروں کے سامنے سے گزرتی جا رہی تھی اور وہ دیکھ رہے تھے۔ ان میں ن مسلمان بھی تھے اور ان میں عثمان صارم بھی تھا۔ اس نے اپنے نوجوان دوستوں کی طرف دیکھا' سب کی آنکھیں لال تھیں اور دل زور زور سے دھڑک رہے تھے۔

عثمان صارم تھوڑی دور تک اس قافلے کے ساتھ چلتا رہا۔ آگے ایک غریب سا موچی بیٹھا تھا جو لوگوں کے جوتے مرمت کیا کرتا تھا۔ اسے کسی مسلمان نے اپنے گھر کی ڈیوڑھی میں سونے کی جگہ دے رکھی تھی۔ دن بھر وہ باہر بیٹھا جوتے مرمت کرتا رہتا تھا۔ بدقسمت قافلہ اس کے سامنے سے گزرا تو اس نے بھی آفاق کی للکار اور لڑکیوں کی آہ وزاری سنی۔ آفاق کے چہرے کو خون سے لال دیکھا۔ اس پر صلیبیوں کا ظلم ہوتے دیکھا۔ لیکن اس طرح دیکھا جیسے اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا ہو۔ اس موچی کو نہ کبھی کسی نے مسجد میں جاتے دیکھا تھا نہ گرجے میں۔ وہ یہودیوں کی عبادت گاہ میں بھی کبھی نہیں گیا تھا۔ اس کی طرف وہی توجہ دیتا تھا جسے جوتا مرمت کرانا ہوتا تھا۔ اسے کبھی کسی نے بولتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ وہ خلق کا رانده ایسا انسان تھا جسے صلیبیوں کے ساتھ بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی اور مسلمانوں کے ساتھ بھی کوئی واسطہ نہیں تھا۔

عثمان صارم چلتے چلتے اس موچی کے قریب سے گزرنے لگا تو رک گیا۔ قیدی آگے نکل گئے

تھے۔اونٹ جا رہے تھے جب آخری اونٹ گزر گیا تو عثمان صارم نے دونوں جوتے اتار کر موچی کے آگے رکھ دیئے اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔موچی کسی کا جوتا مرمت کر رہا تھا۔اس نے عثمان صارم کو سر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں۔عثمان نے ادھر اُدھر دیکھ کر سرگوشی میں کہا۔

''ان لڑکیوں کو آج رات آزاد کرانا ہے۔''

''جانتے ہو یہ لڑکیاں رات کو کہاں ہوں گی؟''موچی نے سر اٹھائے بغیر اتنی دھیمی آواز میں پوچھا کہ عثمان صارم کے سوا کوئی اور نہیں سن سکتا تھا۔

''جانتا ہوں۔''عثمان صارم نے جواب دیا۔''صلیبی بادشاہوں کے پاس ہوں گی لیکن ہم میں سے کسی نے بھی وہ جگہ اندر سے نہیں دیکھی۔''

''میں نے دیکھی ہے۔''موچی نے اپنے کام میں مگن رہ کر کہا۔''وہاں سے لڑکیوں کو نکالنا ممکن نہیں ہے۔''

''تم کس مرض کی دوا ہو؟''عثمان صارم نے ایسے لہجے میں کہا جس میں جذبات کا لرزہ اور غصہ تھا۔کہنے لگا۔''ہماری رہنمائی کرو۔اگر ہم لڑکیوں تک پہنچ گئے اور پکڑے گئے تو لڑکیوں کی، گردنیں کاٹ دیں گے۔انہیں صلیبیوں کے پاس زندہ نہیں رہنے دیں گے۔''

''کتنے جوانوں کی قربانی دے سکتے ہو؟''موچی نے پوچھا۔

''جتنے جوان مانگو گے۔''

''کل رات۔''

''نہیں،آج رات۔''عثمان صارم نے دبدبے سے کہا۔''آج ہی رات برجیس! آج ہی رات۔''

''امام کے پاس پہنچو۔''موچی نے کہا۔

''کتنے جوان؟''

برجیس موچی نے سوچ کر کہا۔''آٹھ.....ہتھیار سن لو۔خنجر اور آتش گیر مادہ۔''

عثمان صارم نے اپنے جوتے پہنے اور چلا گیا۔

☆☆☆

سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔عثمان صارم نے راستے میں اپنے سات ہمجولیوں کو گھروں سے بلا کر انہیں امام کے گھر پہنچنے کو کہا اور خود بھی امام کے گھر چلا گیا۔یہ اُسی مسجد کا امام تھا جس میں

عثمان صارم کی ملاقات ''پاگل'' سے ہوئی تھی۔ عثمان نے ہی امام کو اپنی زمیں دوز جماعت کی امامت پیش کی تھی جسے جماعت کے ہر فرد نے قبول کرلیا تھا۔ یہ لوگ کسی نہ کسی کے گھر مل بیٹھتے اور لائحہ عمل تیار کرتے تھے۔ اب ان دو مغویہ لڑکیوں کا مسئلہ سامنے آگیا تو عثمان صارم نے ان کی رہائی کا ارادہ کرلیا جو دراصل خودکشی کا ارادہ تھا۔ وہ موچی کے کہنے کے مطابق امام کے گھر چلا گیا۔ امام بے چینی سے اپنی ڈیوڑھی میں ٹہل رہا تھا۔ عثمان صارم کو دیکھ کر رک گیا اور پوچھا۔

''عثمان! تم نے اس قیدی کی للکار سنی تھی؟ معلوم ہوتا ہے وہ لڑکیاں اس کی بہنیں تھیں۔''

''میں اسی للکار پر لبیک کہنے آیا ہوں محترم امام!'' عثمان صارم نے کہا۔ ''برجیس آرہا ہے اور میرے سات دوست بھی آرہے ہیں۔''

''تم کیا کرو گے؟'' امام نے پوچھا۔ ''تم کر ہی کیا سکو گے؟ میں جانتا ہوں کہ ہماری بے شمار لڑکیاں کافروں کے قبضے میں ہیں مگر ان دو لڑکیوں نے مجھے امتحان میں ڈال دیا ہے۔'' اس نے منہ اوپر کر کے گہری آہ بھری اور کہا۔ ''یا خدا، مجھے صرف ایک رات کے لئے جوان کر دے یا آج ہی رات میری جان لے لے۔ اگر میں زندہ رہا تو تمام عمر اُن لڑکیوں کی آہ وزاری مجھے سنائی دیتی رہے گی اور میں پاگل ہو جاؤں گا۔''

''ہمیں اپنی دانش کی روشنی دکھائیں۔'' عثمان صارم نے کہا۔ ''مجھے امید ہے کہ ہم آپ کو ایک رات سے زیادہ بے چین نہیں رہنے دیں گے۔'' تبھی عثمان صارم کے دو ساتھی اندر آگئے۔ امام نے انہیں بیٹھنے کو کہا اور تینوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

''آج یوں معلوم ہوتا ہے جیسے میری دانش جواب دے گئی ہے۔ مجھے اس طرح بے قابو نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن کوئی غیرت کو للکارے تو جذبے بھڑک اٹھتے ہیں جنہیں مطمئن کرنے کیلئے جوان ہونا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن میرے بچو! میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ میں اب برداشت کی قوت نہیں رہی۔ تم جو کچھ کرنے کا ارادہ کرو سنبھل کر کرنا۔''

ایک ایک کر کے سات نوجوان جمع ہو گئے اور ان کے فوراً بعد موچی آگیا۔ اس نے بوری اٹھا رکھی تھی جس میں پرانے جوتے اور اوزار تھے۔ اس نے بوری پھینک کر کمر سیدھی کی پھر ہنس پڑا۔ وہ جب سیدھا کھڑا ہوا تو کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ وہی موچی ہے جو دنیا کی گہما گہمی سے رشتہ توڑے ہوئے راستے میں بیٹھا جوتے مرمت کرتا رہتا ہے۔ اس وقت جب وہ امام کے گھر میں تھا اور دروازہ بند ہو چکا تھا تو وہ موچی نہیں برجیس تھا۔ علی بن سفیان کے محکمۂ جاسوسی کے ایک خفیہ

شعبے کا تجربہ کار اور نہایت عقل مند جاسوس.....اس نے امام سے کہا۔ ''یہ لڑکے آج ہی اُن دونوں لڑکیوں کو صلیبیوں کی قید سے آزاد کرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کام میں صرف پکڑے جانے یا ناکامی کا ہی خطرہ نہیں بلکہ یقینی موت کا بھی خطرہ ہے۔''

''ہم یہ خطرہ قبول کرتے ہیں محترم برجیس۔'' ایک نوجوان نے کہا۔ ''آپ اس فن کے اُستاد ہیں ہماری رہنمائی کریں۔''

''اگر عقل کی بات سنیں تو میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔'' برجیس نے کہا۔ ''صلیبیوں کے پاس بہت سی مسلمان لڑکیاں ہیں۔ ان میں سے بعض کو انہوں نے بچپن میں قافلوں اور گھروں سے اغوا کیا تھا پھر انہیں اپنی تعلیم و تربیت دے کر ہمارے خلاف جاسوسی اور کردار کشی کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔ تم لوگ ہر ایک لڑکی کو تو آزاد نہیں کروا سکتے۔ اگر تم سب میرے فن سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو میں کہوں گا کہ دو لڑکیوں کی خاطر تم جیسے آٹھ جوان قربان کر دینا عقل مندی نہیں۔ بردباری اور تحمل ضروری ہے۔''

''میں تحمل کو کس طرح قبول کر سکتا ہوں؟'' عثمان صارم نے بھڑک کر کہا۔

''میری طرح۔'' برجیس نے کہا۔ ''کیا میں پیشے کا موچی ہوں؟ میں جب مصر میں ہو۔ تو میری سواری کے لئے عربی گھوڑا تیار رہتا ہے اور میرے گھر میں دو ملازم ہیں مگر یہاں تین مہینہ سے میں راستے میں بیٹھا لوگوں کے غلیظ جوتے مرمت کرتا رہتا ہوں۔ میں تمہیں دو لڑکیوں کی آزادی کیلئے نہیں پورے کرک اور اس سے آگے کے بہت وسیع علاقے کو آزاد کرانے کیلئے زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ برداشت کرو اور انتظار کرو۔''

عثمان صارم اور اس کے ساتوں دوست برداشت کی حدوں سے نکل چکے تھے۔ ان کی باتوں سے پتا چلتا تھا کہ ان میں انتظار کی بھی ہمت نہیں رہی۔ وہ کسی کی راہنمائی کے بغیر ہی اس جگہ پر حملہ کرنے کو تیار تھے جہاں توقع تھی کہ لڑکیاں ہوں گی۔ انہوں نے امام کی بھی بات سننے سے انکار کر دیا۔ آخر برجیس نے انہیں بتایا کہ اس کے دو جاسوس اس جگہ معمولی ملازم ہیں جہاں صلیبی حکمران رات کو اکٹھے ہوتے اور شراب پیتے ہیں۔ وہ دونوں جاسوس عیسائیوں کے بھیس میں شوبک کی فتح کے بعد وہاں سے بھاگنے والے عیسائیوں کے ساتھ یہاں آ گئے۔ انہیں یہاں نوکری مل گئی تھی اور اب وہ کامیاب جاسوسی کر رہے ہیں۔

تم سب نے وہ عمارت دیکھی ہے جہاں وہ صلیبی حکمران جو ہماری فوج کے خلاف لڑنے

کے لئے برطانیہ، اٹلی، فرانس اور جرمنی وغیرہ سے آئے ہوئے ہیں، رہتے ہیں۔ اس عمارت میں ایک بڑا کمرہ ہے جہاں وہ شام کے بعد اکٹھے بیٹھ کر شراب پیتے اور ناچتے ہیں۔ ان کی تفریح کے لئے لڑکیاں موجود ہوتی ہیں۔ وہ آدھی رات تک وہاں اودھم مچاتے رہتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہے کہ وہ جگہ ذرا بلندی پر ہے جہاں سے پورا شہر نظر آتا ہے وہاں فوج کا پہرہ بھی ہوتا ہے۔ اس عمارت تک پہنچنا ممکن نہیں۔ کوئی عام آدمی بلکہ کوئی خاص شہری بھی اس عمارت کے قریب نہیں جاسکتا۔ میں یہ معلوم کرسکتا ہوں کہ یہ دو لڑکیاں، کہاں ہوں گی مگر ان تک رسائی کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ہماری فوج باہر سے ابھی حملہ کردے۔ صرف اسی صورت میں تمام حکمران اور فوجی حکام اس عمارت سے چلے جائیں گے اور حملہ روکنے میں لگ جائیں گے مگر آج رات حملہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صلاح الدین ایوبی کب حملہ کریں گے۔''

''ضرورت حملے کی ہے۔'' امام نے برجیس سے وضاحت چاہی۔ ''دوسرے لفظوں میں ضرورت یہ ہے کہ اس عمارت میں جو لوگ ہیں وہ وہاں سے چلے جائیں اور لڑکیاں وہیں رہ جائیں۔ اس صورت میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے یہ بچے اس عمارت میں داخل ہو کر لڑکیوں کو اٹھالائیں۔''

''جی ہاں۔'' برجیس نے اپنے تجربے کی بنا پر خود اعتمادی سے کہا۔ ''اگر شہر کے اندر کوئی بڑا شدید اور خطرناک قسم کا ہنگامہ ہو جائے کہیں آگ لگ جائے اور آگ جنگی ساز و سامان کو لگے تو شاید حکمران اور دیگر لوگ وہاں سے نکل کر موقعہ واردات پر چلے جائیں۔'' برجیس گہری سوچ میں کھو گیا۔ اس نے عثمان صارم اور اس کے ساتھیوں کو باری باری دیکھا اور کچھ دیر بعد کہا۔

''ہاں میرے مجاہدو! اگر ایک جگہ آگ لگا سکتے ہو تو لڑکیوں کی رہائی کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔''

''جلدی بتاؤ محترم!'' عثمان صارم نے بے صبری سے پوچھا۔ ''کہاں آگ لگانی ہے۔ کہو تو سارے شہر کو آگ لگا دیں۔''

''تم سب نے وہ جگہ دیکھی ہے جہاں صلیبیوں کی فوج کے گھوڑے بندھے رہتے ہیں۔'' برجیس نے کہا۔ ''وہاں اس وقت کم و بیش چھ سو گھوڑے ایک جگہ بندھے ہوئے ہیں۔ باقی مختلف جگہوں پر ہیں۔ ان کے قریب اتنی ہی تعداد اونٹوں کی بندھی ہوئی ہے ان سے ذرا دور گھوڑوں کے خشک گھاس کے پہاڑ کھڑے ہیں۔ اس سے تھوڑا ہٹ کر فوج کے خیموں کے ڈھیر پڑے ہیں۔

وہاں گھوڑا گاڑیاں بھی کھڑی ہیں اور ایسا بے شمار سامان پڑا ہے جسے فوراً آگ لگ سکتی ہے مگر اس کے اردگرد سنتری گھوم پھر رہے ہوتے ہیں۔ وہاں سے رات کے وقت کسی کو گزرنے کی اجازت نہیں ہے' اگر تم اس گھاس اور خیموں کے انبار کو آگ لگا سکو تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ صلیبی حکمران ساری دنیا کو بھول کر وہاں پہنچ جائیں گے۔ گھاس، کپڑے اور لکڑی کے شعلے آسمان تک پہنچ جائیں گے۔ سارے شہر پر خوف طاری ہو جائے گا۔ آگ لگانے کے ساتھ ہی اگر تم زیادہ سے زیادہ گھوڑوں کو کھول دو تو وہ دوڑ کر ایسا بھاگیں گے کہ لوگوں کو کچلتے پھریں گے مگر سوچنا یہ ہے کہ آگ کون لگائے گا۔ گھوڑے کون کھولے گا اور آگ لگانے کے لئے وہاں پہنچا کس طرح جائے گا؟''

''فرض کرلو آگ لگ گئی۔'' ایک نوجوان نے کہا۔ ''اور وہ عمارت بھی خالی ہوگئی تو ہمیں کیا کرنا ہوگا؟''

''میں ساتھ ہوں گا۔'' برجیس نے جواب دیا۔ ''اس عمارت میں تم میرے بغیر نہیں جاسکو گے۔ وہاں میرے دو ساتھی موجود ہیں، وہ مجھے بتا دیں گے کہ لڑکیاں کہاں ہیں مگر یہ سوچ لو کہ اگر ہم لڑکیوں کو اٹھا لائیں گے تو انہیں کہیں چھپانا بھی ہوگا اور اس کے بعد کرک کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑے گی۔ صلیبی یقین ہی نہیں کریں گے کہ یہ مسلمانوں کے سوا کسی اور کا کام ہوسکتا ہے۔''

''مسلمان پہلے کتنے آرام میں ہیں؟'' امام نے کہا۔ ''میں مشورہ دیتا ہوں کہ ہم یہ کام کر گزریں۔ صلیبیوں کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ مسلمان کتنا ہی مجبور اور بے بس کیوں نہ ہو، وہ غلام نہیں رہ سکتا اور اس کا وار جگر چاک کر دیا کرتا ہے۔''

برجیس تو تھا ہی کمانڈو قسم کا جاسوس۔ وہ کئی راز معلوم کر کے سلطان ایوبی تک پہنچا چکا تھا لیکن اسے اس قسم کی تخریب کاری کا کوئی موقع نہیں ملا تھا۔ وہ ایسی شدید کارروائی کو ضروری سمجھتا تھا تاکہ صلیبیوں کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان کیا کر سکتا ہے۔ اس نے عثمان صارم اور اس کے ساتھیوں کو سمجھانا شروع کر دیا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ اس سلسلے میں دو کڑیاں بہت نازک تھیں ایک یہ کہ آگ لگانے کے لئے تین چار لڑکیاں جائیں، وہ سنتری سے کسی اعلیٰ فوجی حاکم کا پتا پوچھیں اور سنتری کو مار ڈالیں۔ برجیس نے لڑکیوں کو بھیجنے کی اس لئے سوچی تھی کہ عورت خصوصاً نوجوان لڑکی جو تاثر پیدا کر سکتی ہے وہ کوئی مرد نہیں کر سکتا۔ مرد شک پیدا کر سکتا ہے' دوسرا خطرناک مرحلہ یہ آیا کہ کتنے نوجوان صلیبی حکمرانوں کی عمارت پر حملہ آور ہوں؟ برجیس اور امام نے متفقہ طور پر کہا کہ زیادہ

نہ ہوں یہی آٹھ ہوں تو بہتر ہے کیونکہ زیادہ ہجوم نظر آسکتا ہے اور کسی نہ کسی کے پکڑے جانے کا خطرہ زیادہ ہوگا۔

پھر یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ اتنی دلیر لڑکیاں کہاں سے ملیں گی۔ عثمان صارم نے کہا کہ ایک اس کی بہن النور ہوگی۔ ایک اور نوجوان نے کہا کہ دوسری اس کی بہن ہوگی۔ باقی چھ نوجوانوں میں سے کسی کی بہن نہیں تھی۔ امید ظاہر کی گئی کہ یہ دو لڑکیاں اپنی اپنی ایک سہیلی کو ساتھ لے لیں گی۔ برجیس نے ان لڑکیوں کو ان کا کام سمجھانے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی تھی۔

سورج غروب ہو گیا تھا۔ امام مسجد ایک طرف چلا گیا تو باقی سب ایک ایک کر کے باہر نکل آئے۔ سب سے آخر میں برجیس باہر نکلا۔ وہ پھر وہی موچی تھا جسے کچھ خبر نہیں تھی کہ اس کے اردگرد کیا ہو رہا ہے۔ وہ جھکا جھکا اس طرح مری ہوئی چال چلا جا رہا تھا جیسے ساری دنیا کے رنج و غم کا بوجھ اسی کے کندھوں پر پڑ گیا ہو۔

☆ ☆ ☆

عثمان صارم اپنے گھر سے ابھی کچھ دور ہی تھا کہ اسے رینی الیگزینڈر مل گئی۔ وہ عثمان کی بہن گہری سہیلی بنی ہوئی تھی۔ دونوں بہن بھائی چاہتے تھے کہ وہ ان کے گھر نہ آیا کرے لیکن عثمان صارم اسے اچانک گھر آنے سے روک کر کسی شک میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ رینی اس کے ساتھ بے تکلف ہونے کی کوشش کیا کرتی تھی جس سے عثمان کو یہ خیال بھی آتا تھا کہ وہ اس کا کردار خراب کر کے اس کا قومی جذبہ مارنا چاہتی ہے۔ اس شام رینی راستے میں مل گئی۔ اس نے اس کو مسکرا کر دیکھا اور رکنا نہ چاہا مگر رینی رک گئی اور اس کا راستہ روک لیا۔ عثمان صارم کو ایسا کوئی ڈر نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہے اور ایک عیسائی لڑکی کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرتے پکڑا گیا تو سزا پائے گا۔ وہ جانتا تھا کہ صلیبی اور یہودی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے کہ ان کی لڑکی ایک مشتبہ مسلمان نوجوان کو اپنا گرویدہ بنا رہی ہے۔ وہ بھی رک گیا اور بولا۔

''میں ذرا جلدی میں ہوں رینی۔''

''تمہیں کوئی جلدی نہیں عثمان۔'' رینی نے دوستانہ لہجے میں کہا۔ ''کیا تم اتنی آسانی سے مجھ سے پیچھا چھڑا سکو گے؟''

''میں تم سے پیچھا چھڑانے کی تو نہیں سوچ رہا۔''

''جھوٹ نہ بولو عثمان۔'' رینی نے مسکرا کر کہا۔ ''میں تمہارے گھر سے آ رہی ہوں۔ تمہاری

بہن نے مجھے صاف کہہ دیا ہے کہ یہاں اب کم آیا کرو عثمان ناراض ہوتا ہے۔ کیوں عثمان! یہ بات تم نے خود کیوں نہ کہہ دی؟'' عثمان صارم خاموش رہا۔ اس کی بہن نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔ اس کیلئے جواب دینا مشکل ہو گیا۔ اسے خاموش دیکھ کر رینی نے کہا۔ ''مجھے یہ تو بتا دو کہ میں تمہارے گھر کیوں نہ آیا کروں؟''

عثمان صارم کی ذہنی حالت کچھ اور تھی وہ جلدی میں تھا اور اس کے جذبات بھڑکے ہوئے تھے وہ ٹالنے کے لئے کوئی موزوں جواب نہ سوچ سکا تو اس کے منہ سے وہی بات نکل گئی جو اس کے دل میں تھی۔ اس نے کہا۔

''رینی' معلوم نہیں میں خود کیوں نہ تمہیں کہہ سکا کہ ہمارے گھر نہ آیا کرو۔ اب سن لو ہماری آپس میں کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو ہم قومی لحاظ سے ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ تم ذاتی محبت کی بات کرو گی مگر میں قومی محبت کا قائل ہوں جو صلیب اور قرآن میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ میرا وطن ہے۔ تمہاری قوم یہاں کیا کر رہی ہے؟ جب تک تمہاری قوم کے آخری آدمی کا وجود یہاں رہے گا ہم ایک دوسرے کے دوست نہیں بن سکتے۔ میرے دل میں جو کچھ تھا وہ تمہیں بتا دیا ہے۔''

''اور میرے دل میں جو کچھ ہے وہ بھی سن لو۔'' رینی نے کہا۔ ''میرے دل سے تمہارے نہ صلیب نکال سکتی ہے نہ قرآن۔ میں جب تک تمہیں دیکھ نہ لوں مجھے چین نہیں آتا۔ تمہیں مسکراتا دیکھتی ہوں تو میری روح بھی مسکرا اٹھتی ہے۔ سن لو عثمان! اگر تم نے مجھے اپنے گھر آنے سے روکا تو یہ ہم دونوں کے لئے اچھا نہیں ہوگا۔''

''تم مجھے دھمکی دے سکتی ہو' تم حکمران قوم کی لڑکی ہو نا۔'' عثمان صارم نے تحمل سے کہا۔

''اگر میرے دماغ میں حکمرانی کا نشہ ہوتا تو تم یہاں نہ کھڑے ہوتے۔ قید خانے میں گل سڑ رہے ہوتے۔'' رینی نے کہا۔ ''کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ مجھے تمہارے متعلق کچھ معلوم نہیں؟ کہو تو تمہاری زمین دوز کارروائی کی تفصیل سنا دوں۔ کہو تو تمہارے گھر سے وہ سارے خنجر، تیر کمان اور آتش گیر مادہ برآمد کرا دوں جو تم نے اپنے گھر میں میری قوم اور میری حکومت کے خلاف استعمال کرنے کے لئے چھپا رکھا ہے جسے تم کو گھر میں رکھنے کی اجازت نہیں۔ النور کو تم تیغ زنی سکھا رہے ہو اور تمہارے ساتھ جو دوست ہمارے خلاف کام کر رہے ہیں میں ان میں سے کئی ایک کو جانتی ہوں لیکن عثمان! تم نہیں جانتے کہ تمہارے اور قید خانے کے درمیان میرا وجود حائل ہے۔ تم جانتے ہو کہ میرا باپ کون ہے اور وہ کیا نہیں جانتا اور کیا نہیں کر سکتا۔ وہ کئی مرتبہ گھر میں کہہ چکا ہے کہ عثمان

کی گرفتاری ضروری ہوگئی ہے مگر میں نے ہر مرتبہ باپ سے منت کر کے کہا ہے کہ عثمان کی بہن میری بڑی پیاری سہیلی ہے اور اس کا باپ ایک ٹانگ سے معذور ہے۔ دو تین بار میرے باپ نے مجھے ڈانٹ کر کہا ہے کہ میں تم لوگوں کے ساتھ تعلق توڑ دوں۔ مجھ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسلمان اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے ساتھ اتنی زیادہ محبت اور مروت کی جائے لیکن میں ماں باپ کی اکیلی اولاد ہوں۔ وہ مجھے ناراض بھی نہیں کرنا چاہتے۔''

سورج غروب ہوگیا تھا۔ شام تاریک ہونے لگی تھی۔ عثمان صارم خاموش رہا۔ اس کا ذہن کسی اور طرف تھا۔ وہ کچھ جواب دیئے بغیر چل پڑا۔ ابھی دو ہی قدم اٹھائے تھے کہ رینی نے آگے آ کر اسے اس طرح روک لیا کہ اس کا سینہ عثمان کے سینے سے لگ گیا۔ رینی نے دونوں ہاتھ اس کے کولہوں پر رکھ دیئے۔ اس کے جسم سے عثمان کو ایسی عطر بیز بو آئی جو مسلمان گھرانوں میں نہیں ہوتی تھی۔ لڑکی اس کے قریب ہوگئی۔ اتنی قریب کہ ان کی سانسیں ٹکرانے لگیں۔ رینی کے ملائم ریشم جیسے بال جب عثمان صارم کے گالوں سے لگے تو وہ یوں تڑپ اٹھا جیسے پھندے سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر رینی نے اسے چھوڑ دیا۔

''مجھے آزاد کر دو رینی۔'' عثمان صارم نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''مجھے پتھر بن جانے دو، میرا راستہ کوئی اور ہے۔ ہم اکٹھے نہیں چل سکیں گے۔''

''محبت قربانی مانگتی ہے۔'' رینی نے نشیلی آواز میں کہا۔ ''کہو کیا قربانی مانگتے ہو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم جو جی میں آئے کرو میں تمہیں قید نہیں ہونے دوں گی۔''

''اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔'' عثمان صارم نے طنزیہ کہا۔ ''کہ میں تمہیں بتاؤں گا ہی نہیں کہ میرے جی میں کیا آئی ہے اور میں کیا کرنے والا ہوں۔ میں تمہارے اس حسین جسم اور ریشمی بالوں کے جادو میں نہیں آؤں گا۔''

''تو پھر مجھے ثابت کرنا پڑے گا کہ میں تمہارے لئے قربانی دے سکتی ہوں۔'' رینی نے کہا۔ ''جاؤ عثمان! تم جلدی میں ہو لیکن میں تمہارے گھر آنے سے باز نہیں آؤں گی۔''

عثمان صارم دوڑ پڑا اور رینی اسے دیکھتی ہوئی آہ بھر کر چلی گئی۔

عثمان صارم گھر میں داخل ہوا تو برجیس وہاں پہنچ چکا تھا۔ عثمان صارم اندر چلا گیا اپنے باپ ماں اور النور کو تفصیل سے بتایا کہ صلیبیوں نے مسلمانوں کا ایک قافلہ لوٹا ہے اور دو لڑکیوں کو بھی ساتھ لے آئے ہیں۔ اس نے تمام تر واقعہ سنا کر کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان لڑکیوں کو

آزاد کرانے جا رہا ہے اور اس مہم میں النور کی بھی ضرورت ہے۔ عثمان صارم کے باپ کی ٹانگ صلیبیوں کے خلاف لڑتے ہوئے جوانی میں کٹ گئی تھی اور وہ باقی عمر اس افسوس میں کاٹ رہا تھا کہ وہ جہاد کے قابل نہیں رہا۔ اس نے عثمان سے کہا۔

''بیٹا! تم نے اگر اتنے خطرناک کام کا ارادہ کر لیا ہے تو مجھے یہ نہ سننا پڑے کہ تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ غداری کی ہے۔ اس کام میں پکڑے جانے کا امکان زیادہ ہے۔ اگر تم پکڑے گئے اور تمہارے ساتھی نکل آئے تو جان دے دینا مگر اپنے ساتھیوں کے نام پتے نہ بتانا۔ میں تمہیں صلاح الدین ایوبی کی فوج کے لئے جوان کر رہا تھا لیکن تمہاری بہن کی شادی کر کے تمہیں رخصت کرنے کی سوچی تھی' جاؤ اور میری روح کو مطمئن کر دو لیکن ایک بار پھر سن لو، میں کسی سے یہ نہیں کہلوانا چاہتا کہ تمہاری رگوں میں صارم کا خون نہیں تھا۔''

باپ نے بیٹی کو بھی اجازت دے دی۔ عثمان صارم نے اسے بتایا کہ برجیس ڈیوڑھی میں بیٹھا ہے اور وہ اس مہم کی کمان اور رہنمائی کرے گا۔ باپ ڈیوڑھی میں برجیس کے پاس چلا گیا۔ عثمان نے النور سے کہا وہ فوراً اپنی ایک یا دو ایسی سہیلیوں کو بلا لائے جو اس کام میں شامل ہونے کی جرأت رکھتی ہیں۔ النور اسی وقت باہر نکل گئی اور ذرا سی دیر میں دو سہیلیوں کو بلا لائی۔ اتنے میں عثمان صارم کا ایک ساتھی اپنی بہن کے ساتھ آ گیا۔ ایک ایک کر کے ساتوں جوان آ گئے۔ برجیس نے لڑکیوں کو بتایا کہ وہ کس راستے سے کہاں جائیں گی۔ راستے میں انہیں ایک سنتری روکے گا۔ لڑکیاں اس سے پوچھیں گی کہ اوپر کون سا راستہ جاتا ہے وہ کہیں گی کہ شاہ رینالڈ نے انہیں بلایا ہے لیکن وہ غلط راستے پر آ گئی ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نوکرانیوں کے بھیس میں ہوگی جس کے سر پر سامان ہوگا۔ انہیں پہلے سنتری کو ختم کرنا ہوگا پھر آگ لگانی ہوگی۔ آگ لگانے والا سامان نوکرانی کے سر پر ہوگا اور گھوڑے اس طرح بندھے ہوں گے کہ لمبے لمبے رسوں کے سرے زمین میں دبائے ہوئے ہوں گے اور گھوڑوں کی پچھلی ایک ایک ٹانگ سے زنجیر یا رسی بندھی ہوگی جو رسوں سے گزاری ہوئی ہونی چاہئے۔ ان لمبے رسوں کو خنجروں سے کاٹ دینا ہوگا اور چند ایک گھوڑوں کو خنجر بھی مارنے ہوں گے۔ تاکہ وہ منہ زور ہو کر بھاگ اٹھیں۔

برجیس نے لڑکیوں کو فوراً لباس اور حلیہ درست کرنے کو کہا اور ایک کو نوکرانی بنا دیا۔ اس کے منہ اور ہاتھوں پر مٹی اور سیاہی سی مل دی۔ پھر وہ عثمان صارم اور اس کے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔ وہ خود بھی ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ عثمان صارم کے باپ نے بھی انہیں کچھ مشورے دیئے۔ پھر

سب کو خنجر دیئے گئے۔ خاصا وقت گزر گیا تھا لیکن برجیس کہہ رہا تھا کہ ابھی شہر جاگ رہا ہے۔ اس جگہ کی رونق اس وقت جاگتی تھی جب شہر سو جاتا تھا۔ تیاریوں میں وقت گزرتا رہا اور روانگی کا وقت ہو گیا۔ سب کو اکیلے اکیلے جانا اور ایک طے شدہ مقام پر ملنا تھا۔ لڑکیوں کا راستہ الگ تھا۔ انہیں اندازاً وقت بتا دیا گیا تھا جب انہیں آگ لگانی تھی اُس وقت برجیس کی جماعت کو حملے کے مقام پر ہونا تھا۔ یہ بے حد نازک اور خطرناک مہم تھی جس میں وقت کی غلطی اور کسی کی کوئی بے احتیاطی سب کو ایسے قید خانے میں ڈال سکتی تھی جو جہنم سے کم نہیں تھا۔ سب سے زیادہ خطرہ لڑکیوں کا تھا کیونکہ وہ لڑکیاں تھیں۔ تصور کیا جا سکتا تھا کہ ان کے پکڑے جانے کی صورت میں ان کا کیا حشر ہوگا۔ النور نے کہا کہ پکڑے جانے کا خطرہ ہوا تو لڑکیاں اپنے خنجروں سے خودکشی کر لیں گی مگر زندہ کفار کے ہاتھ نہیں آئیں گی۔

شہر پر خاموشی طاری ہوتے ہوتے سارا شہر خاموش ہو گیا۔ کہیں کوئی روشنی نظر نہیں آتی تھی، صرف ایک جگہ تھی جہاں رات کے سکوت کا ذرا بھی اثر نہیں تھا وہ یہ عمارت تھی جہاں صلیبیوں کی متحدہ کمان کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ وہیں صلیبی حکمرانوں اور اعلیٰ کمانڈروں کی رہائش بھی تھی۔ یہ لوگ اس ایک ایک کر کے آ چکے تھے جہاں وہ ہر رات شراب نوشی اور رقص کی محفل جمایا کرتے تھے۔ اس رات ان کا موضوع دو نئی مسلمان لڑکیاں اور وہ مال و اسباب تھا جو قافلے سے لوٹا گیا تھا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ لڑکیاں کسی اور کام بھی آ سکتی ہیں؟ اس کا جواب ایک فوجی کمانڈر نے یہ دیا کہ لڑکیاں بالغ ذہن کی ہیں اس لئے انہیں جاسوسی وغیرہ کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ ایک لڑکی کی عمر سولہ سترہ سال ہے اور دوسری کی بائیس تئیس سال۔ اس لئے وہ بس کچھ عرصہ تفریح کے لئے ہی استعمال ہو سکتی ہیں۔

''اس کے بعد انہیں اپنے فوجی افسروں کے حوالے کر دینا'' ایک اعلیٰ کمانڈر نے کہا۔ ''وہ ان کے ساتھ شادی کر لیں گے۔''

یہ لڑکیاں ان کے ہنسی مذاق اور غلیظ باتوں کا موضوع بنی رہیں اور وہ مسلمانوں کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے رہے۔ اس وقت لڑکیاں دو الگ الگ کمروں میں تھیں۔ وہ رو رو کر بے حال ہو رہی تھیں۔ دونوں کے ساتھ ایک ایک خادمہ تھی۔ یہ ادھیڑ عمر عورتیں بڑی خرانٹ اور اس فن کی ماہر تھیں، وہ لڑکیوں کو نہلا چکی تھیں اور انہیں رات کا لباس پہنا رہی تھیں۔ لڑکیوں نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا جبکہ ان کے آگے ایسے ایسے کھانے رکھے گئے تھے جو انہوں نے کبھی خواب میں بھی

نہیں دیکھے تھے لیکن انہوں نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے کے متعلق معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے اور اس کے ساتھ کیا بیت رہی ہے۔ دونوں عورتیں انہیں حسین سبز باغ دکھا رہی تھیں۔ ایک کو بتایا جا رہا تھا کہ اسے فرانس کے بادشاہ نے پسند کیا ہے جو اسے زرد جواہرات سے لاد دے گا۔ دوسری کو جرمن کے بادشاہ کی ملکہ بننے کے خواب دکھائے جا رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں بڑے پیار سے دھمکیاں بھی دی جا رہی تھیں کہ انہوں نے اگر ان بادشاہوں کو ناراض کیا تو وہ انہیں فوجی سپاہیوں کے حوالے کر دیں گے۔

یہ لڑکیاں صحرائی دیہات کی ہونے کے سبب کوئی ایسی بزدل بھی نہیں تھیں لیکن بے بس ہو گئی تھیں۔ اپنے تحفظ میں کچھ بھی کرنے کے قابل نہ رہی تھیں۔ ان کے ماں باپ اور بڑے بھائی نے ان کی عصمت کی خاطر صلیبی استبداد کے علاقے سے ہجرت کی تھی مگر سب لوگ صلیبیوں کے پھندے میں آ گئے۔ لڑکیاں پکڑی گئیں' ماں باپ مارے گئے اور بھائی قید ہو گیا۔ خدا کے سوا ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ قید سے نکل بھاگنے کے قابل بھی نہیں تھیں۔ وہ روتی تھیں تو صرف خدا کو یاد کرتیں اور خدا کو ہی مدد کے لئے پکارتی تھیں۔ اپنی عزت کے علاوہ اپنے بھائی آفاق کے لئے وہ بہت پریشان تھیں۔ اس وقت آفاق بیگار کیمپ میں تڑپ رہا تھا۔ وہ زخمی تھا اور اسے بہ پیٹا گیا تھا۔ پہلے کے قیدی شام کے وقت روزمرہ کی مشقت سے آئے تھے۔ انہوں نے ان قیدیوں کو دیکھا اور ان کی پٹائی سنی۔ اُن میں صرف آفاق زخمی تھا، کسی نے اس کی مرہم پٹی نہیں کی تھی۔ تین چار قیدیوں نے مرہم اور کچھ دیسی دوائیاں چھپا کر رکھی ہوئی تھیں۔ رات کو انہوں نے آفاق کے زخم صاف کئے اور مرہم بھر کر اوپر کپڑے باندھ دیئے۔

آفاق کو اپنے زخموں کا درد محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ اس کا دھیان اپنی بہنوں کی طرف تھا۔ وہ قیدیوں سے پوچھتا تھا کہ اس کی بہنیں کہاں ہوں گی اور وہ قید سے کس طرح بھاگ سکتا ہے۔ قیدیوں نے صاف الفاظ میں بتا دیا تھا کہ اس کی بہنیں کہاں ہوں گی اور ان کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو گا' اسے بتایا گیا کہ اس قید خانے کی کوئی دیوار نہیں ہے اس لئے انہیں بیڑیاں بھی نہیں ڈالی گئیں پھر بھی وہ یہاں سے بھاگ نہیں سکتا کیونکہ سنتری گھوم پھر رہے ہیں اور اگر وہ یہاں سے نکل بھی جائے تو جائے گا کہاں؟ کہیں نہ کہیں پکڑا جائے گا۔ تب اس کی سزا اتنی اذیت ناک موت ہو گی جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اسے بتایا گیا کہ یہاں کئی کئی سالوں سے ایسے قیدی پڑے ہیں جو کرک کے ہی رہنے والے ہیں لیکن بھاگنے کی جرأت نہیں کرتے' وہ جانتے ہیں کہ وہ پکڑے نہ